

آفزاں والیت

مؤلف
پروفیسر فیاض کاوش

ناشر
مکتبہ دارثیہ۔ بیرونی عاص

وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشْدَدُ حِبَّةً تِلْهُ (القرآن)
(اہل ایمان کو اللہ سے بڑی محبت ہوتی ہے)



سیدنا حافظ حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
کٹھ ہوارڈ پرسو انجمنیت

عنوان ہذا پرنسپل زیادہ موتھ مختصر سلسلہ اور جامع کتاب

مولف

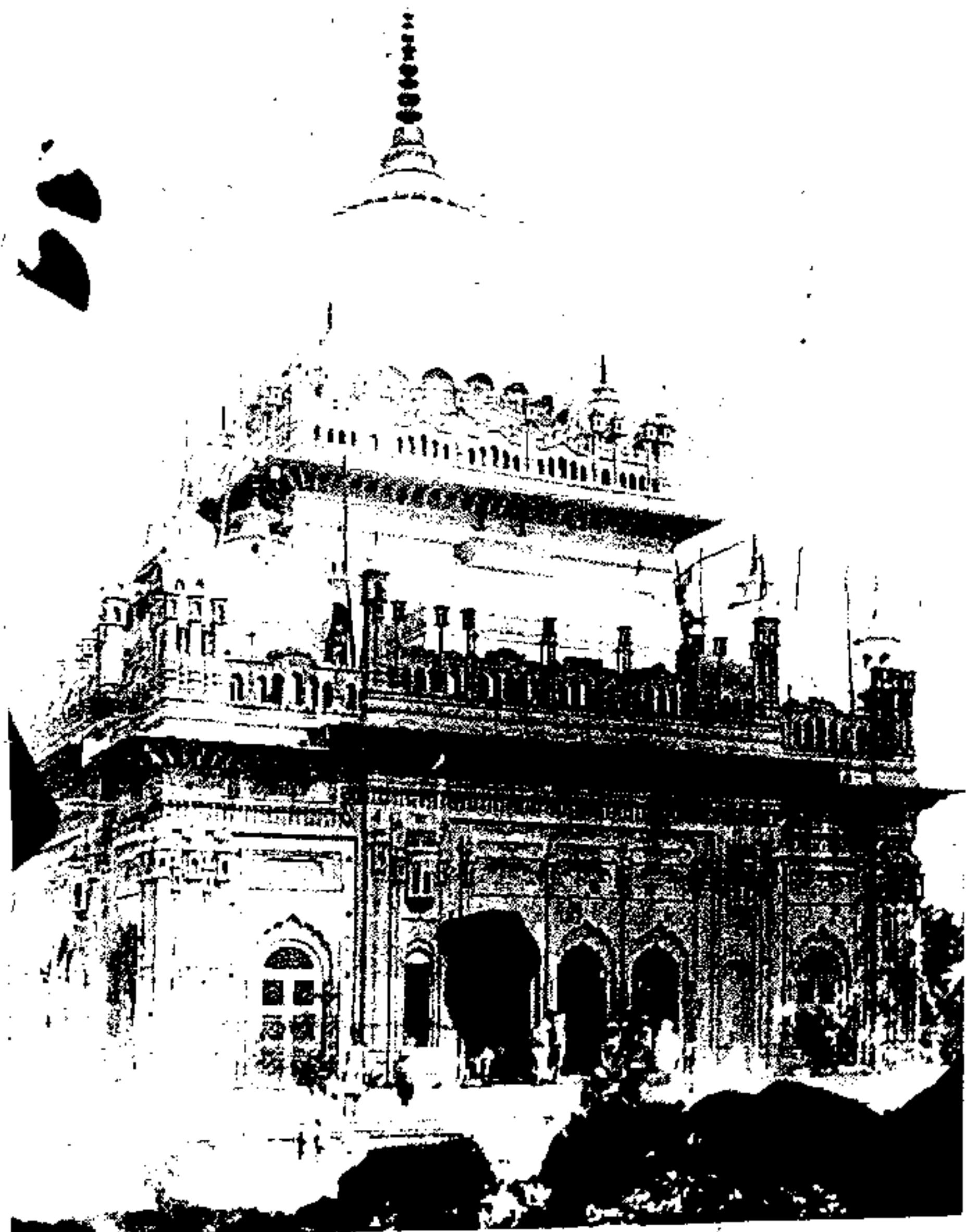
پروفیسر پیٹھ کاؤش

مکتبہ شیعیا میر پور خاں (سنہ ۱۹۵۰)

جملہ حقوق بحق موقوف نجفی

| | |
|--|------------------------------|
| نام کتاب | آفتاب ولایت |
| مکلف | پروفیسر فریداں احمد خاں کاوش |
| کتابت | شاہ محمد شمسی قصوی |
| صفحات | ۲۳۶ |
| تعداد | ایک ہزار |
| طبع اول | شمسیہ ۱۹۷۴ء |
| طبع | مشہور آفسٹ پریس کراچی |
| قیمت | لٹنے کا پتہ |
| مکتبہ وارثیہ، نزد نیو لیاقت اسکول لال جنڈ باغ کالونی، سیمیر لوپر خاص | (سندرھ) |

آستانہ عالیہ
حضرت حاجی وارث علی شاہ
آنہ مُهْشَفِ مَجَدِ الْأَعْلَیٰ وَبِهِ تَعَالَیٰ



دیوہ شریف ضلع بارہ بہن کی

فہرست

حصہ اول

| | |
|----|--------------------------------|
| ۱ | اتتاب |
| ۲ | حرفت آغاز |
| ۳ | تعارف |
| ۴ | افتتاحیہ |
| ۵ | منقبت از مہاراجہ سکشن پٹ و شاد |
| ۶ | نام نامی اسم گرامی |
| ۷ | نسب نامہ |
| ۸ | خاندانی حالات |
| ۹ | دلیل آفتاب |
| ۱۰ | (ولادت کی پیشین گوئیاں) |
| ۱۱ | آفتاب آمد |
| ۱۲ | (ولادت کے حالات) |
| ۱۳ | سنست تیبی دلیلیری |
| ۱۴ | عہد طقویت |
| ۱۵ | تعلیم و تربیت |
| ۱۶ | کفالت |
| ۱۷ | بعض طریقت |

| | |
|----|--------------------------------|
| ۲۵ | ۱۶ دستارِ خلافت |
| ۲۶ | ۱۷ شجرةِ شرف |
| ۲۸ | ۱۸ سیر و سیاحت |
| ۲۸ | ۱۹ آنادی میں تشریف آوری |
| ۲۹ | ۲۰ حضرت بیسم شاہ والی |
| ۵۰ | ۲۱ شکوہ آباد میں قیام |
| ۵۱ | ۲۲ من تو شدم تو من شدمی |
| ۵۲ | ۲۳ فیروز آباد میں تشریف آوری |
| ۵۲ | ۲۴ آگرہ میں ورد و مسعود |
| ۵۶ | ۲۵ جسے پورہ میں آمد |
| ۵۷ | ۲۶ آستانہ نخواجہ پر حاضری |
| ۵۸ | ۲۷ بمبئی میں صوفیانیاں |
| ۵۹ | ۲۸ سفرِ حج باز |
| ۶۲ | ۲۹ جدہ میں طلوعِ آفتاب و ولایت |
| ۶۳ | ۳۰ ہے مکہ سے افضل مدینہ تمہارا |
| ۶۴ | ۳۱ لعڑا دشريف میں عزت افزائی |
| ۶۸ | ۳۲ اپنی کمسانی |
| ۶۹ | ۳۳ وطنِ عزیز کو ہالپی |
| ۷۰ | ۳۴ ترکی کا سفر |
| ۷۱ | ۳۵ یورپ میں تبلیغِ روحانیت |
| ۷۲ | ۳۶ وطن و اپسی |
| ۷۴ | ۳۷ آدابِ احرام پوشی |

| | |
|-----|--|
| | ۳۰ ذرہ ذرہ ہے مظہر خور شید |
| ۷۸ | (محض احرام پوشوں کے حالات) |
| ۸۱ | ۳۸ سلسلہ وارثی میں اتحاد و محبت |
| ۸۳ | ۳۹ دارثی تعلیمات |
| ۸۶ | ۴۰ شان فقر |
| ۸۷ | ۴۱ چشم وارث |
| ۸۸ | ۴۲ نگاہِ ناز کی کوشش سازیاں |
| ۹۰ | ۴۳ چشم وارث کی مسحائی |
| ۹۱ | ۴۴ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں |
| ۹۵ | ۴۵ نورانی شخصیت |
| ۹۶ | ۴۶ دارثی رنگ |
| ۹۷ | ۴۷ آفتابِ ولایت کے حضور علامہ مشائخ کا خراجِ تحسین |
| ۹۸ | ۴۸ موسیٰ عظیم |
| ۹۹ | ۴۹ دارت مجھے میں میں وارث میں |
| ۱۰۰ | ۵۰ علامے فرنگی علی کی خوش اعتقادی |
| ۱۰۱ | ۵۱ دارت پاک کے حضور علامہ اقبال کی بے زبانی |
| ۱۰۲ | ۵۲ دربارِ دارت میں سرپریز گردی نزاری |
| ۱۰۳ | ۵۳ اکبر کا منظوم خراجِ حقیقت |
| ۱۰۴ | ۵۴ حضرت خواجہ حسن نظامی کا نذر رانہ حقيقة |
| ۱۰۵ | ۵۵ (اخبار "وکیل" دہلی کا خراجِ تحسین) |
| ۱۰۶ | ۵۶ حضرت ریاضن خیر آبادی کا نرانہ حقيقة |
| ۱۰۷ | ۵۷ ملک غلام محمد گورنہ جزری پاکستان کی درگاہ وارث پر حاضری |

- ۵۰ ذرے سے آفتابِ ولایت کی بارگاہ میں
 (ملک غلام محمد کورنر جنرل پاکستان کی مراسلت)
- ۵۱ خان پیدار سر شیخ عبدال قادر بہر سٹریٹ لا رکا بیان
- ۵۲ آئش پر پست کے دل میں آئش عشقِ الہی
- ۵۳ پیرم جوک
- ۵۴ خدا نما صورت
- ۵۵ جگن نا تھ پر آفتابِ ولایت کے الوار
- ۵۶ آفتابِ ولایت کے الوارِ روحانیت کا فیضِ عام
- ۵۷ خلقت کا اثرِ دلام
- ۵۸ سنگاہِ کیمیاگر
- ۵۹ عادات و خصائص
- ۶۰ رقیقِ القلبی و غریبِ نوازی
- ۶۱ آفتابِ ولایت کی ذرہ نوازی
- ۶۲ عاجزی و انکساری
- ۶۳ خودمندی سے نفرت
- ۶۴ لطافتِ جسمی، نام و منو سے پہنچ
- ۶۵ شانِ توحید
- ۶۶ شانِ تجد
- ۶۷ اندازِ گفتگو
- ۶۸ شرم و حیا
- ۶۹ لیٹنے بیٹھنے کے آداب

| | |
|-----|-------------------------------|
| ۱۳۶ | ۷۹ قصہ کرمائی |
| ۱۳۷ | ۸۰ اخلاق حسی (حسن سلوک) |
| ۱۳۸ | ۸۱ تواضع کا پہلا اور آخری بدق |
| ۱۳۸ | ۸۲ علماء کی تواضع |
| ۱۳۹ | ۸۳ شریعت کا احترام |
| ۱۴۰ | ۸۴ نماز کی پابندی |
| ۱۴۲ | ۸۵ حج کا شوق |
| ۱۴۳ | ۸۶ حاجی صاحب کا لقب |
| ۱۴۴ | ۸۷ روزہ کی عادت |
| ۱۴۵ | ۸۸ سنت کی پروپری |
| ۱۴۵ | ۸۹ کھنے پینے کے آداب |
| ۱۴۶ | ۹۰ خاص عندا |
| ۱۴۷ | ۹۱ اللہ کا نام |
| ۱۴۸ | ۹۲ زادہ کی تعریف |
| ۱۴۸ | ۹۳ تعویذ گنڈے کی ممانعت |
| ۱۴۸ | ۹۴ درود شریف کی بدایت |
| ۱۴۹ | ۹۵ قرآن پاک سے محبت |
| ۱۵۰ | ۹۶ محشر الحرام کا احترام |
| ۱۵۰ | ۹۷ گیارہویں شریعت کا اہتمام |
| ۱۵۰ | ۹۸ میلاد شریف میں قیام |
| ۱۵۱ | ۹۹ طریقت کا ادب |
| ۱۵۳ | ۱۰۰ وضعی داری |
| ۱۵۳ | ۱۰۱ وضعی داری کا بچل |

| | |
|-----|--|
| ۱۵۵ | ۱۰۳ فقر و رضا |
| ۱۵۶ | ۱۰۴ نورانی سرای پا شریف |
| ۱۵۸ | ۱۰۳ پل کے مبارک — نازک بھول، اشفاق آئینہ |
| ۱۵۹ | ۱۰۵ خوشبو کے سیادت |
| ۱۶۰ | ۱۰۶ مگس کو باع عنیں جانے نہ دینا۔ |
| ۱۶۲ | ۱۰۷ سرکار و ارث پاک کی شانِ عیسوی |
| ۱۶۴ | ۱۰۸ وصال حق |
| ۱۶۷ | ۱۰۹ پس چاہندہ آفتاب اندر حجاب |
| ۱۶۸ | ۱۱۰ سلام عاشقانہ |
| ۱۷۸ | ۱۱۱ پھر پہ سلام |
| ۱۸۰ | ۱۱۲ گاگر کے شریف |
| ۱۸۱ | ۱۱۳ خبر و صالِ پاک |
| ۱۸۱ | ۱۱۴ ملہار مبروگ |
| ۱۸۴ | ۱۱۵ اختتامیہ |

حصہ دوم

| | |
|-----|-------------------------------------|
| ۱۸۸ | ۱۲۶ سلام |
| ۱۹۰ | ۱۲۷ سلسلہ وارثیہ کی ترویج و ترقی |
| ۱۹۱ | ۱۲۸ احرام پوش فہری کا احترام |
| ۱۹۳ | ۱۲۹ ولادت ثانیہ |
| ۱۹۴ | ۱۳۰ نام کی تبدیلی |
| ۱۹۵ | ۱۳۱ یا وارت (منظوم) |
| ۱۹۵ | ۱۳۲ سلسلہ وارثیہ میں تجدید کی اہمیت |

| | |
|-----|---|
| ۱۹۹ | ۱۳۳ اسلام |
| ۲۰۰ | ۱۳۷ مسلسلہ وارثیہ میں توکل کی اہمیت |
| ۲۰۲ | ۱۳۵ احرام کا لفہن |
| ۲۰۵ | ۱۳۶ احرام کی پیلی زنگت |
| ۲۰۷ | ۱۳۸ چادر شریعت (منظوم) |
| ۲۰۸ | ۱۳۹ سلسلہ وارثیہ میں نقش و تعریف اور عملیات کی ممانعت |
| ۲۱۱ | ۱۴۰ مدعا و شاہ وارث |
| ۲۱۲ | ۱۴۱ عاشق کی آخری منزل |
| ۲۱۴ | ۱۴۲ شریعت اور محبت |
| ۲۱۵ | ۱۴۳ گگریا سادھو ہمہری |
| ۲۱۸ | ۱۴۴ تارکِ ناز وارثی ہنہیں ہو سکتے |
| ۲۲۱ | ۱۴۵ وارثی فہیر کی چیان (وارث پاک) |
| ۲۲۲ | ۱۴۶ ہدالوارث (منظوم) |
| ۲۲۳ | ۱۴۷ تصور شیخ |
| ۲۲۶ | ۱۴۸ دل میں سمائے وارث |
| ۲۲۶ | ۱۴۹ محبت میں رقبت |
| ۲۲۸ | ۱۵۰ وارث پیار وہی چھپوٹ جائے |
| ۲۳۰ | ۱۵۱ وارث پاک کا سلسلہ عطالتیت |
| ۲۳۱ | ۱۵۲ شہر سے کی حقیقت |
| ۲۳۲ | ۱۵۳ دستِ بعیت |
| ۲۳۲ | ۱۵۴ بعیتِ اولیٰ |
| ۲۳۳ | ۱۵۵ بعیتِ رضوان |

| | |
|-----|--|
| ۲۲۳ | ۱۵۶ خواب کی بیعت |
| ۲۲۴ | ۱۵۷ جسے دیکھو ہے پرانہ مرے مخدوم وارث کا (منظوم) |
| ۲۲۵ | ۱۵۸ گاگر شرف (منظوم) |
| ۲۲۶ | ۱۵۹ حقیقی بیعت |
| ۲۲۷ | ۱۶۰ سب وارثوں کا ایک وارث |
| ۲۲۸ | ۱۶۱ عاشق کا جانشین خلیفہ |
| ۲۲۹ | ۱۶۲ خلافت، جانشینی اور سجادگی کا خاتمه |
| ۲۳۰ | ۱۶۳ قلبِ مضطرب (منظوم) |
| ۲۳۱ | ۱۶۴ وارثی تصرفات |
| ۲۳۲ | ۱۶۵ مجال وارث |
| ۲۳۳ | ۱۶۶ مناجات |
| ۲۳۴ | ۱۶۷ مآخذ کتاب |

انتساب

ساغر چھوٹی ہو تو مرے ہاتھ ٹوٹ جائیں
ناصح میں کیا کروں وہ نظر منے پلا گئے

ان سین خواب کے نام ————— جس میں صرکارِ وارث پاک نئے
مجھے "دیو سے شرفت" ————— بلوا یا ————— اپنا آستانہ دکھایا
رو برو بھایا ————— اپنا بیایا ————— اور چلتے وقت اپنے دست
خاص سے تبرک عطا فرمایا —————

گرچہ خود دمیر نبنتے ست بزرگ
ذرا نہ آفتاب اللہ تعالیٰ تباہ نہیں
فیاض کاؤش

حروف آغاز

نہ شبم نہ شب پرستم حوج دیت خواب گویم

کہ ضیا نے آفتابم تہر آفت سب گویم

آفتاہ لایت — سیدنا حافظ حاجی وارث علی شاہ (اعلیٰ ائمہ مقامہ کاظمی

سادات کے حسین گلدستے کے گھل نوبہار میں، ۱۸۲۲ء میں دیوبہ شریف (ضلع بارہ بندی یونیورسٹی) بھارت میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں آپ قرآن کریم حفظ فرمائچے تھے۔ صرف چودہ سال کی عمر تھی کہ اب طریقت کے مطابق آپ کی دستار بندی بھی ہو گئی اور اسی وقت سے آپ کی ذات پر کات سے سلسلہ رشد و ہدایت بھی جاری ہو گیا۔ ۱۵ سال کی عمر میں دربارِ خواجہ میں حاضر ہوئے تجویشِ ادب نے جوتا پہننا بھی ترک کر دیا — پہلے رج کے لئے احرام جو باندھا تو ہمیشہ کے لئے دنیاوی لباس ہی ترک فرمادیا — چنانچہ علی حضرت علی امراضی کرم ائمہ و جمہ کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے تو صفتِ ابو ترابی "کے اثر سے زندگی بھر کے لئے فرشِ خاک کو اپنا بستر بنالیا — کربلا پہنچے تو شہزاد ب شہیدوں کے نغم میں ہمیشہ کے لئے بھوک پیاس کو اپنا تو ش بنالیا — روزے تو شروع سے رکھتے آئے تھے مگر اب مسل سات سات روز تک افطار نہ فرماتے تھے — رج بیت اللہ شریف کی سعادت میں کم عمری ہی میں حاصل کرنے لگے تھے، بغیر سماں سفر کے، پیدل ہی دیوارِ حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف روانہ ہو جایا کرتے تھے، پھر سالہ ماں دھونِ عزیز کی طرف لوٹ کر واپس نہ آتے تھے، دورانِ رج روزانہ مسجدِ حرام میں دو رکعت میں پورا کلامِ پاک ختم فرمایا کرتے تھے۔

آپ کی نورانی شخصیت میں وہ مقنای طبی اثرات تھے کہ سارا زمانہ آپ کی طرف کھوچلا آتا تھا، مقدس جسم میں برقی اسی دوڑا کرتی تھیں اور انکھوں میں نورِ الٰہی کی بجلیاں کو ندا کرتی تھیں، آپ کی خدامنا صورت کو جس نے ایک بار دیکھا وہ ہمیشہ کے لئے فرفیتہ ہو گیا — عرب کی سیاحت کے دوران خودا ہل عرب آپ کے مرید ہوئے، سیر کرنے ہوئے تو کی پہنچے تو سلطان عبدالمجید خال بمع اہل و عیال آپ کی غلامی میں آگئے — یورپ کی سیر و سیاحت کے دوران جرمن کے شہزادے بسما رک نے آپ کی میزبانی کے فرائض انجام دئے — باشہزادہ سردیا آپ کا مرید ہوا — اور شہزادہ ملان معتقد ہو کر آپ کا مطبع و فرمابندوار بننا۔

اس طرح بارہ سال تک مسلسل آپ عرب و حجاز، اپراں و عراق، فلسطین و شام، مصر و ترکی، روس و جرمنی اور تمام یورپ میں روحانیت کا تبلیغی دورہ کرتے رہے، غرضیکہ آپ نے اسلام کی بلند ترین روحانی تعلیمات کو ساری دنیا میں عام کیا — اور عشقِ الٰہی کی لامحدود لفافی اقداد کو اپنی بے پناہ قوتِ باطنی سے دلوں میں جاگزیں فرمایا ہے

رسے نہ روح کی پاکیزگی تو ہے ناپسید
ضمیر پاک و خیالِ بلند، ذوقِ لطیف!

(اقبال)

غرض کہ ساری دنیا میں آپ نے روحانیت کے تبلیغی دورے کئے، آپ کا روحانی مشین عالمگیر تھا۔ آپ کی ساری زندگی غمِ محبت سے شعبدزادہ اور عشقِ الٰہی سے سرشار تھی، حضرت نیاز بیلوی کا یہ مصروع اکثر آپ کی زبان مبارک پر رہا کرتا تھا صدر

عشق میں تیرے کو ہغم سرپریا جو ہوسو ہو

ساری زندگی میں آپ کا کوئی سانس ذکرِ الٰہی سے کبھی خالی نہ گیا، آخر وقت وصال تک ایک وقت کی نماز کو کئی کئی بار ادا فرمایا، احرام کو کفن اور زمین کو قبر کی منزل سمجھا چنانچہ — مُؤْتُوا قَبْلَ آنْ تَهْمَوْنَوْا — کی چھی تصویر بننے رہے ہے

دل کو خیالِ یار نے غسمو کرو دیا

ساغر کو رنگِ بادہ نے پُر نور کر دیا

زندگی میں کبھی کسی کو ذرا سی بھی نکلیفت نہ پہنچائی صحتی کہ کبھی کسی جاندار پر سواری نک نہ فرمائی

نہیں اپنی راحت کا کچھ سامان کیا، انتہا یہ کہ کبھی سسری، پلنگ تخت، چوکی، کوچ، کرسی
مونڈھے دغیرہ تک پر آدم نہ فرمایا، نہ کبھی سندل گائی، نہ سر کے پیچے تنگی رکھا، نہ تمام عمر آسودہ ہو کر
کوئی غذائی گھر کسی مزیدار غذا کی طرف رغبت فرمائی اور نہ ہی کسی بدمزہ چیز سے لفڑت کا
اظہار کیا، غرضیکہ ساری زندگی بھوک اور سیر کی کا ایک جیسا اثر لیا تھا یہ کہ زبان سے نکل اور شکر
کا انتہا ہی ختم ہو چکا تھا۔ تسلیم درضا کی ایسی عادت ڈالی گئی کہ اپنی بڑی سے بڑی تکلیف کا کبھی
اظہار تک نہ ہونے دیا چنانچہ نہ کبھی کوایہ ہے، نہ آہ کی — نہ کسی کاشکوہ کیا، نہ کسی سے
شکایت کی — صبر و ضبط کو اس درجہ اپنا یا تھا کہ سردی گرمی کا احساس ہی جاتا رہا تھا۔
لوگ آپ کی قوت برداشت دیکھ کر حیران ہوا کرتے تھے، لیکن اگر کوئی آپ کے صدق و صفا
کی تعریف کرتا تھا تو آپ شرما کر اپنی گردن جھک کا لیا کرتے تھے اور لوگوں کے سامنے اپنی لوحانی
قوت کی پرده داری اس طرح فرماتے تھے جیسے کوئی اپنا عجیب چھپا نہ ہو — آپ نے
کبھی بھی خود کو کسی سے برتر نہ سمجھا اور نہ ہی کسی غیر کو اپنے سے کمتر جانا — نہ اپنی
تعریف سے کبھی خوش ہونے اور نہ ہی اپنی براہی سُنکر کبھی ناراضی کا اظہار کیا۔ — ہونے
چاندی کو کبھی آنکھا کرنے دیکھا، روپے پیسے کو کبھی بھول کر بھی ہاتھ نہ لگایا، دوسروں کی
راحت و آرام کا بہر حال خیال رکھا اور اپنی ذات کے لئے کسی تکلیف کو تکلیف نہ جانا،
تمام عمر کسی سے کچھ نہ مانگا اور اپنے درستے کسی مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہ جانے دیا —
پابندی و ضع کا یہ عالم تھا کہ جو بات ایک بار آپ سے سرزد ہو گئی پھر دی سہی شہ کے لئے آپ
کی مستقل عادت بن گئی — چہرہ اندر جبیا کر کشی میں نظر آتا تھا اور سیاہی انڈھیرے
میں صاف و شفاف دیکھوایا جاتا تھا — پائے مبارک کبھی خاک یا کچھ ٹیکر میں آلو دہ
نہ پائے گئے، تمام عمر و نیا بھر کا پیدل سفر کرنے کے باوجود تلوئے ماں کی گود میں رہنے
والے پیچے کی طرح نرم و نازک تھے، ہر جمع میں آپ سرفراز دمبلند نظر آتے تھے —
حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ دیکھنے والے اپنے ہوش و جواں کبھی قائم نہ رکھ سکے سے

دُدہر واس کے کچھ نہیں میں معلوم
کیا ہوا ہے خودی میں کسی نہ ہوا

گفتگو مختصر مگر جامع ہوتی تھی، چھوٹے چھوٹے فقرے دل کے پار ہو جاتے تھے تھے
تاثیر برقِ حسن جوان کے سخن میں تھی
اک روز خنی مرے سارے بدن میں تھی

آپ کی بزرگ کا چرچا بر صغیر کے علاوہ ایشیا، افریقہ اور یورپ کے باشندوں تک پھیلا ہوا
تھا، تفریضًا ڈیڑھ لاکھ غیر مسلموں کو آپ نے مشرف بہ اسلام کیا اور ہزاروں مشترکوں
کو موحد بنادیا۔

آپ کے معتقدین میں ہندوستان کی بڑی بڑی مہتیاں شامل تھیں مثلاً
مرسید احمد خاں، استاد ناسخ، مولانا حضرت مولانا، اصغر گونڈوی، ریاض خیر آبادی،
بے نظیر شاہ، سیاحب اکبر آبادی، مہاراجہ کرشنا پر شاد شاد، وندیر اعظم دکن، مسیح
محبوب علی خاں، نظام حیدر آباد دکن، سر شیخ عبدال قادر بیر شریٹ لار، علام اقبال و میر علائی فتحی محلہ
ذاتِ دارث سے دوست و دشمن یکساں فیض پاتے تھے اور ہر ملک و ملت کے

لوگ آپ کے رنگ میں رنگے نظر آتے تھے

اپنا پنا تجھے سب کہتے ہیں اللہ العالی
شیخ و میخوار جدرا، کافر دیندار جدرا

چنانچہ آپ کے یہاں ذات پات، رنگ دلسل اور کسی قوم و ملت کی کوئی تفریق نہ تھی
درہارِ دارث میں راجوں، مہاراجوں، ریاست کے والیوں اور نوابوں کی صفت میں
غربیب چوڑے چماروں، خاکروں اور بھتروں کو جگہ ملتی تھی — محض عشقِ الہی کے
سبب آپ کو مخلوقِ خدا سے پیار تھا — آپ کا مسلک — عشقِ الہی کا مسلک
تھا — آپ کا پیغام — محبت — کا پیغام تھا — !، اگر —
عشقِ الہی — کی شان دیکھنا ہوتا تو — درہارِ دارث میں آؤ — یہاں

لئے خواجہ سن نظمی : اخبارِ اکیل، ۲۳ مارچ ۱۹۰۹ء

لئے مشکلۃ حقانیہ :

چھوٹے بڑے پیر، مرد سب ایک جی رنگ میں دشمن نظر آئیں گے — اللہ کے فقیروں میں کوئی تفریق نہیں — چنانچہ زیماں کوئی سجادہ ہے نہ سجادہ نشین — نہ کوئی صندبے نہ صندارا — نہ کسی خلیفہ کا انتظام ہے نہ خلافت کا اعتمام — زیماں تو سب کاظمہ فقیرانہ ہے — اور سب کا بس عاشقانہ — فرشِ زمین سب کا بستر ہے اور فقط اللہ کی ذات پر تکیہ ! سہ

دوں کو فکر دو عالم سے کہ دیا آزاد
تر سے جزوں کا خدا سلسلہ درہ از کر سے

بس ایک — عشق — ہے جو سب ہیں قدر مشترک ہے — سب کا ایک
والی ہے — سب کا ایک وارث !

بڑے بڑے نواب اور راجھے مہاراجھے اس دربار میں طوق غلامی کا ارمان لیکر
آتے ہیں اور ”فقیر بن“ کر جاتے ہیں — اور غریب و نادار اس مرکار سے —
”ولا شاد“ کا لافافی اور لا زوال خطاب پانتے ہیں سہ

آج ان ذرود کو بھی ناز اپنی تباہی پہ ہے
تیر سے در کا نقش بجدہ جن کی پیشانی پہ ہے

ذرہ ناچیز

فتیض کاوش

۱۹۰۵ء

صلح شہزادہ دشتاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج

۱۳۹۵ھ

میرلو پر خاص، تحریر پاکر (سنہ)

انتخار

جناب صغری حسن ز بیری دارثی نبیرہ قطب عالم حضرت حافظ حسن خاں بیری ارتی غلیکڈھی

پروفیسر فیاض احمد خاں صاحب کاوش — ایک اچھے انسان ہیں
اور فی الواقع جو اچھا انسان ہوتا ہے وہی اچھا ادیب بھی ہو سکتا ہے بہار سے
بہت سے ادیب، آداب انسانیت سے عاری ہیں سہ

لبس کہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا

آدمی کو بھی میرنے میں انسان ہونا

پروفیسر فیاض احمد خاں کا دش صاحب — عالی اخلاق، فراخ دل،
بلند حوصلہ اور بحد ردنگ کار انسان ہیں — ہاں کچھ جذباتی ضرور میں مگر جب
یہی جذبات نظر و پھر کار و پر دھارتے ہیں تو لوں پر اثر و تاثیر کی بجلیاں گراتے
ہیں، وہ بے باک دبئے تکلف اور سادہ مزاج ہیں اور یہی خوبیاں ان کی تحریر میں
موہبہ میں سے

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی فسیق

یہی رہا ہے ازل سے فلندروں کا طریق

فیاض صن کاوش صاحب پٹھانوں کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں
۱۹۳۰ء میں ہندوستان کے شہر امادہ (یو۔ پی) میں پسپا ہوئے مدرسہ تعلیم القرآن
میں قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کر کے علک کی مشہور قدیم درس گاہ —
اسلامیہ ہائی سکول (امادہ) میں داخل ہوئے جہاں سے ۱۹۵۲ء میں میرٹک پاس کیا۔
فیاض کاوش صاحب کی زندگی کا ابتدائی دور ایک ایسے محول میں گزرنا
جودی بی اور مذہبی ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر اور ادیباً بھی تھا — آئے و

سیلادا در ہر سس کی مخالفین، قوالیاں اور مشاعرے! — اس ماحول نے فیاض کاوش صاحب کی طبیعت میں گداختگی پیدا کی۔ وسیع و عریض آستانہ وارثیہ مکان سے بحق تھا جہاں احمد ام پوش فقرار کی نورانی مخالفین ہوا کرتی تھیں، یہاں حضرت ابو الحسن شاہ صاحب وارثی کامزابر پر انوار بے جہاں سالانہ عرس پڑے نزک و احتشام سے منعقد ہوتا ہے۔ اس وقت حضرت محمد شاہ صاحب وارثی کی پروقارا دریکش شخصیت فیاض کاوش صاحب کے سامنے تھی جو وضع داری کا کامل نمونہ اور کشف و کرامات کا نورانی مجموعہ تھی — اس زمانہ میں ایک لاکھ روپے کی لگت سے وسیع و عریض آستانہ وارثیہ کی عالیشان تعییث شاہ کی عالی ہمتی کی دلیل ہے جس میں شاہ صاحب کی ساعی جمیل سے سلسلہ وارثیہ میں مندک ہو کر وارثی فقیر در در بے سمت سمت کر تربیت حاصل کرنے کے لئے بیان آکر رہتے تھے — عملی تصوف کی انہیں سکتی مسکتی فضائل میں فیاض کاوش صاحب نے آنکھ کھولی اور آستانہ عالیہ کے پاکیزہ ماحول میں پروان بچھے۔

تفہیم کے بعد فیاض کاوش صاحب ۱۹۵۲ء میں پاکستان آکر میرلوپر خاص (سندھ) میں مقیم ہوئے اور شاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج میرلوپر خاص میں اخدمیا ساتھی ساتھ کلکٹر سبب بخفر پار کر میں ملائیں میں مدرسہ میرستیوار ہو گئے — ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رہی، اس طرح بی۔ اے پاکس کر لیا تو ذوق درس و تدریس کی نکیں کے نہ گورنمنٹ ہائی سکول میں مدرس بن گئے۔ مدرس کے دوران میں اے پاکس کر لیا تو گورنمنٹ کالج شکار پور (سندھ) میں لیکچر امقرر ہوئے کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج سانگھٹر (سندھ) میں رہنے کے بعد اب ایک عرصہ سے شاہ عبداللطیف گورنمنٹ کالج میرلوپر خاص (سندھ) میں شعبہ اردو کے صدر ہونے کی حیثیت سے اپنے فرانچ منصبی انجام دے رہے ہیں۔

فیاض کاوش صاحب مشاعر و اور ادبی مخالفین میں تو شروع سے حصہ

۴۰

لیتے رہے ہیں البتہ نشرنگاری کا آغاز دری میں کیا۔ یوں تو پہلے بھی لکھتے رہے ہیں لیکن مستقل نہ لکھا۔ اب چند سالوں سے مستقل لکھ رہے ہیں۔ ان کے مفہام و مقولاتِ نظمیں اور نعتیں پاکستان کے دفعیع جو امداد میں شائع ہو رہے ہیں۔ اس وقت وہ نظم و نثر میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

عاشقِ دارث ہونے کی حیثیت سے — — — آفتابِ لايت —

ان کے رو حافی تفاصیل کا منہ بولنا شاہکار ہے، یہ پروفیسر صاحبِ موصوف کی سات سالہ علمی عبد و جبڈ کا تحقیقی سرایہ ہے جو اب تک اس موصوع پر کھی جائیوالی تمام کتب کا لبِ لباب اور عطرِ لباب ہے۔

میری دعا ہے کہ رب تعالیٰ اسے شرفِ قبولیت بخشنے اور پروفیسر فیاض کاوش صاحب کی اس کادش کو قبولِ عام عطا فرمائے، اللہم آمين۔

صغیر حسن خاں زبری

مینجر، نیشنل بنسک (میونسپل برائٹنچ) میرلوپر خاص

(سندھ)

افتتاحیہ

ڈاکٹر پروفیسر حنفی احمد حساب نقشبندی مجددی ایم۔ اے (گولڈ میڈلست) —
بی۔ ایچ۔ ڈی — ایس۔ ای۔ آیس درجہ اول

سیرت دکردار کی اہمیت کا کسی کو اندازہ نہ تھا، سب سے پہلے اسلام بھی نے
اس طرف متوجہ کیا اور بتایا کہ — سیرت — ایک عظیم حقیقت ہے —
اَنْ اَنْكُمْ عِسْنَدَ اللَّهِ الْفَالْمُ — لیکن آج بھی بعض لوگ — علم و دانش
کو — سیرت دکردار سے افضل سمجھتے ہیں — یقیناً علم افضل ہے
لیکن علم کا مقصود — معرفت نفس یا — معراج انسانیت ہی ہے اس
لئے — علم — مقصود بالذات نہ ہوا بلکہ مقصود حقیقی انسان کی اپنی سیرت
ہے۔ علم کے ذریعہ اس کو بنانا سنوارنا ہے — لہذا سیرت کا عمل —
علم و دانش سے بہتر ہے۔ اگر صرف علم و دانش ہی انسان کے لئے کافی ہوتے تو پھر ہمارا
دور کا ملین کا دور ہوتا — لیکن یہ کیا بات ہے کہ میں یوں علوم و فنون دریافت
ہونے اور لاکھوں بلکہ کروڑوں کتابوں کے لکھنے جانے کے باوجود وہ بات پیدا نہ
ہو سکی جو صاحب قرآن جناب رحمۃ الرحمٰن رحمۃ الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سیرت دکردار
سے پیدا کر دی۔

چنانچہ حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم السالمین کو ایک سیرت کا علم (صلی اللہ
علیہ وسلم) ابھی نے تو بیندوں تک پہنچایا تھا۔ انہوں نے کسی مکتب و مدرسہ میں نہیں
پڑھا تھا، صرف صحبت نبوی، صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آسان تک پہنچایا تھا۔ لیں
صالحین اور کاملین سے منزہ موزٹا چاہتے کہ یہ خود زندگی سے منزہ موزٹا ہے جو لوگ
حضرات ابل اللہ کو بے فیض سمجھ کر خود آگے بڑھا چاہتے ہیں وہ اس نادان طالب علم

کی مانند ہیں جو استاد سے منہ موچ کر خود اپنے ذاتی مطالعہ سے اعلیٰ مدارج طے کرنا چاہتا ہے لیکن عالم اسباب میں تو وسائل کی ضرورت ہوتی ہے بغیر وسیلے کے مقصد نہیں پہنچنے مشکل ہے۔ یہ صحیح ہے کہ خدا نے زمایا ہے۔ — مجھ سے مانگو، میں تمہیں دوں گا۔ — مگر جب ہم کو قرآن کی زبان میں یہ مذاہیت کی ذاتی ہے کہ ہم کو ان لوگوں کی راہ دکھا جن پر تو نے انعام فرمایا، ان لوگوں کی راہ نہ دکھا جن پر تیرا خشب نازل ہوا۔ — تو اس طرح دراصل مانگنے کا سلیقہ سکھایا جا رہا ہے۔ — اب جب مانگنے والا ان بزرگوں میڈیہ بندوں سے رد گردانی کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنے خدا سے روگردانی کرتا ہے کیونکہ غلبی ام الكتاب میں اپنے بندوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے۔

دوسری بات یہ کہ انسان — جسم در روح سے مرکب ہے اس لئے کو دو ہری تعلیم اور دو ہری معيشت کی ضرورت ہے۔ اگر روح نہ ہوتی، صرف جسم ہوتا تو یہ مرکب قسم کی تعلیم اور ایک ہی قسم کی معيشت کافی تھی۔

علوم ظاہری — درس و تدریس سے حاصل ہو جاتے ہیں میکن باطن — کا تعلق روح سے ہے اس لئے علوم باطن — صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ علوم سائنس کا طالب علم — سائنسدان ہو سکتا ہے لیکن علوم شریعت کا عالم — عارف — نہیں ہو سکتا، اس کے لئے عملی تربیت — شرط ہے اور اسی عمل کا دوسرا نام — سیرت ہے، چنانچہ علوم باطن کے لئے الیسی سیرتوں کی ضرورت ہے جن میں یہ علوم جیتے جا گئے نظر آئیں — ایسا صاحب سیرت — مرد کامل ایک عظیم قوت ہے جو اپنے ماحول اور اپنے عہد پر اثر انداز ہوتا ہے وہ اپنے عہد کا ایک روشن بیمار ہوتا ہے جس سے چار دانگ علم حکم کا اٹھتے ہیں۔

ذیہ نظر کتاب — آنکاب ولایت — حضرت حاجی

حافظ وارث علی شاہ قدس سرہ اعزیز کی سیرت پاک کاروشن مینارہ ہے جس کی
تجلیوں سے لا تعداد تاریک دل جگگا کر چراغِ مدایت بن گئے حضرت وارث علی شاہ
صاحب آفتاب ولایت بھی نہیں آفتابِ محبت بھی سختے جو جہاں انسانیت پر
اس طرح چپکا کہ جس کو دیکھو ان کی طرف کھنپا چڑا آرہے ہے — محبت میں ڈری
کشش ہے — یہ نہیں تو کچھ نہیں — اسی لئے ہے کا ردِ عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اور بار بار فرمایا :

الا لا ایمان لمن لا محبت له الا لا ایمان لمن لا محبت له
الا لا ایمان لمن لا محبت له۔

”ہاں کیوں جس کے دل میں محبت نہیں، اس کے دل میں ایمان نہیں — بلاشبہ
جس کے دل میں محبت نہیں، اس کے دل میں ایمان نہیں — ہاں آگاہ ہو جاؤ
خبردار ہو جاؤ جس کے دل میں محبت نہیں اس کے دل میں ایمان نہیں؟“
حضرت وارث علی شاہ کاملاً، مسلکِ محبت تھا — اس دنیا میں جو
نفرت کی آگ سے دمک رہی ہے اور جہاں انسانیت محبت کو ترس رہی ہے —
آپ کی ذاتِ اقدس ایک عظیم سمارا ہے — آپ کا تذکرہ خود محبت کا تذکرہ ہے
ضدِ نفرت، کوئی فاضل اس طرف متوجہ ہوتا اور اس سیرت پاک کو دل نہیں
انداز سے پیش کرتا، خدا کا شکر ہے کہ یہ کام برادرِ مکرم پر و فیر فیاضِ احمد خاں کا وش
زیدِ مجدد نے کر ڈال — یہ نہیں کی بہت بخی — وہ خود اس آفتاب
محبت کے فدائی تین اور ابل اللہ کے شیدائی۔

عوامِ الناس کے استغفار سے کے خیال سے اس تائیف میں سیسیں، صاف
اور سادہ زبان استعمال کی گئی ہے اور اندازِ بیانِ دواں اور دلنشیں ہے، اختصار کو
بہر حال پیشِ نظر کھاتے ہے: اس سے قبل وارث پاک کے سیرت نگاروں نے عبارت
آرائی کے جو بہر کھلتے ہوئے جن باتوں کو کئی کئی صفات میں پھیلایا کر پیش کیا تھا،
فائل مؤلف نے ان کے نفسِ رمضان کو نہایت اختصار سے چند سطروں کے اندر

سیدھی سادھی عبارت میں پیش کر دیا ہے، سو اسے ان چند مخصوص موافق کے جہاں
کوئی خاص تاثر پیش کرنا مقصود تھا وہ ملکہ تاثر اتنی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے ورنہ
مجموعی طور پر پوری کتاب سیدھے سادھے بیان انداز میں ہے۔ پھر تجھی تحقیقی فحاضتوں
کا خیال رکھا گیا ہے۔ حواشی پر باقاعدہ حوالے درج کردے گئے ہیں، کوئی بات
بغیر دلیل نہیں لکھی گئی البتہ نقید سے حتیٰ اسلامخان گرین کیا گیا ہے بلکہ اس سلسلے
میں اکابر بن سندھ کے مسلم انتہوت مثالیات و واقعات کو اثبات کے رنگ میں
پیش کر دیا گیا ہے، اس طرح — آفتاب ولایت — سیرت
دارث پاک کا ایک ایسا صاف شفاف آئینہ ہے جس میں برداری اپنے
محبوب کو آئندہ سامنے دیکھو سکتا ہے۔

تحقیقت یہ ہے کہ آفتاب ولایت — خلا عمر فخر و عمل
کی صفت بولتی تصویر ہے — یہ صحیحہ آداب محبت ہے، خدا کی محبت
— رسول کی محبت — ابلیسیت طمار کی محبت — اور
دارث پاک کی محبت!

بلکہ شہنشاہان عشق کے لئے زیر نظر — تائیف محبت —
زیاق و اکسیر کی تاثیر کھٹی ہے جو پر فیض خیاضیں کاوش صاحب کی عقیدت و محبت کا
نورانی شاہراہ ہے۔ مادہ پرستی کے اس تاریخ دوڑ میں بھٹکتے ہوئے انسانوں کے
لئے آفتاب ولایت کے انہ نور باطنی کے ایسا ہے بھی ہیں اور تندیب فوکی کچلی جوئی
انسانیت کے لئے روحانیت کی زندگی جاودہ میر مسرتیں بھی!

کتاب قاریں کے سامنے ہے وہ خود پڑھ کر اس کی رفت و بلندی اور جذبے
کی صداقت کا اندازہ کر سکیں گے — اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبولیتِ عامر
عطافرمائے اور قاریں کے لئے شرحِ مذاہب پڑائے، آمین!

قصیدہ درستنے افتاب پ لایت حضرت وارت علی شاہ علیزادہ

نیچے نظر

عاییناً بہر کسلیں سر راجہ راجہ گان مہاراجہ کرشن پرشاد شاد
جی سی آئی ای بیین سلطنت سابق مدارالہمام و زیر عظیم ناصدار دکن

| | | | |
|--------------------------------|-------------------------------|-----------------------------|-----------------------------------|
| شے دارت | شمع ولایت | فسد و غریب | ہرم ارباب حقیقت |
| خواص الخاص | سختے جو بندہ خاص | غیر دامتیت | میں سختے جو بندہ خاص |
| نہ چھوڑا مسلک | ابل حقیقت | شریعت کے ادب | کو بھی نہ چھوڑا |
| طریقیت میں بنے پر طریقیت | شریعت میں جوئے جو سبکے ہادی | جہاں میں سختے شناسے | حقیقت |
| تماشا گاہ وحدت نعمتی یہ کثرت | وہ دل تھا اپ کا مرآت صافی | لباہر اپ | تھے حاجی و حافظ |
| کہ تھی حس سے عیاں ہرگز کی صورت | نہ پوچھو اپ کا مشرب کیا تھا | نہ پوچھو اپ | کا مشرب کا مشرب |
| بڑے عارف بھی سختے حضرت سلامت | جسے کہتے تھے سب عشقِ الہی | کیا تھا | نہ تھی کچھ کفر اور اسلام سے بحث |
| محبت تھی، محبت تھی، محبت | نہیں تھا آشنا، بیگانہ میں فرق | جہاں میں منظرِ عشقِ اتم تھے | نہیں تھی کچھ کفر اور اسلام سے بحث |
| یہی نذبب تھا سچا اور ملت | بحمد اللہ دل کے بھی غنی محتے | خداؤند تعلیم سے ملی تھیں | بحمد اللہ دل کے بھی غنی محتے |
| مخالف اور موافق سے تھی، افت | خداوند تعلیم سے ملی تھیں | خرا جو گئے تھے دل جہاں کے | خداوند تعلیم سے ملی تھیں |
| کہ سب سے سختے تھے مہر و محبت | خدا کی ذات سے تھا اپ کو قرب | خدا کی ذات سے تھا اپ کو قرب | خداوند تعلیم سے ملی تھیں |
| بھیشہ اپ کی تھی ایک حالت | | | |
| نہیں تھی دولت دنیا کی حاجت | | | |
| عجب و نعمتیں صبر و قناعت | | | |
| کرامت تھی، دیا تھی، قلبی افت | | | |
| خدا کے ساتھ تھی یہ غاس نسبت | | | |

امام الاویس رکھنے بجا ہے دلی سخن رکھتے تھے شانِ امانت
 خدا کی شان تھی ان کی ہر اک شان اوس شان کی کیونکج ہو مدت
 ہوں عبدِ ربِ کشش پرستاد ہے نام دلی ہے آپ سے مجھ کو عقیدت
 فقیرِ خاندانِ حشت ہوں میں خماری شاہ ہے نامِ طریقت
 بہر صورتِ عقیدہ تمنہ ہوں شاد خدا نے دی ہے مجھ کو یہ سعادت
 مرے خواجہ کی جو صورت ہے ظاہر دہی ہے آپ کی لاریب صورت
 معین الدین کی شان اور آپ کی شان حقیقت میں ہے کھنچی اک حقیقت
 کموں سنتی میں اگر صدقِ دل سے بصدِ شوقِ دلی حضرت سلامت
 بھلے دن آگئے قسمت سے میری ملی دونوں جہاں کی اب حکومت
 جزاک اللہ فی الدارین خیرا
 جو مانگا وہ برا مجھ کو عنایت

لہ ما خوڈ از فائل — صحیفہ دارت (دیوہ شریف)

ہوَالوارِثُ

نامِ نامی اسم گرامی

سب میں کچھ کچھ کمی سے لگتی ہے
جو بھی آتے میں ذہن میں القب



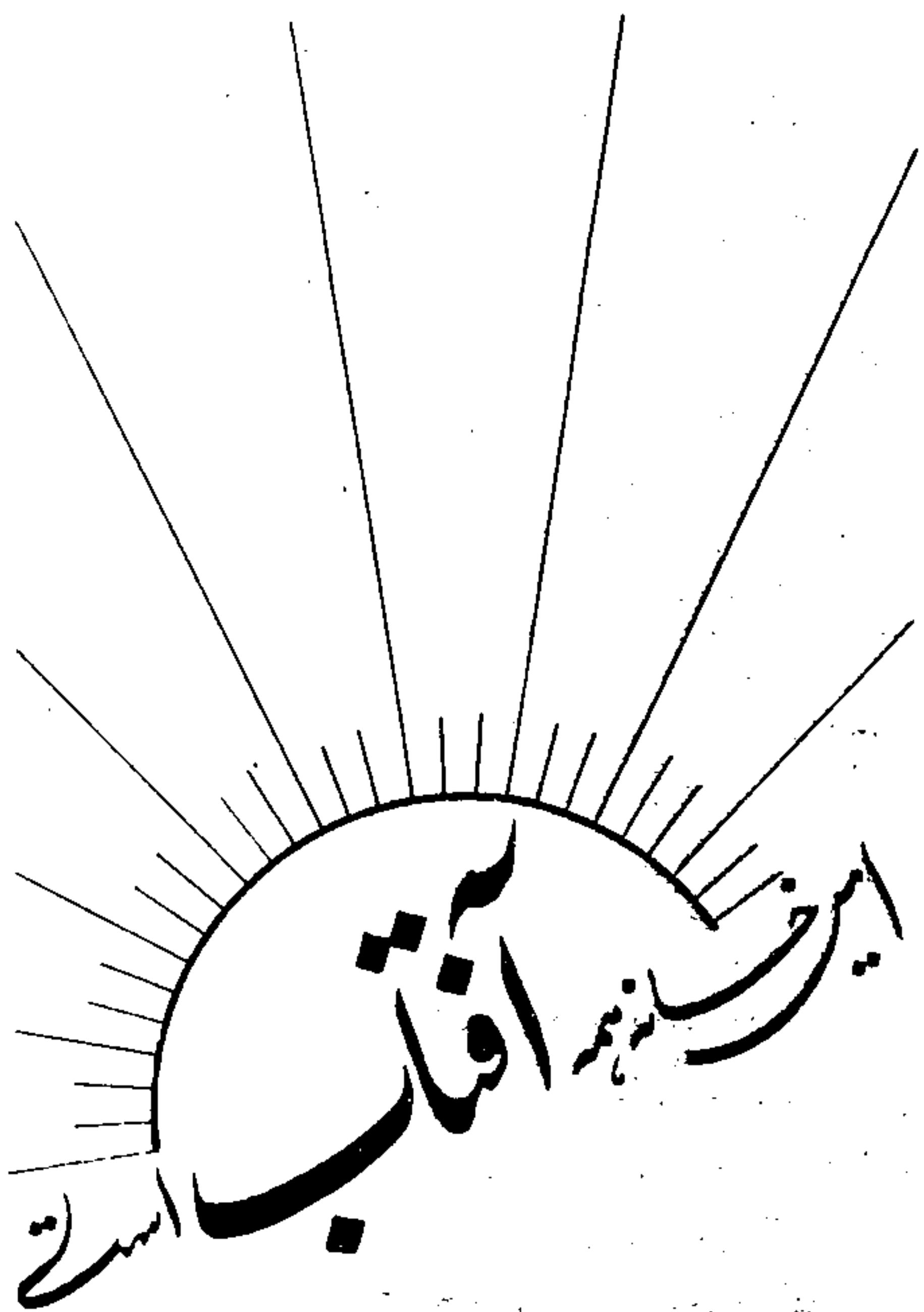
سلطان اتارکین — سراج الصلوین — سراج السالکین — قطب
العارفین — عارف باللہ — فانی فی اللہ — باقی باللہ
آیة من آیات اللہ — امام الاولیاء — سید السادات — سیدنا و
مولانا — حضرت حافظ قاری حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیزیہ —
کامِ نامی، اسم گرامی — رب تعالیٰ کی ایک ممتاز سفت ذاتی کا حال ہے —
اکڑا اولیائے کرام کے نامِ نامی میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ خدا نے برتر کے جس مقدس
نام میں وہ فنا بوسئے وہی ان کا نام مشورہ دا جس طرح حضرت سیدنا محبی الدین شمس عبدالقداد
جیلانیؒ — مجیبی — میں فنا بوکر — احیاء دین — کا باعث
ہوئے، چنانچہ اسی لقب سے ملقب ہوتے، یا جیبی حضرت محبی الدین حشمتیؒ —
دین متنیں کے دافعی معین و مددگار ثابت ہوئے — بالکل اسی طرح
الوارث — خدا نے برزک کا نام ہے اور اس کے معنی میں — فنا کے عالم
کے بعد قائم رہنے وال — چنانچہ پسر کاری عالی کی ذات و صفات سے وارث
کی مظہر تتم تھی۔

مُوْلَى اَدَمَ بْنُ زَيْنُوْدِينِ

چنانچہ آپ نے اپنے اے عمری سے

(مرجاؤ مرثے سے پہنچے) کے مراحل طبق فرمائے، آخر احمد دارث کے صحیح مصدق ان کر
بغاۓ دوام سے نوازے گئے

آپ کو باطنی علوم اور روحانی فیوض بلا واسطہ اپنے جدرا علی حضرت علی کرم
الله وجہ سے دراثت میں ملے تھے اسی لئے ظاہری و باطنی طور پر آپ دارث علی کمال سے
ولاد ہے یہ خاص شہنشہ مشرقین کی چھپیں ہے پشت جناب حسین کی
ہیلی بیتی ہے فاطمہ کے نور عین کی مہر بیگیں ہے فاتحہ بدرو حسین کی
یہ جوہر و خلاصہ ہے دونوں جہاں کا
بندہ نظر ڈپا ہے خدائی کی شان کا
ذات ایسی لا جواب کہ دنیا میں آفایا۔ دنیا میں آفتا ب تو عقیقی میں مہتاب
عقیقی میں مہتاب تو کوشش پر جوش آب کوشش پر جوش آب سے پھرنا قی شراب
ساقی شراب کو شرب نہیں کا یہ ہے
دارث علی واحمد بے میم کا یہ ہے



آفتابِ ولایت کا نورانی شب نامہ

آفتابِ ولایت — سیدنا وارث پاک کی والدہ ماجدہ آپ کے دادا خان کے حقیقی بھائی سید شیر علی علیہ الرحمہ کی صاحبزادی تھیں کیونکہ آپ کے والدہ ماجدہ سید قربان علی شاہ علیہ الرحمہ کا عقد اپنے حقیقی چھاپ جان سید شیر علی شاہ علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے ہوا تھا، اس طرح آپ سید سلامت علی کے پوتے اور سید شیر علی کے نواسے ہیں چنانچہ بھیب الطرفین سید ہیں۔

آپ کے بزرگوں نے بہیث سے اپنی بھیب الطرفین سیادت کی ہر دور میں حفاظت کی، کنواری لڑکیاں بوڑھی ہو کر فوت ہو گئیں مگر غیر کنو میں شادی کرنا کسی طور برداشت نہ کیا گی، حتیٰ کہ دوسرے خاندان کے سادات میں بھی شادی نہ کی، اس طرح اپنی کاظمی سیادت کی ہر حال میں پوری پوری حفاظت فرمائی چنانچہ آپ کا اچھوٹا اور بے دانع شجرہ شریف درج ذیل ہے۔

آفتابِ ولایت لاکا بے دانع شجرہ شریف

آفتابِ ولایت حضرۃ حاجی سید وارث علی شاہ علیہ اللہ تعالیٰ مدحت
 ابنے سید قربان علی شاہ
 ابنے سید سلامت علی شاہ
 ابنے سید کرم اللہ
 ابنے میراں سید احمد
 ابنے سید عبد الواحد
 ابنے سید عمر نور
 ابنے سید زین العابدین

ابن سید عمر شاہ
 ابن سید عبد الواحد
 ابن سید عبد الاڈشاہ
 ابن سید علاء الدین اعلیٰ بزرگ
 ابن سید عز الدین
 ابن سید اشرف ابی طالب
 ابن محمد محروم
 ابن سید ابو القاسم
 ابن سید علی الحسکری
 ابن سید ابو محمد
 ابن سید محمد جعفر
 ابن سید محمد مهدی
 ابن سید علی رضا
 ابن سید قاسم حمزہ (رحمہم اللہ تعالیٰ)
 ابن حضرة امام موسی کاظم رضی اللہ عنہ
 ابن حضرة امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ
 ابن حضرة امام محمد باقر رضی اللہ عنہ
 ابن حضرة امام سید زین العابدین رضی اللہ عنہ
 ابن سید الشہداء حضرة امام حسین رضی اللہ عنہ
 ابن شیوخ داعی المرتضی رضی اللہ عنہ
 زوج سید النسا حضرة فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت حضرة سورہ
 کائنات احمد مجتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کثیراً کثیراً

اس طرح ۲۹ واسطون سے آپ کا سلسلہ نسب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ و
سلم سے جاہلنا ہے۔



خصوصاً شہنشاہ وارثہ علی وہ عاشقِ شکر کے عاشقِ ولی کے ولی
وہ نورِ نگاہِ علی و بتوں فرودِ شہستانِ حسن قبول
وہ نورِ بادہِ گلشنِ تختن خوشِ یادِ کارِ حسینِ مرض و حسن
عنایاں ان کے چہرے سے با آبِ تاب جمالِ نبی، شوکتِ بوائزاب
وہ نورِ حقیقت وہ شمعِ کمال یہاں اللہ صورت، محمد جمال
وہ باعثتِ ولایت کے اظہار کے
وہ وارثِ نبوت کے اسرار کے سے

سلہ بند نظر شاہ وارثی -

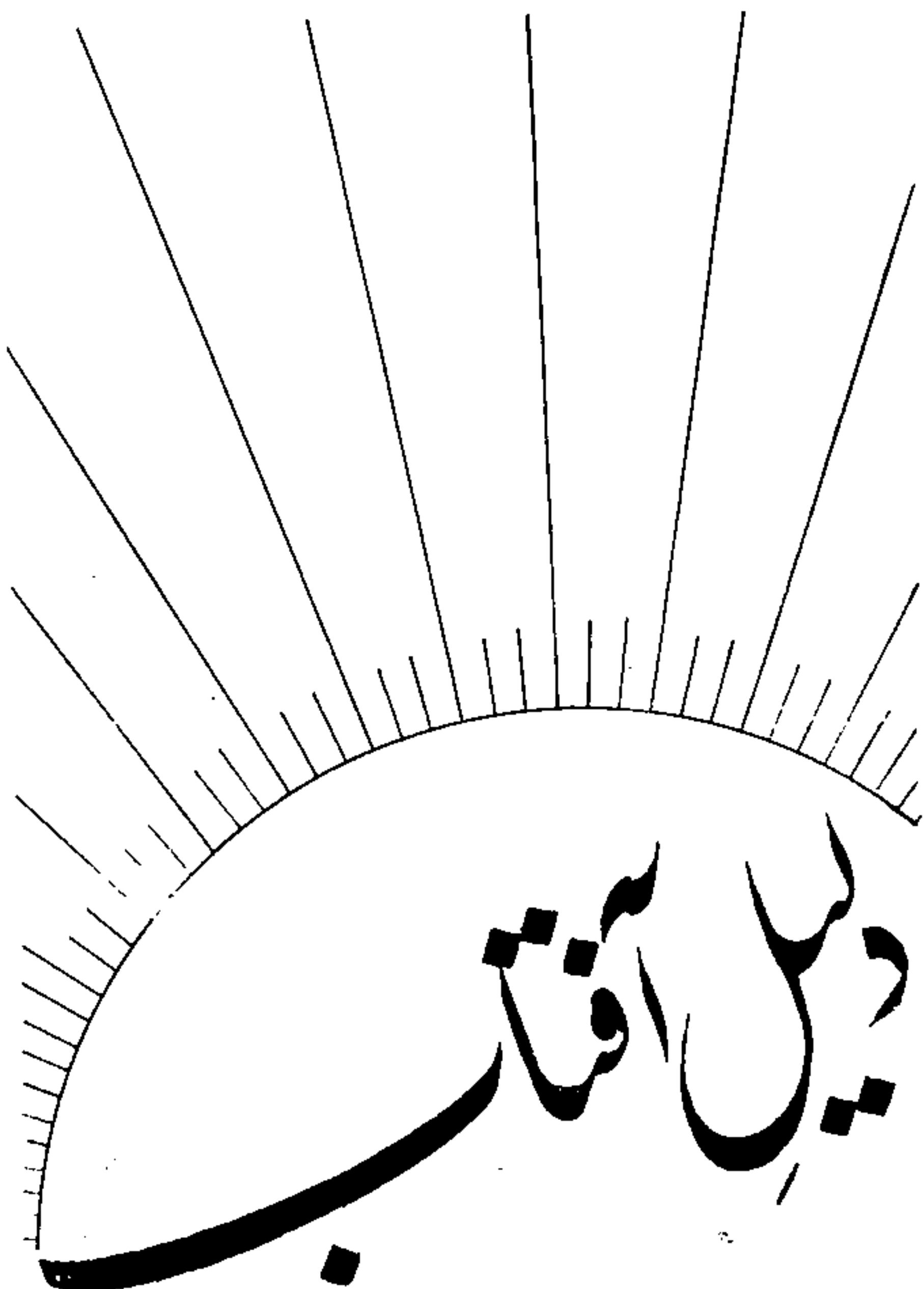
خاندانی حالات

۱۲۵۸ء میں ہاکو خان نے خلیفہ مسٹسم پاشا کی حکومت کو ختم کر کے بعد دارکوتاہ و برباد کیا اور اطراف میں دہانے لگا چنانچہ شرفائے اسلام اپنی عزت و آبرو بچانے کی خاطر وطن عزیز چھپڑ کر دور دراز محفوظ مقامات کی طرف ہجرت کر گئے، اسی پُرآشوب دور میں سادات کاظمی کے روشن چراغ — حضرت مولانا سید اشرف ابی طالب (رحمۃ اللہ علیہ) جو اپنے وقت کے شیخِ کامل تھے، بال بچوں کے ساتھ بیشاپور سے ہجرت فرمائکر بندستان تشریف لائے اور صلح بارہ بنگی (بیو۔ پی) کے قصبه — رسول پور — میں آباد ہو گئے چار سو سوی بعد آپ کے خاندان کے فخر ولایت — حضرت سید عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ رسول پور سے — دیوہ — چلے آئے اور اپنے سارے خاندان سمیت یہیں مستقل مقیم ہو گئے۔

اس پیور سے قصے میں حضرت کی تشریف آوری سے بیان کے لوگ بہت نوش ہوئے کیونکہ آپ کی بزرگی و دردشی کی اطراف میں شرت تھی چنانچہ بیانِ افروز ہوتے ہی قرآن و حدیث کا دور جاری ہو گیا اور آپ کی ذات والاصفات سے رشد و ترقیت کا نور پھیلنے لگا۔

۱۲۶۰ء میں آپ کو ائمہ تھانے نے ایک فرزند عطا فرمایا جن کا نام میراں سید احمد رکھا گیا، انہوں نے آگے جا کر فقر و دردشی میں بڑی شہرت حاصل کی۔ ان کے صاحبزادے — سید کرم علی تھے جن کے دو فرزند ہوئے — سید سلامت علی اور — سید قربان علی شاہ علیہما الرحمۃ اللہ

سلہ حیات دامت . اذ شیداداری



دبلیو آفتاب

سرکارِ وارث پاک کی دلاوت سے ایک مدت دراز پہ بالنسہ شریعت میں اپنے وقت
کے قطب الاقطاب — حضرت شاہ عبدالرزاق اسسوی — دیوبے شریعت کی طرف
منہ کر کے دعائیں مانگا کرتے تھے، اگر کوئی شخص پوچھتا تو اپنے فرماتے:
”ادھر سے آفتابِ ولایت اللہ طور ہو گا جس کی روشنی سے
دنیا جگ کا بھٹکی گی۔“ یہ آفتاب جیسیں ہیں جس سے ہو گا مرجاں کے
ظروع ہونے میں انھی بڑا وقت پڑا ہے۔

اس واقعہ کے ایک عرصہ دراز کے بعد اپنے وقت کے بڑے صاحبِ کمال بزرگ
حضرت میرزا سید احمد (۱۸۲۸ء) ۱۸۲۸ء اپنے یارانِ طریقت کے ساتھ دیوبے شریعت میں ایک
تمالب کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے — ادھر سے ایک فقیرِ دش نعمیر کا گذر جوا،
اس نے خوشخبری سنائی:

”میرزا سید احمد بسا رک ہو، تمہاری پانچویں پشت میں ایک
ایسا آفتابِ ولایت اللہ طور ہو گا جس کی روشنی سے زمین و
آسمان منور ہو جائیں گے۔“

اس کے بعد زمانہ ناضی قریب کا واقعہ ہے کہ — حضرت شیخ الشیوخ مولانا
شاہ نجات اللہ قدس سرہ العزیز (سرکارِ وارث پاک کے دادا جان) دیوبے شریعت
کی طرف سینہ مبارک کھول کر اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

”میں اس آفتاب کی روشنی سے اپنے بیٹے کو منور کر رہا
ہوں جو عنقریب طور ہونے والا ہے۔“

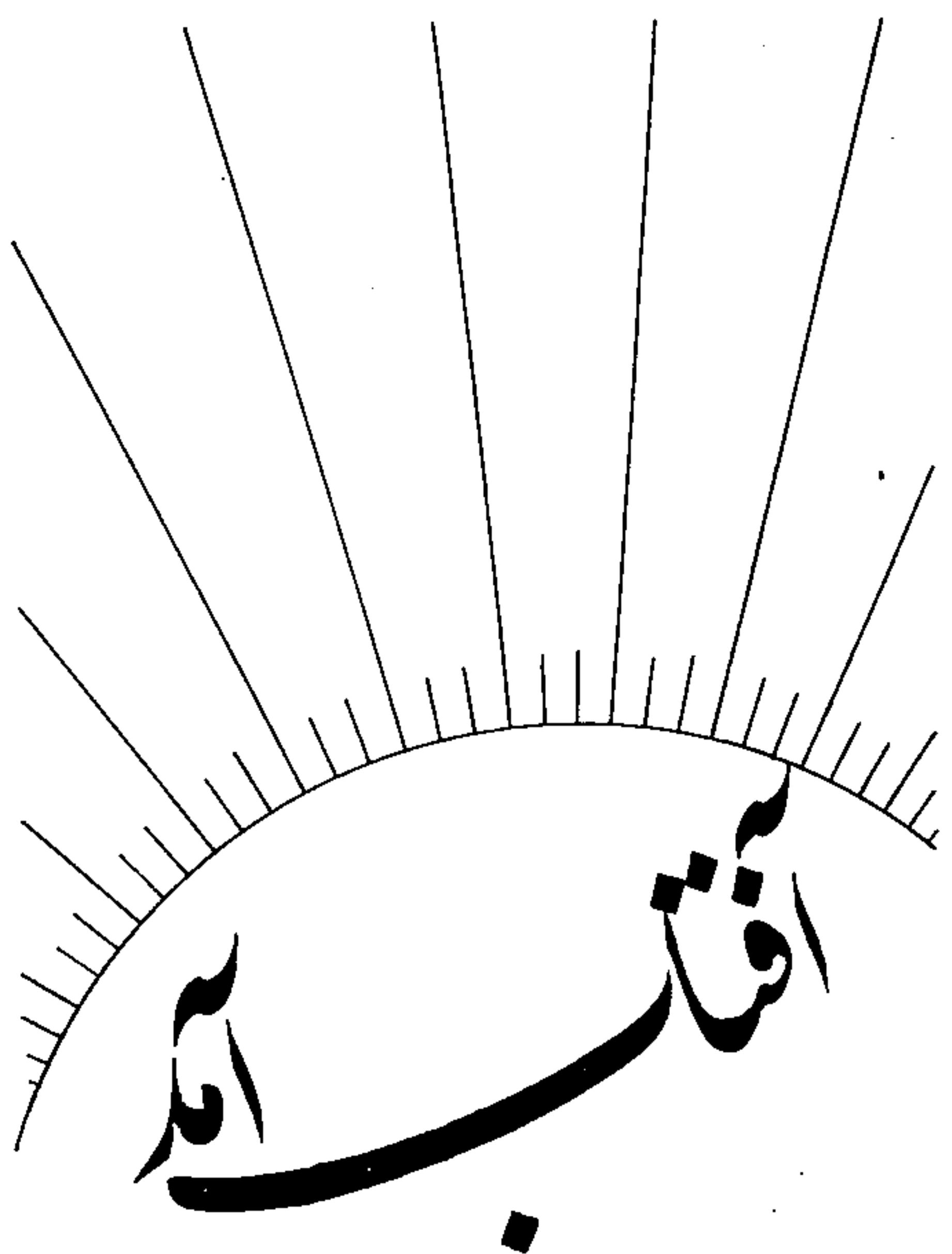
ان مسلسل بشارتوں کے بعد ۱۸۲۲ء میں شاہ فتح علی نام کے ایک درویش نے

اپنے مریت کماں :

نامنجھیں : اس وقت دیوے میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو
دلی بنت ازب یہ تراویگا تو اس کی شہرت شرق سے مغرب و شمال
تھجوبت پھیل بنے لی ”۔

ہلکہ ادب کی سیرت یہ روشنی کا ضمیر
یعنی دنیا مکے مانند ہے زندگی کی کمیر

سلف میات، داری، دستی و داری



آمد افرا

یکم رمضان المبارک ۱۲۳۸ھ / ۱۸۲۲ء میں دلوسے شرافت کے اندر حجیم ساظ
فاری سید قربان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان وہ روشن آفتا بخلوع بواحش
کی مبارک پیدائش کی پیشین گوئیاں اٹھے وقوں سے بزرگان دین کرتے آئے تھے نام پاک
وارث علی رکھائیا۔

چوں آمد شہ مجسمو عہ فیض
ملک گفت ساش چشمہ فیض ..

۱۲۴۸

حالات رضاخت

یہ پس تسلی ہوئے نگین گھل کا تذکرہ نکلا
کہ عطر و مشک و عنبر سے بھرا کنج دہن میرا
حسینی بارغ کا چیزین بھول یکم رمضان المبارک کو کھلا لختا اس نے سارے ماہ
مبارک کبھی اس نومولود نے دن میں دودھ نہ پیا اور نہ سی بھوک سے بنتے تاب ہو کر رو یا
چلایا بلکہ نہایت صبر و سکون سے حری کے وقت سے کے کاظار کے وقت تک بغیر دودھ
کے رپا۔ نظریہ علیہ آئی۔ بچپنے دن میں دودھ پیا مگر بھر بھی عام جوں کی طرح بھرا تھے ہوئے
جلدی جلدی نہیں بکھر نہایت صبر و سکون کے ساتھ اور عام جوں کی خوارک کے مقابلے میں
مقدار میں بہت کم! اس کے خلاوہ نہ کبھی بے وعنوں کا دودھ پیا اور نہ کبھی مقررہ وقت
کے خلاوہ دودھ کی طرف غبست کی۔ — عینداں تو اُنی ہی بہت کم تھی، اس پر بھی کبھی
شفافت کی نہیں دیکھا گیا اور حسب جاگتا تو یہ شہہ میں تاکھیتا ہوا اٹھتا، عام جوں
کی طرح کبھی لئے رفت اور سر تا بھی نہ دیکھا گیا بلکہ اکثر خاموش پایا گیا — کسی گھر سے

خیال میں گم — انکھوں میں انتظار کی کیفیت !

سنتِ شیمی دیسیری

ابھی نئے کی عمر صرف دو سال بھی کشفین باپ حضرت سید قریب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا — یعنی اس طرح اس چھوٹی سی عمر میں نما جان کی سنت شیمی بھی پوری ہو گئی !

عمر زدہ ماں نے در تیم کو سینے سے لگایا اور اسے اپنی بیوگی کا سدار اتنا بنا یا —
بچہ دن بھر تکتا رہتا — رات کو چاند تاروں میں قدت کے کرشمے دیکھ کر مسکرا دیتا —
ماں بچے کو گود میں اٹھاتی — پیار کرتی اور اپنی آغوش محبت میں چھپا لیتی — آخر
مشوقِ حقیقی کی غیرتِ عشق کو یہ بھی گوارانہ ہوا کہ ہمارا عاشق کسی اور سے محبت جڑھائے —
چنانچہ میں سال کی خنی سی عمر میں پیاری ماں کا بھی ساتھ چھوٹ گیا : لہ

عبد طفولیت

ماں کی حملت کے بعد دادی صاحبہ نے شیمی دیسیری کو اپنے گھے کا پار بنا یا —
عمرِ شریف ۵ سال کی بھائی تو بڑے چاؤ سے بسم اللہ مشریف پڑھوانی — مولوی صاحب
گھر پر باقاعدہ آنے لگے مگر تمہن میاں (وارث پاک کاعرف) کھانے پینے کی چیزیں
و سے کر اس تاد صاحب کو کھیل میں لگا لیتے — استاد صاحب بھی بچہ کے ساتھ بچہ
بن جاتے، جب مولوی صاحب چلے جلتے تو تمہن میاں باہر آتے اور اپنے ہم عمر
لڑکوں کو کھیل ہی محبت الہی کا درس دیتے (سبحان اللہ) مولوی صاحب کو
کھلانا اور کھیلتے ہوئے بچوں کو پڑھانا آپ ہی کا حصہ تھا)

اکثر دادی جان کے صندوق پچے میں سے روپے پیسے نکال لاتے اور دعوظ دیتے
سنتے واسے لڑکوں کو شیرنی کھلاتے، بقیہ رقہ غریبوں فقیروں میں تقسیم فرمادیتے اور گھر سے
غائب ہو جاتے تو گھر والوں کو فکر لاحق ہو جاتی، بچہ خود ہی واپس آ جاتے۔

ایک روز تنگ آگر دادی صاحبہ نے آپ کو کوٹھڑی میں بند کر دیا لیکن سے

گوکیاناصح نے ہم قید اچھا یوں سہی یہ بنوں عشق کے انداز چھٹ جانیگے کیا

لہ " تعارف مولوی عبدیم وارث

چنانچہ کچھ ہی دیر بعد آپ بند کو ٹھہری سے غائب ہو گئے، جب تلاش کی گئی تو ایک باغ میں کھیلتے ہوئے ملے۔
وہ ”کھیل تھا ان کا یہ لڑکپن کا“!
کبھی کبھی آپ کی آنکھیں اس قدر سرخ ہو جاتیں کہ آنسو نکل آئے جس سے گماں ہوتا کہ آنکھیں شائد دکھنے لگتی ہیں لیکن پھر کچھ ہی دیر بعد یہ سورثیک ٹھاک نظر آنے لگتیں، لوگ حیرت زدہ رہ جاتے ।

تعلیم و تربیت

یہ فیضانِ نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے آمیل کو آدابِ فرزندی
گھر پر ابتدائی تعلیم کے بعد علومِ مرقد جو تحصیل کے لئے دادی جان نے آپ کو اپنے پروردہ مرشد حضرت امیر علی شاہ صاحب کے پاس بھیجا جو کنزِ المعرفت — حضرت شاہ ولایت محمد عبد المعمم قادری کے سجادہ نشین تھے — استادِ کامل نے اپنے بونہارت سنگر دکو دیکھا تو فرمایا:-

” یہ صاحبزادے تو خلقِ خدا کے ربہما ہوں گے اور تمام عالم میں ان کا ڈنکا بجے گا“

غرضیکہ آپ مکتب میں جانے لگے مگر عام بجپیں کی طرح آپ کلامِ پاک کو بغل میں نہ دباتے بلکہ اپنے سر پر رکھ کرے جاتے اور پھر اسی طرح مکتب سے مکان تک نہایت ادب و احترام سے قرآنِ پاک کو سر پر رکھے ہوئے واپس آتے —
گھر واپس آتے تو کسی گوشہ نہ تھا میں بیٹھ کر کسی گھرے بیال میں ڈوب جاتے۔
پھر بھی آپ نے صرف دو سال کے اندر پورا کلامِ پاک حفظ فرمالیا اور کچھ ابتدائی کتابیں بھی پڑھ لیں، اس کے بعد کی تعلیم کے لئے آپ کو علامہ امام علی صاحب کی خدمت میں بھیجا گیا — مگر خود علام صاحب کا یہ عالم تھا کہ اپنے اس شاگرد کو آتا دیکھتے تو ادب سے کھڑے ہو جاتے اور تعظیم بجالاتے — مسٹر میلان روکتے تو وہ فرماتے:-

”صاحبزادے میں تو ظاہری علوم کا استاد ہوں مگر تم خلق خدا کو باطنی علوم سے مالا مال کر دے گے؟“

ابھی آپ کی عمر مشریف بمشکل، ۶۷ سال ہو گئی کہ محب صادق کو پرانی محبت میں دادی جان کے پیارکی شرکت بھی منظور نہ ہوئی چنانچہ محبت و شفقت کا یہ سایہ بھی سر سے اٹھ گیا!

کفالت

دادی صاحبہ کے وصال کے بعد دنیا میں بڑی بہن کے علاوہ اور کوئی چاہئے دالا نہیں رہ گی تھا جن کے ثواب حضرت خادم علی شاہ صاحب اپنے وقت کے کامل بزرگ اور حضرت شاہ عبدالغفران محدث دہلوی کے شاگرد درشیید تھے، قیام لکھنؤ میں تھا اس نے بزرگ بہنوئی — مُصطفیٰ میال کو دیوبسے سے اپنے ساتھ لکھنؤ لے آئے اور اعلیٰ تعلیم کے لئے آپ کو فرنگی محل میں داخل کر دیا۔

یہاں آپ سے چیرت انگیز ہیں، اس لڑکپن میں جو کرامتیں آپ سے ظاہر ہوتی ہیں وہ کامل بزرگوں سے بھی کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

آپ نے ایک شیر کو میرے پرداز کر دیا ہے، ان صاحبزادے کے کرشمے چیرت انگیز ہیں، اس لڑکپن میں جو کرامتیں آپ سے ظاہر ہوتی ہیں وہ کامل بزرگوں سے بھی کم دیکھنے میں آتی ہیں۔

پڑھائی کا یہ عالم ہے کہ صاحبزادے پڑھتے پڑھاتے پیدا ہوئے ہیں،

میری رائے میں زیادہ تعلیم کی انہیں ضرورت نہیں!“

لیکن حضرت خادم علی شاہ صاحب پھر بھی برا بر پڑھواتے رہے اور خود بھی تربیت کرتے رہے اس طرح آپ نے تفسیر و حدیث میں کافی دستگاہ بہم پہنچائی — لیکن تعلیمی ترقی کے ساتھ ساتھ جوشِ عشقِ الہی میں بھی روز افزول اضافہ ہوتا گیا — حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر وقت ہی وجہ اپنی کیفیت طاری رہنے لگی، اکثر دیرانوں میں نکل جاتے اور یادِ الہی میں غرق ہو جاتے آخر کوئی تلاش کرتا ہوا ان تک پہنچ جاتا اور مرائب سے چونکا دیتا —

بیٹے کوئی بھر کجی نہیں سے باس لختے ۔ ۔ ۔ چنانچہ بقیر ارمی کچھا اور بڑا جاتی، اُخْرُوگ دیوان خیالِ مرث کے جب آپ کی بہن نے یہ سنا تو بے قرار ہو گئیں اور اپنے صاحب باطن شوہر سے بولیں :

”اُسے، دیوبن کرنے کا فکر بھی پھٹے لگا ہے کہ مٹھن میان کی دماغی حالت
ظیکر نہیں ۔ ۔ ۔ پہروں جنگل میں کہیں گم سُم بیٹھے رہتے ہیں اگر
واقعی ان کے ہوش و حواس درست نہیں تو آپ ان کے لئے دعا
فرمائیے ۔“

یہ سن کر حقیقت آنسنا شوہر کا ارشاد ہوا :-

”تم اس قسم کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرو، جو لوگ مٹھن میان کو پا گل
سمجھتے ہیں وہ خود پا گل ہیں، یہ صاحبزادے پیدائشی ولی ہیں اور دنیا
کے ہنگاموں سے بھاگ کر حق کی تلاش میں رہتے ہیں، بہت جلد ایسا
وقت آئے والا ہے جب بڑے بڑے ہوش شیاران کی دیواری کا دم بھری
گے ۔“

۷ ہر کہ دیوانہ بو در ذکرِ حق
ذیر پائیش عرشِ وکری نہ طبق

سب سے جبرت کی بات یہ ہے کہ کیفیت و مسٹی کے اس دور میں بھی آپ کے
 تمام اعمال و افعال سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق سرزد ہوا کرتے
رکھتے ۔

بیعتِ طلاقیت

حضرت حاجی خادم علی شاہ صاحب نے مٹھن میان کی طبیعت میں عشقِ الہی کا جب
زیادہ ہوش و خردش دیکھا تو آپ کو ۔ ۔ ۔ باقاعدہ بیعت کر کے سلسلہ قادر چیز پشتی
میں داخل فرمایا۔

ابھی آپ کی عمر شریعہ صرف گیارہ سال ہوئی تھی کہ پیر روشن ضمیر نے اپنے کھن

مرید کے ہلی روحاں مقلات دیکھ کر آپ کو نعمتِ خلافت سے نواز دیا ۔ — اس پر عین غیرہ سیدہ

مریدوں کو المخلاف بھی جو امتحروں نہیں جانتے تھے کہ آپ مرید ہیں بلکہ اپنے پیر کی مراد ہیں

سید خادم علی شاہ صاحب اب بیمار رہنے لگے تھے، سن شریعت بھی متusal کے قریب
پنج مریا تھا، عمر کے اس آخری حصے میں مرشد کامل نے اپنے مرید با صفا پر اس قدیم بارش لطف
کرم فرمائی کہ گلشنِ ولایت میں بھارا گئی ۔ — معرفت کا کلب میکنے لگا۔

دل میں سماگئی ہیں قیامت کی شوخیاں

و دچار دن ربانق کسی کی نگاہ میں

ایک دن حضرت خادم علی شاہ صاحب کی عیادت کے لئے قطبہ قتل حضرت حافظ

اکبر شاہ صاحب مدفن تشریف لائے ۔ — ایک نظر مٹن میاں پر جو پڑی توجہ منے لگے

بھرا نہیں، انہیں کو تھوڑا ۔ — پیشانی کو بوس دیا اور فرمایا،

"اگر آسمان بزاں بارچکر کھانے اور زمین تاقیامت گردش کرے تو مجھی

ایسا پاک باطن اور نیک خدمت انسان پیدا نہ ہو سکے ۔ — یہڑا کا

انسان کے قاب میں فرشتہ ہے اور جسم خالی میں سراپا نور خدا ہے،

زہے نورِ جسم مظہر ذات خدا وارث

جمال صورتِ احمد جلالِ مرتضی وارث

محمد کے علی کے، فاطمہ جنتیں کے پیارے

دو عالم میں تمہیں ہو دالی آل عباد وارث ۔

نامِ خدا اب آپ کی عمر تیرہ سال ہو چکی تھی، پیر و مرشد کا دام بھی اب ختم ہو چکا تھا جنہے

۱۸۳۴ء صفر المظفر ۱۲۵۳ھ بدر دو شنبہ حضرت حاجی خادم علی شاہ کو رب تعالیٰ نے اپنے پاس

والپس لالیا، اس موقع پر لوایب اودھ کی جانب سے سات ہرب توبہ سرکی گئیں جس سے شر

بھر میں حضرت کے وصال پاک کا اعلان عامم ہو گیا ۔

دستارِ خلافت

تیرے روزِ سوم کی فانیخ کے بعد نوب اودھ کے داروغہ کا روانہ بیان ۔

سیر سیاحت سیروانی فی الارض

سفر ہے شرط مسافر فواز بہتیزے
بزادہ تاجر سایہ دار راہ میں ہے!

۵

حضرت وارث علی شاہ صاحب عرب پندرہ سال ہو چکی تھی ہشیق بنو کی کے وصال کو
بھی ایک سعینہ گزر جکاتھا، اب وطن میں ان کا دل نہیں لگ رہا تھا — آپ حج پر جانے
کی سوچ ہی رہے تھے کہ اتنے میں خواہب میں پریومرشد نے مایت کی کہ:

”تم سفر اخوت بیار کرو“

چنانچہ آپ نے گھر کا سارا سامان غربا میں تقسیم کر دیا اور آبائی جائیداد رشتہ داروں
میں باٹ دی۔ اس کے بعد ماکان حقوق کے سارے کاغذات یہا کرنے والے میں غرق کر دئے۔
اس طرح دنیا کے جمیلوں سے چھپکارا حاصل کر کے سفر حج پر تنہا پیدل روانہ ہو گئے، اللہ اکبر
سوچ جیسا دل ہے اس کا

اماؤسے میں تشریف آوری

انداز کا نپور — ہوتے ہوئے — اماؤسے — میں تشریف لائے، اور
پیغماں کے حمد کفرہ شبہ ناں میں مختصر قیام فرمایا — جہاں آپ ٹھہرے تھے وہاں آج
علیمہ شان آستانا وارثیہ بنایا ہے، یہاں برسال اعلیٰ پیمائے پر عرض وارث منعقد ہوتا ہے یہی
دہ جگہ ہے جہاں عین نوجوانی کے عالم میں حضرت ابو الحسن شاہ صاحب سرکار وارث پاک کے مرید پوکر
عبادت دریافت میں مشغول ہو گئے تھے، بارہ سال کے روزے اس شان سے رکھے کہ ایک لنگ
سے افطار فرماتے اور پانی پی کر پیرہ دزہ رکھ لیتے، موصوف سے سلسلہ وارثیہ کی خوب شایعت ہوئی
اسی آستانہ میں آپ کا مزار اقدس ہے — عشق وارث میں مرشد ہو کر آپ

کلام موزون فرماتے تھے سہ

آج پھر ان کے نظارے ہو چکے خوب در پردہ اشابرے ہو چکے

خوب تشریف زمانہ ہم ہوئے در بدر قحطے ہمارے ہوچکے
اب ہمارا کیا کرے گا ہے ٹک ہم تو وارث کے دلائے ہوچکے
بوجسن جن کو دیا ہے تم نے دل شکر ہے دھ بھی تمہارے ہوچکے
حضرت بدیم شاہ وارث

ٹاؤہ کے قیام کے دوران سرکار وارث پاک نے ایک اور عاشق مراجع کوتاڑا —
وہ شاعر نجیں بیاں تھا اور کسی کا عاشق جانباز بھی! — سرکار عالم پناہ نے اسے
دیکھا اور ایک ہی نظر میں اس کے عشقِ مجازی کو عشقِ حقیقی میں بدل دیا — پھر بعد
میں دیوے سے بلوایا اور صرف سترہ سال کی عمر میں یہ کلام عطا فرمایا فقیری کی سند دے دی، اس
وقت سینے سے لگا کر پشت بدیم پر سرکار نے اپنا نورانی ہاتھ جوڑ کر تو مہرِ در دشی کے طور پر
اس جگہ ایک نشان اُبھرا یا جو ساری عمر سند کے طور پر نہیاں رہا۔

آخر بدیم نے عشقِ وارث میں اپنا وطن چھوڑ کر یار کا دیار دیوہ بسایا اور عشقِ حقیقی
کا دہ راگ سنایا کہ جس کی آواز سے پر صنیر کی فضائیں اب تک گونج رہی ہیں چنانچہ کلام بدیم
کو وہ ثرتِ دوام اور قبولِ عام حاصل ہوا کہ آج بھی ہندوپاک میں کوئی عظیلِ سماع کلام بدیم
سے خالی نہیں ہوتی، حقیقت یہ ہے کہ بدیم کا کلام — بادمش احمد — حضرت
امیر خسرو کے کلام بلا غلت نظام سے لگا کھانا ہے مہ

خسرو نہام کے بلبل جیئے موہبے سہاگن کیعنی
موسے نیاں ملا کے

دارست آپ سنبھے من موہن میسے بدیم کر دینی
ہجر سے نیاں ملا کے

الغرض تمام عذر دیا ریا میں گزار کر آستانا یار پر بدیم نے دم دے دیا —
اس طرح عاشقِ ذار نے اپنا کہا پچ کر دکھایا ہے

اسی ٹک، آستان پر کسی دن فتن بھی ہو گا
کہ بہا ہوا ہے بدیم اسی ٹک آستان سے

غرضیکہ شہر امادے میں بارشِ محنت بر ساکر سر کارہ دارث پاک ہیں پوری ہوتے
ہوئے شکوہ آباد پہنچے ۔ ۔ ۔

شکوہ آباد میں قسم

ذکرِ فردوس پرہ رہ کے خیال آتا ہے

وہ محبت کی نگاہوں کا تصادم تو نہیں

شکوہ آباد کے رمیں شیخ چاند صاحب (تمباکو داںے) اپنے چھا جان

کے ساتھ جمعہ کی نمازِ پڑھ کر واپس آ رہے تھے ۔ ۔ ۔ ان کا بیان ہے کہ تالاب کے

کنارے ۔ ۔ ۔ ایک فرشتہ صورتِ نوجوان کو ہم نے بیٹھے دیکھا ۔ ۔ ۔ قریب

پہنچے تو چھا صاحب کا نام لیکر انہوں نے استقبال کیا ۔ ۔ ۔ نظریں جو چارہوں میں تو نہ معلوم

ان انکھوں میں چھا صاحب نے کیا دیکھا کہ قدموں پر گرد پڑے ہے

پہلی نظر وہ آپ کی اُف کس بلا کی تھی

بھم آج تک وہ چوتھے ہیں مل پہنچے ہوئے

سرکارِ دالا نے چھا صاحب کو اٹھایا ۔ ۔ ۔ تسلی دی ۔ ۔ ۔ اور فرمایا

”تم تو بھارے ازل سے مریدِ میر ۔ ۔ ۔“

محبت کی بارشِ دیکھ کر میں نے عرض کی ۔ ۔ ۔

”حضورِ میں؟“

مسکرا کر فرمایا :

”آدم بھی مریدِ میر ہو جاؤ ।“

اس کے بعد میر کارہ بھاری التجا پر مکان پر تشریف لے آئے اب جو شخص آپ سے

ملنے آتا، خدا جانے کیا دیکھتا کہ ایک ہی نظر میں گرفتار ہو کر مریدین جاتا ہے

حضرتِ ناصح چلو نہ اس کی بنیم نماز تک ۔ ۔ ۔

یہ تو ہم خود بھی نہ سمجھے مبتلا کیوں جو گئے

آپ جسے مرید کرتے اسے کچھ نہ کچھ صحیت صردار فرماتے تو جوانوں کو حکم دیجئے کہ:

"مال باپ کی خدمت سے غافل نہ ہونا"

چکام سے فراتے:

"صاف رہنا چاہئے! — صاف رہنا چاہئے!

اگر کوئی لاکھ دے پے دے تو میثاب کر دے، لعنت بھیجے —!

کسی پیس وائے کو مرید کرتے تو بدایت فرماتے:

"اب رثوت نہیں خدا مالک ہے"

دردی مریدوتا تو تلقین کرتے:

"اب کپڑا چوری نہ کرنا"

مغضیک حبس کی جیسی حالت ہوتی اس کے حسب حال تلقین ضرور فرماتے —

اللہ کا کرم اس قدر شامل حال تھا کہ نصیت کے ساتھ ساتھ توفیق الہی بھی حاصل ہو جاتی تھی

— چنانچہ اسی سلسلے کا ایک واقعہ ہے کہ شکوہ آباد کے ایک رہنیس عظیم مولوی

احسان الہی صاحبِ دولت کو سپت سینت کر رکھا کر دکھا کرتے تھے، مسکارہ عالی سے

مرید ہوئے تو ان کو نصیت فرمائی گئی کہ:

"خلوتِ خدا کی خدمت کرنا ایمان کی نیت فی ہے"

یہ الفاظ مسکارہ کی زبان حق بیان سے نکلے ہی تھے کہ رہنیس عظیم پاپیا اثر ہوا کہ اپنی کل

چائیداد غربیوں میں تقسیم کر کے بیت اللہ مشریعۃ کی راہ لی، آخر وہیں اللہ اللہ کرتے کرتے

اللہ کو پیارے ہو گئے"

مرکے ہم خاکِ راہِ یار ہوئے

سرہ چشمِ احتسابار ہوئے

من تو شدم تو من شدی

مسکارہ دارِ شاپک شکوہ آباد میں رونق افراد تھے کہ — جودھی

خدا بخش صاحبِ شرف ملاقات کرنے والے حاضر ہوئے، اس وقت انہیں بتایا گی کہ کوئی شخص

مرید ہو رہا ہے — ذہ باہر بیٹھ گئے، مقصودی دبیر بعد انہوں نے دیکھا کہ حضرت والا

بالا تشریف لائے چنانچہ چودھری صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا مگر وہ بہت جلد گزد تے ہوتے باہر چلے گئے — اتنے میں خادم نے مجھ سے کہ کہ "اندر چلتے، حضرت طلب فرماتے ہیں" میں حیران ہوا کہ ابھی تو میں نے حضرت والا کو باہر جلتے ہوتے دیکھا ہے ٹاس عالم حیرت میں ڈبوا ہوا حاضر خدمت ہوا تو اپ مسکا کر فرمانے لگے :

"ابھی ایک شخص مرید ہو کر باہر گیا ہے — جو شخص ہم سے مرید ہوتا ہے اسے ہم اپنا سائبیتے ہیں — پھر اس کا فعل اور اس کی قسمت ہے جو صورت چاہے اختیار کرے"

او گھست چلایا دی گئی جو بن گرد بتجھے نہ سانس
سوتے جلتے دھیان رہے گرد کو را کھے پس

— یہیں شکوہ آباد میں ایک دن غشی تھوڑا علی صاحب دست بعیت سے مشرف ہوئے — دوسرے دن ایک نوجوان جس کا نام — طالب حسین تھا، مرید ہونے آیا۔ — جب مرید ہو چکا تو زار و فطارہ دنے لگا، سبب پوچھا تو بیان کہ میں غشی تھوڑا علی صاحب کی بیٹی پر عاشق ہوں اور اپنی غربت کے سبب شادی کا پیغام دینے کی وجہ نہیں کر سکتا، وہ اپ کے غلام ہیں، اگر آپ جنم فرمادیں گے تو وہ کبھی نہ ٹھالیں گے۔ آپ نے طالب حسین سے پوچھا کہ "تم صرف شادی کی غرض سے مرید ہوئے ہو؟" طالب حسین سچے طالب تھے، کہنے لگے :

"ہاں میں اسی کو اپنی مسماج صحصا ہوں!"

خیز اس وقت تو انہیں رخصت کر دیا گیا، دوسرے دن غشی تھوڑا علی آئے، تنہائی پا کو اپنائیت ظاہر کرتے ہوئے بو لے :

"حضرتو! آپ ناجر ہو کارہیں! اسلام بسا سفر، اس بے مروسلانی کے ساتھ اس عمر میں اختیار کرنا کسی طرح مناسب نہیں، آپ ہمیں ہائرش اختیار فرمائیں اپنی بیٹی کی شادی میں آپ سے کر دوں گا، میری ساری جامداؤ کے آپ ہی

مالک و مختار ہوں گے؟

یہ سن کر سرکارِ عالیٰ کو نہیں آئی کہ یقینیت کرنے والے خوب ملے! — مگر منہ سے پچھرہ بلوے، خاموش رہے — دہ سمجھے کہ راضی ہیں — امدا گھر جا کر رٹکی کو مانجھے بھادرا پا! — اور شادی کا سامان مکمل کر لیا — جب سرکارِ والاکی روائیگی کی خبر سنی تو بھاگ کر ہوئے آئے — اور کہنے لگے کہ "اب آپ کماں جاتے ہیں؟" حضرت نے سمجھایا کہ — "ہماری شادی وادی کا خیال نہ کرو!"

دہ بلوے: "اب کیا ہو سکتا ہے — رٹکی مانجھے بھی طیکی ہے — میری عزت کا سوال ہے! — اس پر آپ نے فرمایا" "فتشی صاحب اگر شادی ہی کرنا ہوتی تو ہم گھر سے کیوں نکلتے؟"

یہ سن کر حخت پریشان ہوئے اور کہنے لگے کہ: "اب کیا کرو؟" آپ نے فرمایا اب یہی ہو سکتا ہے کہ رٹکی کی شادی طالبین سے کر دو" آخر فتشی صاحب نے ایسا ہی کیا، طالبین سچے عاشق تھے — اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔

فیروز آباد میں تشریف آوری

ہیاں آپ کی تشریف آوری کی خبر پیدے ہی پیچھے چکی تھی، صبح ہی سے استقبال کے سے سینکڑوں آدمی شہر کے باہر اسنوں پر جمع ہونے لگے تھے، مغرب کے وقت زیکھا کہ آفتابِ ولایت طلوع ہو رہا ہے جس کی لاذداں روشنی سے دلوں میں اجالا ہو گیا چہروں پر چمک گئی — خوشی میں مست ہو کر لوگ پواداں وار قدموں پر گرفتے لگے، راستے ہی میں فیضِ جیعتِ ثلاثتے ہوئے آپ حکیمِ عبدالی خار صاحب کے مکان پر چبوڑہ افرودن ہوئے ہیاں سب اہل خانہ کو مرید کر کے آپ نے فرمایا:

"اللہ پاک نے جس طرح کسی کے مشودے کے بغیر سب کو پیدا افرما یا ہے اسی طرح کسی کی سفارش کے بغیر سب کو ردی ہی پیغام نہ ہے، اس نے ہم کو لاذم ہے کہ اسی کی ذات پر کامل بھروسہ کریں اور کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلایں!"

غیرت بے طریقتِ حقیقی

غیرت سے جبے فقر کی تمامی (اقبال)

غرضیکہ فیروز آباد میں فیضِ رو حانی لٹاتے ہوئے اپ پہلی ہی اگرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اگرہ میں درودِ مسعود

حافظ گلاب شاہ اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اپنے ایک ہم مکتب کے شوق دلانے پر کہ میں مرید ہونا چاہتے تھے، اسی دورانِ خواب میں ایک خصوصیت بزرگ نے بشارت دی کہ:

”تمہارا پیر تو پورب سے آئے گا، انتظار کرو؟“

آج پھر وہی بندگ عالمِ خواب میں تشریف لائے اور خوشخبری سنائی کہ:

”حقیقی مرشد آپکے میں، شرکی مرے میں بھرے ہوئے ہیں

فوراً جا کر تلاش کرو۔“

آنکھِ علیٰ نو طبیعت بے قرار تھی — اسی وقت گھر سے نکلے اور سید ہے مراستے پہنچے —

مر ایک کرے میں جھانک کر دیکھا مرگ اندر پھیرا تھا — اسی جستجو میں سختے کہ ایک کرے

سے آواز آتی۔

کلب شاہ تم آگئے؟“

یہ سخت سخت سخن ہیран ہونے — اس کرے میں گئے تو ایک حسین و جمیل

مجسمہ نورانی کو جلوہ افراد دیکھا — دل پر قابو نہ رہا — فوراً اقدموں میں

گر گئے — جب جوش بجا ہوئے تو مرید کرنے کی التجاکی، اپنے فرمایا:

”ہم توجیہ ہی سے تمہارے ساتھ ہیں — لیکن اگر یہی خواہش ہے

تو اُد بعیت ہو جاؤ؟“

بعیت ہو کر صفتِ سماجت کر کے حافظ صاحبِ مرکارِ عالیٰ کراپنے ساتھ گھر لائے

— یہاں آکر ایک دن اچانک مرکارِ والا نے پنگ اڑانے کی خواہش ظاہر کی

شام پوچھی تھی — ڈاکٹرِ طافِ علی صاحب اس وقت موجود تھے، پنگ ڈور حاضر کی گئی

چنانچہ پرکار نے رات ہی کو پنگ اڑائی — ڈاکٹر صاحبِ موصوف بھی حیرت سے یہ

تباشاد بکوہ سپتے سنتے — نظر آسمان پر مختی — ابتنے میں سرکار والانے غلب
انداز سے فرمایا:

”لویہ بھی انجد گئے ہے“
اس وقت ڈاکٹر صاحب کو نہ جانے کیا کہ شہزادہ نظر آیا کہ مست ہو کر سرکار کے قدموں
میں گر کئے ہے
جیتوں کے سلسلے سوزنہاں پکڑ گئے ہے ۔ ہم نظر کچاہتے تھے تم ترجان تک گئے
(قابلِ جمیں)

جب ہوش آیا وہ سرکار نے ان سے فرمایا :

”عہت کی فاصیت یہ ہے کہ محبوب کا عیب بھی ہر مرعدوم جو تماستے؟“

جو کمی دیکھے محبوب میں

یہ منافق کی بھیان ہے اکاہش،

— زندگی یوں بھی گزر جی جاتی ہے کبھی ترا راد گزر یاد آیا
خلیفہ مولانا خشن سی کام سے سہیں جامہ ہے تھے ۔ ۔ ۔ عافظہ گلاب شاہ کے
مکان پر گوں کا ہجوم دیکھا تو یہ سمجھئے کہ شاہ کوئی بارات الی بولی ہے۔ معاملہ کی تحقیق کے نتے
اندر آئے تو دیکھا کہ ۔ ۔ ۔ سادہ بس میں ایک بھوئے بھائے صابرزادے میٹھے بُوئے
ہیں ۔ ۔ ۔ نظری ۔ ۔ ۔ انہوں نے سلام کیا آنہا بیت خلق سے جواب دے کر
فرمانے لگے ۔ ۔ ۔ ”دور دنست سے تمہاراں نتے؟“

انہوں نے سرزی کیا : ”بنصیب تھا جو پڑی عمر مزمنی کے دو دن بر باد کئے، اب بغیر
ساری زندگی اپنے کے قدموں میں گزار دل گا“

یہ کہہ کر خلیفہ صاحب وہیں جیئے کھانا، یہیں کہہ کر بیٹھے کام نہیں لیتے تھے، فرب
کی نماز کے بعد سرکار والانے خود بلکہ پرچھا!

”اپنے گھر کیوں نہیں جاتے؟“

کچھاں ادا سے مرا اس نے ملسا پوچھا
ڈھلک ڈھلک اُنھوں سے گوہر مقصود

عرض کیا، اب توجہاں آپ ہیں دیں ہیرا گھر ہے، چنانچہ اس دفاتر کیش نے اپنا قول پورا کر دکھایا اور آئندہ مسلسل ۲۵ سال تک دیروں سے شریف ہیں آستانا یار پر پڑا رہا، آخر اسی سرزینِ پاک کا پیوند ہو گیا۔

بھی سنگ در تو کاوش مرا حاصل چھین ہے

جو میں اٹھ کے جاؤں بھی تو کہاں جاؤں ستائے

اگر سے میں کچھ عرصہ قبیل کرنے کے بعد آپ پاپیادہ ہے پور کی طرف روانہ ہو گئے

جسے پور میں اسد

جسے پور میں آپ کی تشریعت اوری کا شہر پہنچے ہی پہنچ چکا تھا، حسب دستور
درستوں پر لوگ آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے، خود ہندو راجہ
بنخت سنگھ — اپنی رافی کے ساتھ استقبال کو حاضر ہوا اور راستے ہی ہیں قدیمی
کا شرف حاصل کر کے عرض کی کہ کچھ فضیلت فرمائیے، چنانچہ آپ نے راجہ کو تلقین فرمانی
کہ

”انصاف کا دامن نہ پھوڑنا — پھر نہ پوچھنا — اور جسکے
کا گوشت نہ کھانا“

اس کے بعد ریاست کے بہت سے ہندو آپ کے دستِ حق پرست پر بحیث
ہو کر تو حیدر پرست بن گئے۔

کلمہ پڑھتے ہیں دیکھ کر تم کو
بت بنائے ہیں خدا نے کیے؟

غرضیکہ جسے پور میں کچھ روز قیام کرنے کے بعد آپ خواجہ کی نگری — اجیشوری
روانہ ہو گئے۔

آستانہ خواجہ پر حاضری

اجمیر شریف پنچھر جب آپ آستانہ خواجہ پر حاضری دینے کے لئے جانے
لگے تو درگاہ شریف کے باہر بیٹھے ہوئے کچھ قلندروں نے آپ کے جو نول کی طرف
اشارہ کرتے ہوئے از راہ مذاق کہا :

” میاں صاحبزادے ! یہ بغل میں روٹیاں دیائے کہاں جا رہے ہو ؟ ”
یہ بات آپ کو ناگوار گذری چنانچہ جو نول کو آپ اپنے پاؤں میں پہنچ لگے
یہ دیکھ کر درگاہ کا ایک مجاور دوڑا آیا اور منع کرنے لگا کہ :

” میاں صاحبزادے ! کیا تمہیں خبر نہیں کہ یہ — سلطانِ الحند ”

— کادر بارہے ، میاں جوتے پہننا سخت بے ادبی ہے ! ”

پہنچتے ہی آپ نے جوتے قلندروں کی طرف اچھال دئے اور فرمایا :

” نادانو ! یہ اگر روٹیاں میں تو لو آ پس میں بانٹ لو ”

اس کے بعد آپ نے اس مجاور سے فرمایا :

” اگر جوتا میسی ہی بُری چیز ہے تو اب تم مجھے زندگی بھر کی جو تا پہنچ
نہ دیکھو گے ”

اور واقعی پھر آپ نے ساری عمر جوتا نہ پہنا۔

یہ خواجہ بزرگ کے عرصہ شریف کا زمانہ تھا ، بڑے بڑے مشائخ آئے ہوئے تھے
عفل سماع جبی ہوئی تھی — — حاضرین مغل پر آپ نے جو نظر جاتی تو عجب قدر ت
خداؤندی نظر آتی کہ بدن لرز نہ لگے — — سب گرید و زاری کرنے لگے
کسی کو کسی کی مطلق خبر نہ رہی — — جب ہوش آیا تو سب قدم بوس ہے اجmir شریف
میں ستر شخص کی زبان پر آپ آپ ہی کا ذکر تھا — — بیشتر آپ کے مرید ہوئے
ایک چھتر آپ نے قیام فرمایا — — اور دربار خواجہ میں دولت بیعت کو خوب لٹایا

ہزار ہال طالبین فے فیض پایا — مگر بعد اسلام دار قی رنگِ راشنِ حجیرت
کی بیٹی بنے کچھ زیادہ ہی فرض امتحایا — چنانچہ سرکارِ دا لاسے مریم ہو کر صاحب
تصفیٰ ہوئیں — اور کشف و کرامت کے سبب — ”بی بن اللہ والی“
کے نام سے مشهور ہوئیں ہے

زے عشق میں جو فنا ہو گئے ہیں !

خدا کی قسم با خدا ہو گئے ہیں

درگاہِ خواجہ کے صحن میں اس خوش بخت وارثیہ کا مزار پر انوار ہے

یہ بھی بندہ نوازی کی حسد جو گئی

خوشیکے اندھیروں میں بھکنے والوں کو نورِ دلایت دکھاتے ہوئے اور اپنے گھر
کی دولتِ ولایت کو بے دریغ لٹاتے ہوئے آپِ اجمیر شریف سے چل کر

نگور پہنچے، بیانِ سب سے پہلے، میں شہرِ پیرزادہ مولوی حسین بخش صاحب پر سرکار
کی نگاہِ تیزِ اثر پڑی، تیر نظر سے گھاٹل ہو کر وہ ایسے مرید ہوئے کہ اسی وقت سرکار
کو اپنے گھر سے گئے۔ بیانِ تینِ درستک آپِ ہمان رہے۔ لوگ آگر آفتابِ
ولایت سے اکتابِ نور کرتے رہے، آخر تمام طالبین کو فیضِ یاب کرنے کے
بعد آپِ بمعیٰ کی طرف روانہ ہو گئے ہے

نماز، ادا، آن، جیا، غزہ، کرشمہ شوخی

لے گیا دل کو اڑا کر کوئی ان باتوں میں

بمعیٰ میں اللہ افتاء فِ الایت اللہ کی ضوفِ شانیاں

ابھی آپِ شہرِ بمعیٰ میں داخل ہوئے تھے کہ بمعیٰ کے مشہور سیدِ یعقوب صاحب
نپرِ دام آئے اور بعد اصرار سرکارِ عالیٰ دفاتر کو اپنے گھر لائے، بیانِ سارے خاندان
سمیت بیعت ہو کر سرکار کی غلامی میں آگئے۔ اس کے بعد ولایت کے افتاء عالمِ تاب
کا جو اجا لای پھیلا تو لوگ کشان کشان نور کی بیک بینے کے لئے آنے لگے

بیہی کے بعد انہیں سید عذرا کیا ہے اسی کثیر جماعت کے ساتھ حاضر ہو کر مرد ہوئے اور اپنے پیانے پر دعوت کا مستقل طور پر انتظام کیا اور جہاز کی روانگی تک سرکار بوالا کو پہنچنے یہاں مہان رکھا، یہاں بھی شمع دلایت پر لوگ پروانہ دار گرنے لگے اور تیرہ قمار دل نور دلایت سے جگ گانے لگے۔

جلدہ گر آفتاب دلایت ہوا جتن کے انوار اب دل کو گرامیں گے
سیاہی کفر کا فورہ ہو جانے گی۔ نزدِ حدت سے چہرے کھفر جائیں گے

سفر حجہ باز

بیہی کے قیام کے دوران مردوں نے آپ کی بے سرو سماں دیکھ کر سفری سامان آپ کے ساتھ کرنا چاہا مگر آپ نے قطعاً پروردہ فرمایا ہے
لاکو دینے کا ایک دینا ہے
دل بے مَدعا دیا تو نے
چنانچہ ایک دن سادگی کے ساتھ اپنا کبل اٹھا کر تن نہیں آپ جہاز پر سوار ہو گئے صع
گ دری میں مگن اپنی رستا ہے گدا تیرا
کچھ مردوں نے آپ کے ساتھ چاہا مگر آپ نے کسی کو اپنے ساتھ نہ لیا بلکہ
تمام مسافروں سے اگر جہاز کے ایک تاریک کونے میں جا کر عبادتِ الہی میں مشغول
ہو گئے۔

دنیا پر ناک، خالب دنیا پر خاک ہے
ذکرِ خدا کرد کہ وہ بہتر ہے پاک ہے
اس زمانہ میں آپ صیام و صائم رکھ رہے ہے تھے جو تیرہ سے روزِ افطار کرنے
تھے مگر یہاں نہ کوئی افطاری کا انتظام تھا (ہم کہانے کا اہتمام — بس شش کروڑ)
شربت اور صبر کا توشہ ساتھ تھا — غرضیکہ سفر کرتا رہا — جہاز پتارہا —
لیکن ساتویں روز جہاز پھٹتے چلتے یک بھیک ہو گی — مجھہ تھی — تندگان جہاز

نے طوفانی خطرے کا اعلان کر دیا ۔ ۔ ۔ لوگوں کے چہرے فتنے ہو گئے ۔ ۔ ۔ آپ تمام خطرات سے دور تجلیاتِ الہی میں گھم تھے ۔ ۔ ۔ روزہ پر روزہ رکھتے ہوئے آج آپ کو مسلسل سات روز بے آب و دانہ گزد چکے بختے ۔ ۔ ۔ اسی رات جہاڑ کے ایک خوش خورہ اک امیر مسافر ملک التجار صنیار الدین نے خواب میں دیکھا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسے تیز نظر دیں ہے ہیں ۔ ۔ ۔ وہ کانپ گیا ۔ ۔ ۔ لرزتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کیا ۔ ۔ ۔ کوئی قصو سرزد ہوا ہے ؟ ۔ ۔ ۔ خط معاون حضور مجھے ! ” آپ نے جواب دیا :

” صنیار الدین ! افسوس کا مقام تھے کہ تم خود تو کھانتے ہو اور پڑوسی کو بھول جاتے ہو ؟ ”

ملک التجار نے عرض کیا :

” حضور کون پڑوسی ؟ ”

حضور نے فرمایا :

” تمہارے سے جہاڑ کا پڑوسی ! ”

ملک التجار سوچ میں پڑ گیا کیونکہ کسی خاص پڑوسی کی طرف اشارہ نہ تھا اس لئے احتیاطاً سارے سے جہاڑ کی دعوت کر دی، وہ خوش تھا کہ اس طرح تعمیل حکم کی سعادت حاصل کر لی ۔ ۔ ۔ مگر جب رات ہوئی تو وہی خواب پھر نظر آیا ۔ ۔ ۔ حضور سفر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک نے نار اضگی کے اثرات برابر ظاہر ہو رہے ہے تھے، یہ دیکھ کر اس کا دم کھٹت لگا ۔ ۔ ۔ کانپتے ہوئے ہونٹوں سے عرض کیا :

” یا رسول اللہ امیر سے ماں باپ، زر و مال سب آپ پر قربان، آپ اب

بھی مجھے خوش نظر نہیں اور ہے ؟ ”

حضور نے پھر وہی جواب دیا : ” صنیار الدین ! تمہارے پڑوسی نے تو اب بھی کھانا نہیں کھایا ”

آب کے صنیار الدین نے التجاکی : ” یا رسول اللہ ! مجھے اس پڑوسی کا دیدار کر دیجئے ۔ ۔ ۔ ”

حضور نے فرمایا: "ضیار الدین! اسے تم خود تلاش کرو"

یہ کہہ کر حضور علیہ السلام تشریف لئے گئے۔ ضیار الدین بیدار ہوا تو اسے یقین ہو گیا کہ جہاز پر یقیناً کوئی غیرت مند، متوکل شخصیت موجود ہے جس کے نزدیک قام دعوت میں شرک ہونا بے عرقی ہے لہذا اس نے دعوت قام کا اہتمام نہ کیا مگر جب سب مہان آگئے تو بھال احتیاط اس مہان خدا کو تلاش کرنے کے لئے جہاز کے ناخدا سے سافروں کے ناموں کا رجسٹر طلب کیا اور ایک ایک مسافر کو خود شمار کرنے لگا، آخر اس صابر و شاکر کا نام معلوم کر ہی لیا جواب تک دعوت تجدیبات الحیہ میں مشغول تھا اور آج بھی اس دعوت شیراز میں شرکت کرنے نہ آیا تھا چنانچہ اپنے لکھار خود پاکلوں کی طرح اس بندہ شخص کو کوئے کوتے میں تلاش کرنے لگا۔

بالآخر جب جہاز کے تہ خانہ میں پہنچا تو دیکھا کہ یہاں اندر ہر سے میں ایک شعبد خود رoshن ہے جس میں ایک نورانی تصویر بیکھل انسانی جلوہ گر ہے، دوڑ کر قدموں میں گرا، اب تک حاضر نہ ہونے کا عذر پیش کیا پھر ہر اصرار کھانا کھانے کی درخواست کی اور راہ اخلاق آپ نے چند لمحے تناول فرمائے، اس کے بعد لکھار نے زبانِ حال سے کہا:

سے اک چیز دل میں چھپ کے مکمل آئی لے کے جاں

اس کو قصف کسوں کر تھاری اداکوں

"یہ اب مجھے اپنے دامنِ رحمت سے والبست کر لیجئے"

سرکار نے سمجھا یا کہ:

"بابا فقیری کی مشقتیں برداشت کرنا ہر ایک کے لیں کی بات نہیں"

یہاں بڑے بڑے ہرستہار پیٹھیتے ہیں"

مگر وہ بڑا سودا گر تھا — اور اس کا تواریخ دیکھا بھا لسا دا تھا، چنانچہ لکھار نے آپ کا دامن نہ چھوڑا اور ہزار منٹ و سماجست آپ کا مرید ہو گیا۔

تو فیکر کھانا کھلا کر جب وہ اپنی جگہ پر واپس پہنچا تو جہاز پر پرستور ہلنے لگا، اس

رجستِ خداوندی پر سب کو حددِ رجہ خوشی ہوئی اور جہاز کے جمہ مسافر افتاب و لایت
کے فیضِ روحانی سے صرشار ہو کر زیارت کے لئے پرواز دار گرنے لگے ہے

ان شوخِ حسینوں پر جو مائل نہیں ہوتا

کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا

جہہ میں طلوعِ آفتاب و لایت

آخر کا رجھی سفرِ ختم ہوا، جہہ کی سر زمین پاک نظر آئی — آپ جہاز
سے اترے، احرامِ شریعت باندھنے کی تیاری کی۔ جب احرام باندھ کر کھڑے
ہوئے تو خدا نے بزرگ و برتکی قدرت کاملہ کا نوشہ بن گئے — قدِ موزون
گویا بنا ہی احرام کے لئے تھا — لاکھ بنا و اور ہزار سو گھنٹہ اپ پر سر بان
ہو رہے تھے

اللہ سے جسم پار کی خوبی کہ خود بخود

رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرین تمام

ایک تو اعضا سڑول — سلپچے میں ڈھلنے ہوئے — دوسرے

آنکھیں نشیلی — نظریں کشیلی — پیشانی فراخ — چہرہ روشن

آفتابِ نظر

ہر دامستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی

اور پھر اس بندوں بالا سر و قد پر — نورانی احرام — دل قبروں میں

لوٹا جائے! — احترام کرنے کو خود بخود جی چھاہے ہے

پیرا بن اس کا سادا وہ درنگیں

یا لٹکس میں سے سوچیشہ گلابی

غرضیکہ احرام باندھ کر آپ نے اپنے مرید یا صفا — ملک التجار یعنی صیانت الدین

سے فرمایا :

ضیاء الدین ا تم پسے مدینہ منورہ ہوا تو کیونکہ حج تو چار میں

بعد ہو گا اور زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں :

سیدھا حب نہ روک رعنی کیا : آپ سے براہوت کو دل نہیں چاہتا ہے

یہ کس مقام پر تھا انی سوچتے ہو مجھے

کہ اب تو تک تم کا حوصلہ نہیں

لیکن اگر آپ کا یہی حکم ہے تو میں بہر حال آپ کے حکم کی تعمیل کو فرض خیں تھا ہوں ”

یہ کہہ کر سیدھا حب روانہ ہونے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھے اور آخری

بار قدموں پرستے سے

عقل یا مسٹ اٹھنے کو اٹھے ہم سین

درد کی طرح اٹھنے گر پرے انسو کی طرح

سرکارِ اقدس ہبھی جده کے مقامات مقدسہ کی ذیارت کو روانہ ہو گئے اور پھر
پیدل سفر کرتے ہوئے — ۲۹ شعبان کو مکہ مکہ مہ میں داخل ہوئے۔

بیان حرم شریف کے قریب ایک خدا رسیدہ بزرگ انتظار میں کھڑے تھے
انہوں نے آپ سے معاونت کیا اور فرمایا : ”آپ نے بہت دیر کی“ یہ کہک
آپ کے زانو پر سر کھا اور جان جان آفریں کے پر درکردی۔ آپ نے ان کی تجھیز و
تکفیں کا انتظام فرمایا۔

یکم رمضان کو آپ اپنے میزان — عبدالحسن مکی کے ہمراہ طوافِ کعبہ
کو جا رہے تھے کہ اس دور کے ایک زبردست بزرگ (جو بیان ”دامرگہری“ کے نام
سے مشہور تھے) قریب آئے، آپ کو سینے سے لگایا اور خوشخبری سنائی کہ :

”صاحبزادے! آج بیت اللہ شریف میں آپ پر وہ انوارِ النبیر پریس
گے جو میں نکڑوں سال بعد کسی کو نصیب ہو رہے ہیں، مبارک ہو!“

جسے درد سے کوئی بے طلب اسے کیا دعاوں سے واسطہ
 جہاں منتظر ہوں عنایتیں، وہاں کسی سوال کی پاتت ہے
 بیان سارے رمضان شریف میں روزانہ آپ مقامِ ابراہیم پر دورِ کعبت نمازِ نفل
 میں خوش الحافی سے پورا کلام پاک ختم فرماتے ۔ ۔ ۔ لوگوں کے دل کچھ چدھتے آتے
 اپنے ذوق سنتے اور لطفت اندوڑتے ۔ ۔ ۔
 مقامِ برائیم پر وہ منسازیں
 پر ہر سجدہ مصراجِ سرالشدا اللہ
 دن چڑھتے آپ مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کو نکل جاتے ۔ ۔ ۔ عقیدتِ م Gould
 کا ہجوم ساقفہ ہوتا تھا۔

اس طرح پلارج مبارک آپ نے لائلہ میں ادای ماپا ۔ ۔ ۔ اس سال کا
 حج ۔ ۔ ۔ حج اکبر تھا، اس وقت آپ کی عمر شریف صرف پندرہ سال تھی۔

ہٹے مکہ سے فضل مدینہ تھارا

حرم شریف میں ساڑھے تین ماہ انوارِ الہیہ کی بھاریں لُوٹنے کے بعد آپ بعد عجز و
 نیاز "در بارِ حبیب" میں حاضری کے لئے پیاری روانہ ہوئے ۔ ۔ ۔ ہر قدم پر
 وہ قلب و نظر سے محبت کے سجدے
 بیوں پر درود وسلام اللہ اللہ
 اس طرح دربارِ عبوب کی حدود میں داخل ہوئے، جب کہ
 ریخِ مصطفیٰ سے مجتہد درویام
 پر نظر پڑی تو آنکھیں شرابِ انوار سے چیلکنے لگیں ۔ ۔ ۔ دل بوسئے یار سے مرشد
 ہو کر جو منہ لگا، اتنے میں حضرت حسین بن گنبد سے نظر آیا ۔ ۔ ۔

طبعیت پر قابو نہ رہا سے

کیوں تیز بون ھڑکنی خستہ دل کی

نگرانیا باب الدام اللہ اللہ

چنانچہ بصد و شوق مسجد بربوی میں داخل ہونے اور ابھیں وجدانی کیفیات
میں پہلے آپ نے درکعت نماز شکرانہ ادا کی، اس کے بعد نجی نظر کئے ہوئے
حیکم نماز کی جلوہ گاہِ خاص کی طرف بڑھے، آذکار سے
وہ جالی تک آگز نظر لڑکھائی

ادب کا وہ اعلیٰ مقام اللہ اللہ! (کاؤش)

آپ نے یہاں آفتابِ رسالت کے چکا جوند میں جو دیکھا سو دیکھا —
اور جو سنا سو سنا — لب سے

عرش تک تو حیالوں نے سمجھا انہیں
ختم آگے تخیل کی حد ہو گئی!

جب آپ باہر تشریفِ الماء کے نو عالمت یہ تھی کہ قدمِ ستانہ دارہ —
آنکھیں سرشار — زبان صرفِ اذکار — دلِ مطلعِ انوار —
غرضیکہ سرپا کا شفت اسرارِ الحسیر اور نظرِ شانِ مصطفائی کا نورہ بننے ہوئے تھے، خود
اپ مدرسہ آپ کی جذباتی و وجدانی کیفیات سے حد درجه متاثر تھے اور ہر طرح آپ
کی دلجری اور عزتِ افرادی کرتے تھے۔

یہاں لوگوں نے آپ کو یہ واقعہ بھی سنایا کہ آپ کی تشریفِ اوری سے
پہلے مدینہ منورہ میں آپ کے مریدِ باصفا — ملک التجار سعید بن فضیل الردین صاحب
آئے تھے، جب وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہِ انور کے قریب پہنچے
تو آفتابِ رسالت کے چبوتوں میں ہمیشہ کے لئے گم ہو گئے یعنی آستانہ بوی کے
لئے جھیکے تو پھر نہ اٹھ سکے — اسی مبارک حالت میں اس خوش نصیب
کو وصالِ حق حاصل ہو گیا سے

جو خوش نصیب سو گیا قدموں میں آپ کے
محشر میں اس کا طالع بیدار دیکھنا (کاوش)

مدینہ منورہ کی نورانی فضاؤں میں آپ نے تین ماہ گزارے، جادی الاد کے
۱۲۵ھ/۸۴۸ء میں — نجف اشرف کی زیارت کو پیل روانہ ہوتے
راستہ میں آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی اس لئے سفر دری میں ختم ہوا — آخر کار
اور جادی الشانیہ کو نجف اشرف پہنچے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزار مبارک کی
زیارت سے مشرف ہوتے — دینے والے نے اپنے لاڑکے کو نہ جانے
کیا کچھ دیا اور پانے والے اپنے جدا مجد سے کیا کچھ پایا۔

بیانِ کمیں روز قیام کرنے کے بعد آپ کر بلائے معلقی کی زیارت کو روانہ ہوئے
تنگ سر ننگے پاؤں پیل سفر کرتے رہے، دشوار گزار راستے کے مصائب جھیلتے
ہوئے جب سواد کر بلائیں پہنچے اور وہاں کی مٹی سے خون شہیدیاں کی بمحسوں کی
تودل بیٹے قابو ہو گیا، اسی حالت میں گرتے پڑتے سید الشهداء رام عالی مقام
علیہ السلام کے روضہ اقدس پر حاضر ہوتے۔ بیان پہنچ کر آپ کی حالت غیر ہو گئی
مرقد انور میں اپنے جدا مجد کو آرام فرمادیکھ کر دنیا نظر میں بیچ ہو گئی سے
وہ چہرہ حضانہ ساجو بوسہ گاہ مصطفیٰ مطہرا

اسی چہرے پر آہ کر غلبہ بار کر بلائے مطہرا (کاوش)

اس وقت سے آپ نے اپنے لئے — پینگ، سسری تخت، چوکی
پر آرام کرنا حرام کر لیا، زندگی میں پھر کرسی، چار پائی، تخت، چوکی وغیرہ پہ بھی نہیں
بیٹھے اور اسی وقت سے ترک لذات کی بھی بھان لی۔

چنانچہ شہیدیاں کر بلائی بھوک پیاس کو باید کر کے ہمیشہ کے لئے روزہ رکھنا
اختیار فرمایا، الغرض تیرہ روزہ بیان قیام فرمایا۔

۹ شبیان کو بصرہ نجف و غم آپ بیان سے مشہد مقدس کی زیارت کو روانہ ہوئے

بے آپ دگیاہ صحراؤں میں سلسیل پیل سفر کی نکان کے سبب مشہد مقدس

پہنچتے پہنچتے آپ کی جمیعت نا ساز ہو گئی۔ مشہد مقدس میں آپ حضرت علی مولیٰ رضا علیہ السلام کے مزار پر چانوار کی زیارت سے مالا مال ہونے اور ایک ماہ تک مسیل بیان قیام پر ہ رہے۔ آخر صحتیابی کے بعد، رمضان المبارک ۱۲۵۲ھ / ۱۸۳۰ء کو آپ کاظمین شریف "اول" بغداد شریف کی زیارت کو ردانہ ہوئے۔

بغداد شریف میں عزتِ فرانی

بغداد شریف میں داخل ہونے سے پہلے ہی حضرت پیر مسیطفیٰ صاحبؒ سجادہ نشین درگاہ جیلیانی کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے بشارت ہوئی کہ: "بندوستان سے بمار سے خاندان کا روشن چراغ آرہا ہے اسے زرد رنگ کا حرام پیش کیا جائے ۔ ۔ ۔ نامِ اسر کا دارث علی ہے۔"

صاحب سجادہ نے جیسے ہی حضرت غوث الاعظم کا حکم سن، جلدی سے دو حرام زرد رنگ کے بنوائے اور آپ کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ جب بغداد شریف میں آپ کا درود مسعود بوا تو حضرت سجادہ نشین صاحب نے آپ کا بڑے پوتپاک امداز میں استقبال کیا اور فانقاہِ خالیہ میں بھرا بایا اور وہ دونوں حرام نذرگزار سے ۔ ۔ ۔ یہ خاص معاملہ دیکھ کر حاضرینِ محفل میں سے بعض نے حضرت سجادہ نشین صاحب سے سوال کیا کہ:

"حضرت کو تو خرقد و دستار عطا فرماتے ہیں مگر آپ کو زرد حرام پیش کرنے کا کیا سبب ہے؟"

اس پر انہوں نے جواب دیا کہ:

"ہم دستار اپنی مرضی سے دیتے ہیں مگر حضرت حاجی صاحب کو حرام شریف خاص حضرت غوث الاعظم و سترگیر رضی اللہ عنہ کی مرضی سے نذر ہوا، مجھے اپنا ہی حکم ہوا تھا جس کی تعییل کی گئی ہے۔"

قدم آکے خود اس کے منزل نے چڑھے
بئے خس کے بھی رب نہما غوثِ عظم کو شوش ۱

بغداد شریف میں قیام کے دوران آپ دن میں قدیم صوفیاً تے کرام کے مزارات
مقدسہ کی زیارت کرتے اور شب کو حضرت عزت اللہ علیہ کی مسجد
شریف میں عبادتِ الہیہ کیا کرتے۔

بغداد شریف سے روانہ ہو کر یکم ذوالحجہ تک آپ مکہ معظمه پہنچ گئے۔ اس سال
آپ کو اتوار کے دن — — حج — — کرنے کی سعادتِ نصیب ہوئی۔ اداۓ
حج کے بعد آپ پھر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور خوب سعادت میں حاصل کیں۔

یہاں سے آپ پیت المقدس لشیف نے گئے، وہاں انہیاں علیمِ السلام کے
مزاراتِ مقدسہ کی زیارت کی، اس کے بعد افریقیہ کی سیاحت کے لئے لشیف نے
گئے۔ سیاحت کے بعد آپ نے آکر پھر حج کی سعادت حاصل کی بغرضیکہ سیر و سیاحت
کی تمامیہ دست میں حج کا فریضہ ادا کرتے رہے۔

اپنی کمائی

عرب کی سیاحت کے دوران آپ کی ملاقات ایک ابدال سے ہوئی، انہوں
نے فرمایا:

”آؤ صاحبزادے! میں اپنی ستر سال کی ریاضت کا پھیل نہ کوئی خیش دوں۔“

مرکارِ وارث پاک نے جواب دیا:

”بھیں نہیں چل ہیں، شیر خود اپنا شکار کھاتا ہے اور دوسروں کے درمدوں
کے شکار کو سونگھتا بھی نہیں۔“

اسی طرح کسی اور موقع پر عرب کے ایک اور بزرگ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے
کہا کہ:

”صاحبزادے کی تلاش کرنے ہو؟ جو طلب ہو میں پورا ہی کر دوں؟“

مرکار نے جواب دیا کہ :

”ہمارے گھر میں کیا نہیں؟ تسلیم و رضا — امیت کی لونڈی
ہے اور — فقر — شیر غدہ کا غلام ہے!“

اس پر انہوں نے کہا : ”سچ کہتے ہو؟“

ی خسر تشریعیت میں اس گھر کے یہ مالک ہیں
اللہ نے جس گھر میں قدر آن امارا بے (کادش)

وَضِينْ عَزِيزٌ كُو وَالبِي

جہاز مقدار کے پیسے سفر میں چادر تبرہ حج کرنے کے بعد آپ جہاز کے ذریعہ
بھی پہنچے اور بیان سے اندر، اجین، ٹونک، اجیر شریف اور دبلی دغیرہ ہوتے
ہوئے ۱۸۳۰ء میں لکھنؤ تشریع لائے۔ بیان ایک ہفتہ قیام فرمانے کے بعد
”دیوبے شریف“ اگر دن افروز ہوئے۔

پہلے تو ننگ سر ننگ پاؤں احرام پوش فقیر کو دیکھ کر لوگ پہچانے نہیں لیکن بعد
کو شرست ہو گئی کہ ”معظمن میاں“ حج کر کے احرام پہنے ہوئے آئے ہیں جیسا نچو سب
کو خوشی ہوئی، عزیزوں نے دعویٰ کیں اور کچھ رشتہ داروں کو آپ کی شادی کا بھی
خیال پیدا ہوا چنانچہ سید عظام علی صاحب کی دختر شیک اختر پیدائش جی کے وقت
سے آپ کے ساتھ منسوب نہیں اس لئے رشتہ داروں نے چاہا کہ یہ شادی ہونا گئی
مگر آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ :

(ترجمہ) ”اے مومنو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے نہ کارے
و شمنہ بہی تو ان سے احتیاط کرتے رہو،“ (القرآن)

صاف انکار کر دیا — مگر عزیزوں کا اصرار برداشتگا جیا جس کے جواب میں باہر
انکار کرنے بھی مناسب نہ جانا اور خاموشی سے لکھنؤ تشریع لے گئے، کچھ دن

وہاں رہنے کے بعد آپ نے پھر جہاڑ مقدس کے سفر کا رادہ فرمایا چنانچہ ۱۲۵۷ھ/۱۸۳۱ء کو آپ کی بندھتی نے یہ سفر جہاڑ سے بے نیاز ہو کر پیدل شروع کیا اس زمانہ میں نہ ایسے سخت راستے تھے اور نہ بھی آرام گھامیں — مگر اللہ کافیقِ لئن ودق صحراؤں کو عبور کرتا ہوا اور بلند والہ پہاڑوں کو ردِ ندتا ہوا چل جا رہا تھا

ثرابِ عشق سے مخصوص

نشہِ محبت سے چور

آخر کار آپ اپنی محبوب منزل — مدینہ منورہ — میں ڈالی گئے تیرے
ہفتے پہنچ گئے، وہاں کچھ عرصہ قیام فرمائے جو بیت اللہ کے لئے مکہ مظہر چلے گئے
حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد آپ نے یہرو سیاحت کے لئے ترکی
کے ایک قافلے کے ساتھ سفر اختیار فرمایا۔

ترکی کا سفر

مکہ مکرمہ میں حج کے دوران ایک ترک امیر عبداللہ حاجب آپ کا مرید ہو کر
ترکی آنے کی درخواست کر گیا تھا چنانچہ حسب وعدہ آپ اس کے پاس ترکی پہنچے۔
عبداللہ حاجب شاہی دریا میں ایک خاص مقام رکھتا تھا اور سلطان تک اس کی
رسائی تھی۔

الغرض ایک دن عبد اللہ حاجب اصرار کر کے اپنے ہیر و مرشد کو شاہی باغ کی
سیر کرنے لے گیا، اتنے میں شاہی سواری بھی آگئی اور تھوڑی بھی دیر بعد دنیا کا سب سے
بڑا ذی اقتدار سلطان ترکی عبد المجید خاں اپنے رعیب دار چہرے پر شاندار مونچھیں
کھڑی نکلے ہوئے حضرت وارث علی شاہ صاحب کے روپ و کھڑا تھا
اسے سختہ حیرت تھی کہ شاہی باغ میں کبیں بھیا ہے ایک احرام پوش فقیر کس بے نیازی
سے بھیٹھا ہوا تھا — اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اتنے میں سرکارِ وارث پاک
نے ایک اچھی بھوئی نظر سلطان پر ڈالی جو تیر کی طرح سلطان کے دل کے پار ہو گئی!

سلطان اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا، مگر کر عبد اللہ حاجب سے پوچھا :
” حاجب ! یہ بزرگ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں ٹھہرے ہیں ؟ ”

عبد اللہ کے جواب دینے سے پہلے ہی آپ نے جواب دیا :
” فقیر کا کوئی گھر نہیں اور سب گھر فقیر کے ہیں ! ”

سلطان نے حیرت سے پوچھا :
” آپ تُکی زبان بھی جانتے ہیں ؟ ”

آپ نے یہ فرمایا کہ سلطان کو مزید حیرت زدہ کر دیا کہ :
” ہمیں دل کی زبان آتی ہے اور جسے دل کی زبان آتی ہے وہ سب
زبانیں جانتا ہے ! ”

سلطان اب لا جواب ہو چکا تھا، سب امیر، وزیر، مصاحب اور غلام حیران و
پیشان ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور سوچ رہے تھے کہ یہ کس
پئے کافقیر ہے جس کے سامنے عرب و عجم کا سب سے زیادہ طاقتور سلطان بیس و
مجبود کھڑا جوابے۔ آخر سلطان نے لرزتے ہوئے جسم اور کانپتے ہوئے ہونٹوں سے
شاہی محل میں چلنے کی درخواست کی جسے سرکارِ عالی وقار نے قبول کرتے ہوئے اگلے
روز آنے کا وعدہ فرمایا۔

دوسرے دن شاہی محل اللہ کے فقیر کے لئے سجی یا جارہا تھا۔ یمنظر بھی کقدر
دلفریب ہو گا کہ ایک احرام پوش فقیر نگے سر منٹنگ پاؤں، شاہی محل کی آرائش و زیبائش
سے بے نیاز چل پا آرہا تھا۔ اور اندر سے باہر کم محل میں شاہی بیگنات، شزادے
شزادیاں، وزراء، امراء، اسفرا، قطار اندر قطار اس اللہ والے کے استقبال کے
لئے گردان جعل کئے کھڑے ہوئے تھے

الغرض حبوب سرکار تشریف لائے تو سب سے پہلے سلطان عبد المجید خان اپنے
تمام اہل و عیال حمیت مرید ہوئے، اس کے بعد محل کا سارا اعلاء اور تمام وزراء و امراء،
آپ کے دستِ حق پر بیعت ہوئے۔ اب شریں سلطان کی ارادت مندی

او زیرت غلامی حاصل کرنے کی خبر جو مشہور ہوئی تو قلم کے نیچے عوام کا ازدحام ہو گیا، ہر شخص عقیدتمندی کے جوش میں فخر غلامی حاصل کرنے کے لئے بے چین نظر آتا تھا، ہجوم کی کثرت کے پیش نظر حکم ہوا کہ ایک رسم محل کے نیچے لٹکا دیا جائے اور اعلان گردیا جائے کہ جو درستہ کو چھپو لیا گا وہ ہمارا مرید ہے۔

رسہ گرتے ہی مجھ بے قابو ہو گیا — حتیٰ کہ عمال نے عرض کیا کہ —
سرکار! الحجت کا یہ تمثاً کہیں خونی نظارہ نہ بن جائے! — یہ سنکرہ سرکار والا جھرو کے میں تشریف لائے اور روئے انور کا نظارہ کراتے ہوئے فرمایا:

”جس نے ہمیں دیکھ دیا وہ ہمارا مرید ہو گیا“

اس طرح محل کے جھرو کے سے لوگوں نے افتتابِ سلسلہ ولاستہ جو طرع ہوتے دیکھا تو قلب روشن ہو گئے — چہرے تمہانے لگے — لوگ آپس میں گلے ملتے تھے اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے گویا عید کا منظر تھا۔

سلطان کے اصرار پر آپ نے یہاں ایک بیفتہ قیام فرمایا، اس کے بعد ترکی کے تاریخی مقامات کی یہ رکا فضد کیا چنانچہ جب آپ در دنیاں پسندے تو آپ کو پیاس محسوس ہوئی، اس وقت حسین بک نامی ایک ترک افسر نے بڑے ادب سے آپ کو پانی کا ایک حصہ آگلاس پیش کیا اور عرض کیا:

”یا سیدی حل جسرا زار الاحسان الالاحسان“

پانی پی کر جو آپ نے اسے دیکھا تو اسی ایک نظرِ کرم سے اس کے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ دیکھتے ہی دیکھتے حسین بک — رومی شاہ بن گئے اور وہ اس طرح سرکہ در دنیاں سے دیو سے شریف آئے اور سرکار سے احرام پا کر رومی شاہ کے خطاب سے نوازے گئے، بحکم سرکار ”کوہ آبو“ پر پہنچ کر عبادت دریافت میں مشغول ہو گئے امیر میں اللہ اللہ کرتے اللہ کو پیارے ہو گئے صل

خاکِ فنا ہی منزل آپ بقا ہوئی

ترکی میں سرکارِ دارِ ثبت پاک کو اس قدر مقبولیت حاصل ہوئی کہ لوگ کسی طرح آپ کو

آپ کو جدا نہ کرتے تھے ۔۔۔ آخر جب آپ نے حجی بہت اللہ شریف کا عذر پیش کیا
تو سب بجور ہو گئے ۔۔۔

حضرت فراہمی دل سے ننکلی حصہ زار حجی
ننکلا ادھر دہ گھر سے ادھر جی ننکل گی
بیان سے رخصت ہو کر آپ مکہ مکرمہ پہنچے ۔۔۔ حج ادا فرمایا ۔۔۔ اس
کے بعد وطن عزیز کی طرف روانہ ہو گئے اور ۱۸۲۳ء کے قریب آپ دیوبند
پہنچے مگر جلد بی بیان سے دل اکنامی ۔ محبوب خدا کی یاد ترپانے لیگی ۔ دیوبند کی
محبت وطن عزیز کی محبت پر غالب آئی چنانچہ دیوانہ دار آپ پھر پیدل رد انہوں گئے
خشکی کے راستے یہ آپ کا تیسرا سفر حج ہتا جو حج کے مہینے میں ۱۸۲۳/۵/۲۹
میں شروع ہوا ۔ حج ادا کر کے آپ ایک ایرانی قافلے کے ساتھ آخری ذی الحجه کو ایران
تشریف لے گئے ۔۔۔

بورپ میں تبلیغِ روحانیت

ایران کا دورہ ختم فرمائکہ آپ اپنے ایک عقیدت مند ۔۔۔ محمد عارف
کے ساتھ درس کی سیاحت پر روانہ ہو گئے ۔ بورپ میں آپ سے پہنچے کسی صوفی دریش
نے آپ کی طرح تبلیغِ روحانیت کے لئے سیاحت نہیں کی ۔ یہ تمام سفر آپ نے پہل
ٹکیا ۔ دو ماں سیاحت راستے میں ملنے والے عیاپیوں کو آپ نے ۔۔۔ توحید
کا سبق پڑھایا اس طرح جب آپ جرمنی پہنچے تو دہاں ۔۔۔ پنڈ بمارک ۔۔۔
کو آپ سے والہانہ عقیدت ہو گئی ۔ اس نے آپ کی میزبانی کی حضرت حاصل کی چنانچہ
پڑھنے والی گورنٹ کے حج سید شرف الدین صاحب تحریر کرتے ہیں :

”بورپ سے اپنی تعلیم ختم کر کے جب میں وطن واپس آیا تو مسکارے
دارث پاک کی خدمت میں حاضر ہوا دہاں میری سیاحت بورپ
کا ذکر چلنا ۔۔۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ قریب قریب

سارا پورپ سرکار کاروندا ہوا ہے —— روم، روس، جمنی دغیرہ
مالک خوب دیکھنے بھائے ہیں چنانچہ اسی سلسلے میں سرکار نے مجھ سے

دریافت فرمایا :

”کیا سبھاک سے ملاقات ہوئی ہے؟“

میں نے عرض کیا :

”بڑے آدمی ہیں، دیکھا ضرور ہے لیکن ملاقات نہیں ہے مگر
حضور انہیں کیسے جانتے ہیں؟“

فرمایا : ”ہم اس کے مہان رہے تھے، بہت اچھا آدمی ہے“
اس کے بعد شہزادہ ملان کے بارے میں سوال فرمایا، میں نے
عرض کیا کہ : ”تصویر تو دیکھی ہے مگر ملاقات نہیں ہوئی“ اس کے
علاوہ سرکارِ والا — شہزادہ سردیا — کی بہت تعریف کرتے
تھے اور اندازِ کلام سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ آپ کام پر ہو چکا تھا۔

پھر سرکار نے کسی اور شہر کا نام لیکر پوچھا :

”بیر سٹر! تم وہاں بھی گئے تھے؟“

میں نے عرض کیا : گیا تھا!

فرمایا : کہاں بھر سے تھے؟

عرض کیا : بوٹل میں!

فرمایا : اس ہوٹل میں جو گرجا کے پاس ہے؟

عرض کیا : جی ہاں!

اس کے بعد آپ نے فرمایا :

”ہم بھی دہاں گئے تھے اور دہاں کے رکنِ عظیم میریں کے پیاں

تین دن تک مہان رہے تھے، لوگ دہاں کے بہت خلیق تھے“

اکثر حذب کے عالم میں آپ اپنی غیر مالک کی سیاست کے واقعات

بیان فرماتے تھے، حالات سے معلوم جو تائکا کہ آپ کئی سال
یک مخفی مالک کے سفر پر ہے۔ اس کی تصدیق یوں بھی جوئی کہ ایک مرتبہ
مرکار والا بارہ بجی سے رد ول جانے کے لئے ریل میں سوار ہوئے اتفاق
سے اسی دبے میں ایک یورپین کو بیٹھے دیکھا۔ مرکار نے اس پر بڑی
شفقت فرمائی۔ پہلے کچھ سنگرے عنایت کے پھر حکم جو اکہ صاحب کو دو فی
تبند دے دو، کسی نے دہی پڑوں سے بھری جوئی ایک ڈری ہانڈی پیش
کی تھی۔ فرمایا کہ یہ بھی انہیں دے دو۔ پھر ارشاد ہوا کہ سبب اور
انگوروں کی ٹوکری بھی دے دو۔ غرض مختلف چیزوں عطا فرمانے کے بعد
آپ نے ان سے پوچھا۔ — تمارامکان کمال ہے! انواع نے
یورپ کے کسی شہر کا نام بیایا۔ پھر دریافت کیا کہ فلاں شخص کو جانتے ہو،
انہوں نے کہا کہ وہ میرے دادا تھے، دوسال ہوئے کہ وہ فوت ہو گئے
وہ جیشہ زمین پر ہوتے تھے اور ایک کتاب پڑھا کرتے تھے：“
اس پر آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے یار تھے، جب ہم وہاں گئے
تھے تو انہوں نے ہماری بڑی خاطرداری کی تھی”

الغرض یورپ کے سفر سے واپس ہوتے ہوئے آپ نے مصر کی سیاحت
کی، وہاں سے بیت المقدس تشریف لائے۔ حج کا زمانہ قریب تھا لہذا آپ
دیار یاد کی طرف روانہ ہوئے۔ طویل مسافت اور تکان کی وجہ سے یہاں پہنچنے پہنچنے
آپ علیل ہو گئے امداد حج ادا کرنے کے بعد اہل مکہ نے مزید سفر سے آپ کو روک دیا
چنانچہ صحیاب ہونے کے بعد آپ عدن تشریف لئے گئے اور آس پاس کے
دیگر علاقوں کی سیاحت کرتے ہوئے میں کی یادگار ملاحظہ فرمائی۔ وہاں سے اطراف
کی بیکر تھے ہوئے، وہ رمضان المبارک میں مکہ مکرہ پہنچنے۔ حج ادا کرنے تک یہاں
قیام فرمایا، اس کے بعد دیارِ محبوب کی یاد نے تباہ تواہل مکہ سے بغل گیر ہو کر رخصت

چاہی۔ اس طرح محمدؐ کی ابتدائی نثار بخوبی میں مدینہ مسجد میں حاضر ہوئے۔ پہاں دو چھتے تک پار گاہ سر در کوئین میں بدیر صلوٰۃ وسلام پیش کرتے رہے۔ آخر جمعہ کی نماز کے بعد اپنے نامہ جان علیہ السلام سے رخصت چاہی، پھر اپنے خاندان کے دیگر بزرگوں کو الوداعی سلام پیش کرنے کے لئے جنت البقیع میں حاضری دی اور دادی جان — حضرت خاتون جنت کے لوح مزار کو چوم کر الوداع کیئی — اس طرح زار و زار اشکبار ہندوستان والیں ہوئے۔

قیامت کے فتنے کہاں ہیں کہ اکٹھ کر
ذرا ان کا وقت سفر دیکھ دیتے

وطن و اپسی

سر زمینِ عرب سے روانہ ہو کر آپ جہان کے ذریعے بھی پہنچے، بیان سے پہل
چل کر سلطان الحسند خواجہ غزیر ب نواز کے دربارِ قدس میں حاضری دی ۔۔۔ یہ
۱۸۵ اور کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد آپ۔ دیوہ تشریف۔ تشریف لائے اور پھر اس
سر زمین کو ایسی عزتِ بخششی کہ ڈاک خانہ کی سرکاری صور پر بھی ۔۔۔ دیوہ تشریف ۔۔۔
بھی لکھا جانے لگا۔

اس مرتبہ کی دالپی کے بعد آپ کی خدمت میں پیدے سے بھی زیادہ جو جم رہنے لگا
بندوستان بھر سے سست سست کر طالبان حق دیوہ تشریف چلے آ رہے تھے وہ
جم ہوئے تم جو نے کہ میر ہوتے
اس کی زلفوں کے سب ایر ہوئے
چنانچہ اس بار آپ نے بعض مریدوں کو احرام پوش بنانے کردار ادب احرام پوش
کی پدایات فرمائیں۔ لہ

آدابِ احرام پوشی

۵۔ فقیری کھیل نہیں — جیتنے جی مر جانے ہے — احرام — کو کفن اور زمین کو — قبر کی منزل سمجھنا چاہئے۔

۶۔ احرام پوش فقیر — کو کرتہ۔ دُپی۔ عاشرہ۔ پاجامہ۔ لگنہ بند۔ موزہ غرضیکہ احرام کے علاوہ کوئی بھی چیز استعمال نہیں کرنی چاہئے حتیٰ کہ مر نے کے بعد کفن بھی وہی ہو گا۔

۷۔ احرام پوش کے لئے تنخت، چوکی، مسمری، چارپائی، موڈھا اور کرسی وغیرہ پر بیٹھنا قطعی ممنوع ہے — ان کا بستر بھیشہ زمین پر بے شکریہ ہو گا حتیٰ کہ ان کا جنازہ بھی چارپائی پر نہ جائے گا۔

۸۔ احرام پوش فقیر نہ مرکان بنائے — ز دنیا کا مال و اسباب جمع کرے — ز شادی غمی کی تقریبات میں شرکت کرے اور زہی مذہبی تمازغات میں حصہ لے اور زہی تعویذ گندڑا کرے کہ یہ مبتسلیم و رضا کے خلاف ہے بلکہ ہر احرام پوش قطعی متوكلا نہ زندگی بسر کرے۔

۹۔ احرام پوش فقیر کو سوال کرنا حرام ہے خواہ فاقوں سے مرہی کیوں نہ جائے۔

۱۰۔ فقراء دارثی کو پابندی وضع لازم ہے جہاں وہیں آن بان سے رہیں۔

آپ کے احرام پوش فقراء نے احکاماتِ دارثی کی پوری پوری پابندی کر کے الیسی سے پناہ رو حافی قوت حاصل کی جس کے بل بوتے پر طے سے ڈے سے خطرناک مجاہد سے سر کئے جنہیں سنکر آج رو نگئے ڈھڑے سے ہو جاتے ہیں، صرف چند نمائندہ مثالیں پیش کی جاتی ہیں:-

ذرہ ذرہ ہے مظہر خود شید

حجن بی بی دار شہر آپ حجن بیہقی کے نام سے مشہور تھیں،
دائیٰ روزہ دار تھیں۔ سرکار سے جب احرام ملا تو ساتھ ہی
یہ حکم بھی ملا کہ :

”خدار ازق ہے ڈمانگیں توڑ کر اسی کے بھر سے پڑھی رہو“
چنانچہ مستقل ایک بھی حجہ پر بیہق کرتھیں سال گزار دئے۔ آخر اسی حالت میں وصال بھن
ہرگز تھیں حمد للہ علیہ

کلاہِ گوشہ دہقاں بر آفتاب رسید
زندگی میں اگر کوئی پوچھتا تھا کہ حجن بیہقی! آپ اٹھتی کیوں نہیں؟ تو آپ جواب
دیتھیں کہ : ”سرکار نے ایسا بوجہ ڈالا ہے کہ اٹھانہیں جاتا“

علّامہ صنی الدین بغدادی عراق سے کسی تقریب میں ہندستان آئے
تھے، کرٹلّا تھے، دارت پاک پر اعتراضات کا

ٹومارے کر دیوہ شریف پہنچے ہے
کہتے تھے کہ یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آتا
سب کہنے کی باتیں میں کچھ بھی نہ کہتا جاتا

نظر سے نظر ملی — پڑھانے والے نے آنکھوں ہی آنکھوں میں نہ جانے
کیا پڑھا دیا کہ اپنے جسم سے عالمانہ بآس پھاٹ کر پھینک دیا
جگہ خاش ہے حال ان شکستہ حالوں کا
جنہیں مٹا کے رہا حوصلہ خیالوں کا
یہ حکم سرکار غاموش بیٹھے پرانے جو توں کی مرمت کیا کرتے تھے اور کبھی کسی سے
اپنی علمیت کا ذکر تک نہ کرتے تھے ہے

د د عالم سے کرنے بے بیگانہ دل کو
عجیب چیز بے لذت آشنا فی

لکھنؤ میں قیام فرمائے۔ سرکار نے احرام دیکھ رخا موٹس رہبندے کا حکم
چپ شاہ وارثی فرمایا تھا۔ ۱۸۵۰ء کے بنگال میں انہیں دشمن کا جاسوس تجوید کر
ستگینوں سے چلنی کر دیا گیا مگر آپ نے اُف تک نکلی اور مرشدِ رحمت کی لگائی ہوئی سرخ موٹس
نہ توڑی سے

چپ ہو گئے یوں اسی رجیے
ب جنگڑ سے تھے بال و پر کے

کڑھہ مداری خاں اگرہ میں قیام فرمائے جو اسیں سال سے
گلاب شاہ وارثی ایک بیٹشت پتھر سے ٹکیک لگائے بیٹھے بیٹھے پتھر ہو گئے تھے
مرشد نے ز جانے کی تماشہ قدرت دکھا دیا تھا کہ مجسمِ حرمت بنتے۔ آنکھیں کھوئے۔ ایک
ہی سوت نکھل کیا اس سے دیکھیں چلے جاوہ ہے تھے۔ سرکار نے جب احرام پہنایا تھا تو جوش
میں آگر یہ بھی فرمایا تھا کہ "اب جو کچھ خدا دکھائے سو دیکھتے رہو۔" چنانچہ ان کی بیٹشت
مجھوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ حضرتِ حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا کوئی عجیب و غریب
تماشہ دیکھنے میں مشغول ہیں۔ آخر اسی حالت میں قیدِ بستی سے آزاد ہو کر جو ارشادِ حقیقی
کی سیر میں مصروف ہو گئے، اس مجاہدے کی بھی دنیا میں ڈھونڈنے سے مثال نہیں
مل سکے گی۔

حاجی مستقیم شاہ وارثی آپ نے سرکار پارٹ پاک کو دیکھ کر کسی کو نہ دیکھا، ساڑھے
آخر کار آنکھوں کی بینائی زائل ہو گئی۔ حاجی شریعت کے مشہور پھاطدارِ دیکھی پر قیامِ حق۔
سرکار سے جب احرام عطا ہوا تو یہ حکم بھی ملا تھا کہ "اب موجودات میں سے کسی چیز کو آنکھ
کھوں کر نہ دیکھنا۔" چنانچہ ایک مودس سال کی طویل عمر گزار کر آنکھوں میں جمالِ دارث
لئے ہونے ۱۲۵۷ھ میں داخلِ حق ہو گئے۔

آڈپیار سے نین میں پلک ڈھانپ تو سے لوں
نہ میں دیکھوں اور کو نہ تو سے دیکھوں دوں

سوامی مرات شاہ دار قمی | قوم کے پڑت ستھے، بھاگلپور سے آگرہ سرکار کے حلقہ

بیسی روحانی غذا کھلائی کہ دنیادی غذا سے بے نیاز ہو گئے، آخر وقت میں تو یہ عالم
نماکہ سبز میوہ جات صرف دیکھو کر سیر ہو جایا کرتے تھے لئے

آپ سے ہم گزر گئے کب کے

کیا ہے ظاہر ہیں کہ سفر نہ کیں

آخر ہی لطفت کے ساتھ آپ کا وصال ہو گیا۔

الغرض دنیا میں کیجا طور پر ایسے مجاہدات کی مثال تک نہیں بلتنی ہے

کندہ بہر ذرہ گرد د آفتے ہے

اس فہم کے سینکڑوں سخت ترین مجاہدات صرف باہمیت احرام پوشوں کے لئے
مخصوص تھے درنہ عام دار قمی مریدوں کے لئے تو سرکار عالم نواز کی یہ مباریات تھیں:

۱۔ سیری وجہ سے دنیا کو نہ چھوڑو۔

۲۔ تمہاری دنیا داری بھی عبادت ہے۔

۳۔ گھر میو ضروریات پوری کرنا، بیوی بھوپول کی دلداری کرنا، تو کہوں چاکروں کی
پورش کرنا بلکہ (مسلمان کا تو) پیشاب پاخانہ کرنا، عبادت ہی ہے۔

جب کوئی دنیادار آپ سے فقیر بنا نے کی درخواست کرتے ہوئے احرام کا
طالب ہوتا اور اس کے والدین نہ نہ ہوتے تو فرماتے ہیں:

۴۔ ماں باپ کی خدمت کرو، یہی تمہارے واسطے خیری ہے۔

اس کے علاوہ آپ کا یہ اعلان عام ہوا کہ نماکہ:

۵۔ نماز کرن اسلام ہے، اگر لا کھر دوپے کی چیز رکھی ہو تو اس کا بھی خیال نہ
کرو، لیس یہی ایمان ہے۔

- ہ شرخس پر پائندی تشریعت اور ایسا برع منت لازم ہے۔
- ہ اپنے نفس کو قابو میں رکھو، انجام کار کامیاب ہو گا، اگر نفس کی لگام ہاظٹے
چھوٹ جائے گی تو اس وجود کو سزا سے دار دی جائے گی۔
- ہ جس قدر ہمارے مرید ہیں وہ سب ہماری اولاد ہیں، جس کو ہم سے جو قدر
محبت ہے اسی قدر اپنے بھائیوں سے اتفاق ہو گا۔
- ہ جب کوئی معیت پڑے تو ہمارا تصور قائم کرو، اگر محبت ہے تو ہزار
کوس پر بھی ہم ہمارے ساتھ ہیں۔

اگر کوئی شخص کچھ درد و خیفہ پڑھنے کی اجازت چاہتا تو صرف درود شریف
پڑھنے کی اجازت دیتے اور سب سے زیادہ زور محبت پر دیتے۔

سلسلہ وارثی میں اتحاد و محبت

اتحاد و محبت — سلسلہ وارثی کا لازم ہے نہ خود سیدنا وارث پاک
نے اسے اپنی محبت کی علامت فرار دیا ہے چنانچہ آپ کا فرمان عالی ہے کہ،
”جس قدر ہمارے مرید ہیں وہ ہماری اولاد ہیں —
جس کو جس قدر ہم سے محبت ہے، اسی قدر بھائیوں سے اتفاق ہو گا۔“
گویا سب وارثیوں کا اتفاق ہی سرکار وارث پاک سے محبت کی دلیل ہے اس
لئے جس وارثی کو اپنے بھائیوں سے محبت نہیں اسے گویا سرکار وارث پاک ہی سے
محبت نہیں کیونکہ —

”جیاں کجھائی سے محبت ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو
یا پس سے محبت ہے —؟“ (قول وارث پاک)

سرکار کے اس ارشاد گرامی کے مطابق ادنی سے ادنی وارثی بھی تمام وارثیوں کی

پوری پوری محبت کا مستحق ٹھہر رہتے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ : —
محبت کا ادب یہ ہے کہ معشوق کی جس چیز کو دیکھے اچھی
معلوم ہو —— ! (قول وارث پاک)

سرکار وارث پاک کے بنائے ہوئے اس معیارِ محبت سے یہ حقیقت ثابت ہو جاتی ہے
محبوں کو تو سیلیٰ کا کتنا بھی سیار ہوتا ہے ؟ — چنانچہ کوئی وارثِ خواہ کیسا ہی غریب
اور خستہ حال کیوں نہ ہو تمام وارثی بھائیوں کی محبت کا حقدار ہے کیونکہ آخر ہے تو وہ
وارث پاک ہی کا — اس کے برخلاف خواہ کوئی کیسا ہی طب سے سے طڑا آدمی ہو اگر
وہ لامچی — اور بے نمازی — ہے تو ایسا شخص کسی طرح بھی
وارث پاک کا نہیں ہو سکتا — کیونکہ خود وارث پاک ہی کا قول فیصل ہے
کہ —

”جو طمع میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں“

اور —

”جو نماز نہ ٹپھے وہ ہمارے حلقةِ بیعت سے طارج
ہے —“

سلیقے سے پیو بادہ کشو، آداب لازم ہے
ملا ہے تم کو پہیا ز مرے مخدوم وارث کا (اکبر وارثی)

یاد رہے

ان کے ہدوں میں جو میرا دلِ ناشادر ہے
پھر مرے بھونتے والے کو مری یاد رہے
سرد بن کر رہے یا صورتِ شمشادر ہے
تیرے پابند ہیں گو سب سے ہم آزاد رہے

۸۳

آنکھیں وہ آنکھیں ہیں دیکھا ہوں آنکھوں نے تنجھے
 دل دی دل ہے کہ جس دل میں تری یاد رہے
 ہائے وہ وقت نزارع ان کا تسلی دینا
 اور مراد و کے یہ کہنا کہ مری یاد رہے
 راس آیا نہ ہیں دل کا لگانا بستیدم
 ہم توجہ تک رہتے اس عشق میں برباد رہے

وارثی تعلیمات کا خلاصہ

لفظِ عشق ہی تہذیبِ حاںِ دارث ہے
 داستانِ محبت کی داستانِ دارث ہے
 سیدنا سرکارِ دارث پاک کی ذاتِ بارکاتِ عشق کا شاہزاد کار اور محبت کا مرقع
 پُرپُر بماری تھی، محبت کی داستانِ نتائے نتائے آپ کی زبانِ تھکنی تھی اور عشق کا
 سبق پڑھاتے پڑھاتے کبھی طبیعتِ نہ بھرتی تھی۔ محبت کی آبرو کو آپ جان سے زیادہ
 عزیز رکھتے تھے اور غیرتِ عشق پر آپ سب کچھ قربان کر کچپے تھے، زندگی کھرا آپ کی
 تعلیمات کا محور ہی محبت اور غیرت رہا چنانچہ فرمایا کرتے تھے :

۱۔ محبت کرو ۔ ۔ ۔ اور ۲۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤ۔

انسان کی اصل ہی محبت ہے، لفظِ انسان اُنس سے بنائے ہے بققنا
محبت کرو
 اُنس انسان محبت کرنے پر مجبور ہے، محبت ہی سے اس کا خیر
 اٹھ لے ہے ۔ ۔ ۔ اس کا نام بھی محبت کے متزاد ف ہے اس کا کام بھی محبت کی
 ملہ تعارف از بیدم وارثی ۔ ۔ ۔ حیاتِ دارث از شیدا وارثی

امانت داری ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے ”فَإِنْجِبْتُ أَنْ أُعْرِفَ فَلَمْ يَقْتُلُنِي الْخَلْقُ“
 (ترجمہ) میں نے چاہا کہ پچانہا جاؤں تو میں نے خلوق کو پیدا کیا۔ بیان ”احبیت“—

حُبُّ کی دلیل بھی ہے اور اُعْرِفُ (عرفان سے) پر مقدم بھی ہے، گویا محبت ہی عرفان
 الٰہی کا ذریعہ ہے، اس سے ثابت ہوا کہ محبت ہی تمام کائنات کی خلیلیں کا باعث ہے
 اور محبت ہی وصل الٰہی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ محبت ہی انسان کو انسان بناتی ہے
 اور محبت ہی بندے کو خدا سے ملتی ہے۔ آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 تو محبت کو شرط ایمان قرار دیتے ہوئے بار بار پُر فواد الفاظ میں فرمایا ہے :

”الا لا ایمان لمن لا محبت له — الا لا ایمان لمن لا محبت له — الا لا ایمان لمن لا محبت له“

ترجمہ) خردار ہو جاؤ — جو محبت سے محروم ہے وہ ایمان سے محروم ہے۔

ہوشیار ہو جاؤ — جو محبت سے محروم ہے وہ ایمان سے محروم ہے۔

ہاں ہاں آگاہ ہو جاؤ — جو محبت سے محروم ہے وہ ایمان سے محروم ہے۔“

چنانچہ آپ کا اعلان عام تھا ”محبت کرو محبت، محبت ہی سب کچھ ہے“

خود اپنے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ :

”میرے بیان محبت ہی محبت ہے“

نتیجہ یہ کہ جس میں محبت نہیں وہ دارثی نہیں کیونکہ ہر دارثی کو محبت میں سے کچھ
 نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے۔

سننے پر عشق نام کے گز رے عشق کے بزرگ

ہم لوگ سب فقیر اسی سلسلے کے ہیں (فراق گورکھیوی)

سرکارِ دارث پاک نے عشق کے سلسلے میں فرمایا ہے :

”عشق میں وہ شخص کمال حاصل نہیں کر سکتا جو شرع شریعت کے درجات کو آخر تک
 طے نہ کرے“ — کیونکہ — ”عاشق وہ ہے جو عشوق کے ہر حجم
 کے سلسلے میں شامل ہے“ — اور — ”عاشق وہ ہے جو عشوق کی کوئی
 سائنس عشوق کی یاد سے خالی رہ جائے“

اس کے علاوہ عاشق صادق کے نئے :
” معشوق کی جفا بھی میں دنما ہے ”
کیونکہ

”عشق کی اٹھی چال ہے، جس کو پیار کرتا ہے اسی کو جلا نہیں ہے اور جس کو پیار نہیں کرتا اس کی بگ ڈھیک کر دیتا ہے۔۔۔۔۔ اس لئے عاشق کو لادم ہے کہ سرکٹ جائے مگر شکایت نہ کر سے کیونکہ قاتل بھی غیر نہیں“۔۔۔۔۔

طریقِ اہل دنیا ہے گلوٹ شکوہ نہ مانہ کا
نہیں ہے زخم کھا کر آہ کرنا شانِ روشنی
حاصل پکر کے ————— " عاشق کا ایمانِ رضاۓ یار ہے ہے " اور
ایمان — کا پیغمبر — حیا — ہے۔

لیکن کسی کے سامنے دستِ حکومت سوال دراز کرنے سے چاہر کا خون ہو جاتا
ترک سوال ہے، — واللہ خیر الراذقین — پر سے امیان اللہ
جاتا ہے اس نے سرکارِ دارالشیخ پاک نے — ایک نعمہ و ایک نعمیں (سہم تیری
ہی عبادت کرتے ہیں اور تھجھی سے مدد مانگتے ہیں) کے بوجب غیر اللہ سے مدد مانگنے کی
عملی طور پر ٹپیں ممانعت فرمائی کہ :

”کسی کے سامنے پانچھ نہ پھیلاؤ۔“

جیکہ آپ کی تمام تعلیمات کا ماحصل ہی یہ تھا کہ کام پسندے تمام معاملات کو کار سائنسی کے پروردگار کے حرص و طبع سے قطعی دور بپاڑ، چنانچہ آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے تھے۔
زید و تقویٰ چیست؟ اے مردِ فقیر

لاطم بودن نز سلطان و امیر (پوعلی فلندر)
(یعنی اسے درویش، نزد و تقویت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تو سلطان اور امیر سے
بے نیاز ہو جا)

وَاللَّهُ وَشْهِدُ بِمَا فِي الْأَرْضِ وَكَمَا
عَاهَدَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ أَنْفُسٍ يَعْلَمُ مَا
عَاهَدُوا وَمَا هُمْ بِإِيمَانِهِمْ بِغَافِلٍ

شان فقر

غیرت ہے طریقتِ حقیقی

غیرت سے ہے فقر کی ننای

سرکارِ دارث پاک کی تعلیمات کا مقصد و حیدر محبت اللہ اور غیرتِ ایمانی پیدا کر کے
لگ گئی گو قفر کی دولت سے مالا مال کرنا تھا انکہ صحیح فقیری کی راہ ہمدرد ہو سکے چنانچہ اس
میں ذیل کا واقعہ بہت دلپسپ اور سبق آموز ہے :

" یہ ۱۸۵۹ء کا واقعہ ہے، اس وقت سرکارِ عالم نواز سائدی میں

تشريعیت لائے ہوئے تھے اور قلعہ کی مسجد میں قیام فرماتھے، اس

مسجد سے کچھ فاصلہ پر خطبیوں والی مسجد تھی اس میں ایک "دارثی"

احرام پوش درویش نماز پڑھنے کے لئے آئے، ان کے مہراہ

امنی کے ایک پیر بھائی فٹی رحم رحم دارثی بھی تھے، جب دونوں

نماز پڑھ چکے تو خدا جانے آپس میں کیا بات ہوئی کہ ایک دوسرے

پر توجہ ڈالنے لگے — مغرب کی نماز سے عشار کے وقت

تک یہی حالت رہی کہ دونوں صاحبوں کا مقابلہ رہا —

بالآخر فٹی رحم رحم بہیوش ہو کر گرد پڑے — ادھر تو

یہ واقعہ پیش آیا اور اس طرف سرکارِ دارث پاک اپنی جگہ پر

اچاپک اٹھ کر بیٹھ گئے اور ایک خادم سے ارشاد فرمایا

کہ : "رحم رحم بہیوش ہے اسے خطبیوں والی مسجد سے

اٹھا لاؤ" —

اور احرام پوش فقیر کی بابت فرمایا کہ لئے کہنا کہ :

تو کم ظرفت ہے — ضبط نہیں کر سکتا اور دوسروں

پر اثر ڈال کر اپنے کمال کو ظاہر کرنا چاہتا ہے — اپنا

لقمان اپنے ہاتھوں کرتا ہے — میں تجھکو چھپانا ہوں
اور تو خاہر ہوتا ہے ! ”

رحم جملہ صاحب سرکار میں لائے گئے، ان کو ہوش بھی آگیا مگر سرکار کی
ناراٹگی احرام پوچھا اس طرح ظاہر ہوئی کہ تمام حاضرین خوفزدہ ہو گئے، آخر
قدموں پر گرد کر کرہی وزاری کے ساتھ معافی کی درخواست کی، خیر احرام پوچش فقیر
کو معافی تو چو گئی مگر اس کے باوجود میں آپ بھی فرماتے ہی نہیں کہ:
” ہم فقیر بنا چاہتے ہیں اور بیڑا شاخ بننے جلتے ہیں ”
اسی سلسلے میں آپ نے یہ بھی فرمایا :

” توجہ ڈالن تو ایک قسم کا تماثل ہے، اصل توجہ وہ ہے کہ اگر موتنی
پر ڈالے تو پانی ہو جائے — اگر پھر پر ڈالے نو خاک
ہو جائے ”

” نظر کی جوانیاں نہ پوچھو، نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
اٹھنے تو بھلی پناہ مانگے، گرے تو خانہ خراب کر دے
چنانچہ آپ کی نگاہ فیض اثر کی بھی شانِ ختمی کہ کسی کو نظر ملانے کی جرأت نہ ہوتی تھی
جسے اندر شاکرے دیجئے زیادہ بسما کی طرح قدموں میں بیٹھنے لگا سہ
پڑے ہے بزم میں جس شخص پر نگاہ تری
وہ منہ کو پھیر کر کہتا ہے اُفت پناہ تری ”

چشمِ وارث

کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں
سرکارِ وارث پاک کی آنکھیں انوارِ الہی کی نجلی گاہ تھیں مشہوٰ تھا کہ آپ شاہدہ
کرا دیا کرتے تھے جس بات کو بڑے بڑے علماء اپنی لمبی لمبی تقریروں میں سمجھا نہیں

سکتے تھے، آپ ایک نگاہ تیرز اثر سے اس بات کی اصل حقیقت تک پہنچا دیا کرتے تھے
آپ کی ایک جنبش نگاہ نے زبانے کتنے طالبانِ حق کی دنیا سے دل بدل ڈالی۔
خود کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں،
زرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

نگاہِ ناز کی کوشش مہ سازیاں

۶ جادو بھر سے نینا نے مارا

اسی سلسلے میں یہ دلپسپ واقعہ ہے کہ سرکار سید نادر ثپاک آناؤ کے کیلے
فضل حسین صاحب کے یہاں تشریف فرمائتھے، اسی دوران سہارنپور کے ایک مولوی
عبدالمنان حاضر ہوئے اور سوال کرنے لگے کہ آپ اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ "قیامت
سے پہلے دیدارِ الہی حاصل ہو سکتا ہے؟" آپ نے جواب دیا کہ:
『مولوی صاحب! آپ کو اس آیتِ شریعت کا علم نہیں — "مَنْ كَانَ
فِي لِذْهَ أَعْلَمُ فِي الْآخِرَةِ أَعْلَمُ". (جو یہاں اندھا ہے وہ وہاں پہنچی
اندھا ہی رہے گا)』

یہ فرمائکہ آپ نے مولوی صاحب کی طرف تیر نظر سے دیکھا، نہ معلوم تیر نظر نے کیا کر شروع کھایا
کہ مولوی صاحب بے حال ہو کر نوٹنے لگے سے

نادک لگا جگرہ پر دل پر سماں لگی
کاری لگی نظر تری کافر جہاں لگی
مولوی صاحب ناچھتے پھرتے تھے اور پڑھتے جاتے تھے ۶
جادو بھر سے نینا نے مارا

لوگ جیران تھے کہ ۶ دراسی درمیں دنیا بدل گئی دل کی
اور جو کوئی کہتا کہ مولوی صاحب کیوں ناچھتے ہے؟ — "در دکر کتے" یعنی
یہ دیکھا بھا لاسودا ہے — جو نہ سمجھا تھا وہ سمجھا اور جو نہ دیکھا تھا وہ دیکھا

سچانہ بے کار ہے ! ”

”غرضیک آٹھوادن تک سلسلہ ہی جوش وستی کا عالم رہا، کھانے پینے تک کا ہوش نہ تھا، آخر کا دکیل صاحب رحم کھا کر مولوی صاحب کو ساختہ لئے سرکار عالی کی خدمت میں پہنچا و عرض کی کہ ”یعنی مولوی بے آب و دانہ تڑپ رہا ہے، اللہ کرم فرمائیے ! ” سرکار نے مسکلا کر پوچھا ” مولوی صاحب اکیسا مزاج ہے ! ”

مولوی صاحب اب ہوش میں آچکے تھے عرض کرنے لگے :-

”واشد کا ساتا پہنچے انوارِ ذات سے سور ہے بس اب تو یہ اتعاب ہے کہ اپنا بندہ بنایجھے ۱“

سرکار نے فرمایا :-

”مولوی صاحب اکفر کی باتیں نہ کرو ! ”

مولوی صاحب نے عرض کیا :-

”کفر ہو یا اسلام، آپ تو اب جلدی سے مجھے اپنی علامی میں داخل فرمائیے ! ”

سہ جیرنوں کے سلسلے سوزِ نہاں تک آگئے

ہم نظر تک چاہتے تھے تم تو جان تک آگئے (قابلِ جمیری)

چنانچہ کارِ عالم نواز نے مولوی صاحب کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی بقیر اوری دیکھ کر اسی وقت بیعت کیا اور چند ہر ایتیں دے کر رخصت فرمایا۔ لہ

سہ تیری بھل ناز سے جانے والے

نگاہوں میں تھکوٹھے جاہے میں

ملہ حیات و ارش یہ شید اوارن

چشمِ دارث کی سیاحتی

سرکار و اسٹاک کے باطنی فیض و برکات اور روحانی اثرات سے خاص رحم برابر
کافیض اٹھاتے تھے بلکہ آپ کی نگاہ پر اثر کمزوریں، نافاروں، بیروں اور بیکاروں کے
حق میں زیادہ کارگر ثابت ہوئی تھی چنانچہ ہر قسم کے ساکن و مجدوب، رندویار سا، عالم و جاہل
فلسفی منطقی، الحاوی اور سحری سحوم آپ کے پاس آتے اور خانستگی دولت سے
وہمِ دل بھر لے جاتے۔ —!

بہت سے فلاسفہ بیلے میزوں اور کامتوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے جب آپ سے
ملتے تو قابل ہو جاتے۔ — اسی طرح سہٹ و صرم، دہرئے (جو غمیب تو کیا خدا تک کے
قابل نہ تھے) جب آپ کو دریکھتے تو خدا یہ ایمان لے آتے۔ — آپ کی ولادت کی تائیر
حقی کھیل لتی میں آپ پہنچتے تھے وہاں کے چھوٹے بڑے سب لوگ آپ کی طرف کھجھ چلے
آتے تھے آپ کوئی دفانہ دیتے تھے مگر ایک اشارے میں رلپیوں کی صحت ہو جاتی تھی آپ
کی زبان فیضِ ترجمہ میں تائیر میجاوی تھی۔ — چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ جب آپ
چند رگڑھو۔ — میں رونق افرودزہ کے تو وہاں کا ایک بیمار خاکر و بابھی طبعی عقیدت
سے حاضر ہوا۔ — مگر دورہی سے سلام کر کے آہ وزاری کرنے لگا۔ — اے
جزام کا سرض لاحق تھا اس لئے قہریب نہ آتا تھا اور دور کھڑا رونما چلا تا تھا؛ —
”میاں۔ اب میرا ہاتھ کوں پکڑے گا سب کے مولا تو آپ بھرے! —
بحتھ کوں قبول کرے گا“

دو دن برابر وہ اسی طرح تسلی پیار ہا آخ آپ کا دریائے صحت جوش میں آیا۔ — مضطرب ہو کر
آپ نے فرمایا: — ”میں تھے اپنی آنکھوں کے ذریعہ مرید کرتا ہوں بلے مجھے اپنی طرح دیکھ لے
یہ کہہ کر آپ نے اپنا سرخ روشن اسکی درپر ہمراہ چنانچہ رب نے اسی میجاوی دکھائی کہ
آپ کی ایک لظر کی تائیر سے اسکی صحت عود کر آئی! دیکھتے ہی دیکھتے سب ختم ہگئے۔ — موزی
مرض سے بنجات پائی۔ — وہ لطف وارین مفت میں ہاتھ آئی۔ — صحیاب ہو کر خاکر و بابن جوش وستی
میں سرکار والا کے قدموں لوٹا جاتا تھا۔ — یہ منظر بھی قابل دید رہتا ॥ لہ

لہ عین القین از سید عبدالاحد شاہ فاروقی

نگاہِ مردِ مون سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

۱۹۰۱ کا واقعہ ہے کہ سردار علی صاحب صابری لکھنؤ کے ایک کالج میں طالب علم تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے تک زبان سیکھنے کا شوق پیدا ہوا، اس زمانہ میں مولانا سید کاظم علی صاحب مشتوف ماهر زبان تک تھے مگر نہایت کم سخن اور تنہائی پسند بزرگ تھے، کسی کو قریب پہنچنے نہ دیتے تھے، اپنے کمرے کا دروازہ بند کئے تھے اپنے سے رہتے تھے۔ بہر حال علم کی سچی طلب تھی اس سے دو ماہ کی سخت جدوجہد کے بعد مولانا کو رضامند کر دیا گیا، اس کے بعد تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا، اس وقت معلوم ہوا کہ مولانا خاطر ہیں جس قدر خشک مزاج اور سخت گیر تھے، باطن میں اسی قدر خوش مزاج اور سہراں تھے البتہ یہ ضرور ہوتا تھا کہ باہمی کرتے کرتے وہ اچانک کھو جاتے تھے۔ آہیں بھرتے تھے۔ اور پاوارٹ کا نعرہ لگاتے تھے، اس کے علاوہ ابھتے بیٹھتے ہر وقت "یاوارٹ" کہتے رہتے تھے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد آنکھیں ننگا ہو جاتی تھیں اور بڑی عقیدت سے جھوم جھوم کر۔ سیرتِ وارث سے واقعات سنانے لگتے تھے۔ حضرت حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے پیسفیتگی اور عقیدت مندی دیکھ کر مجھ سے رہا گیا اور ایک دن میں نے مولانا سے پوچھ دیا کہ "جناب! آپ کا سارا خاندان تو کہا قسم کا شیعہ ہے پھر اپنے قبلہ حاجی صاحب سے اس قدر زیادہ عقیدت کیونکہ رکھتے ہیں؟" پہنچنے تو مولانا نے اپنی آپ میتی سنائی۔ "میں جو افی کے عالم میں جب مولانا عربی فارسی اور دینیات کی تعلیم مکمل کر چکے تو اچانک ایک حسین طوال فتح کو دیکھ کر متارع عقل وہوش کھو بیٹھے، اس کے عشق میں میکلا ہو کر گھر کی ساری دولت گنو ابھتے، جب کچھ پاس نہ رہا تو عاملوں اور جادوگروں کے چکر میں پڑ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش

کرنے لگئے مگر مظلوم بھر بھی حاصل نہ ہوا تو مولانا نے خود جادو سیکھنے کا فیصلہ کیا۔
بنگال کا جادو شہر تھا چنانچہ پکھنوں کو خیر باد کہ کہ بنگال پہنچا در بھر
 چڑا گانگ، سلہٹ، اور آسام کے پہاڑی جنگلات میں گھوم گھوم کر جادو سیکھنے کے
 آخر کار سات سال کی سلسلہ جدد جہد کے بعد یہ کمال حاصل کر لیا کہ
 کسی بھی ذی روح کو سخز کر سکتے تھے۔ مگر اس عرصہ میں نماز،
 روزہ تو دو رکی بات ہے، کلہ تک سجول چکے تھے۔ حرام
 مردار اور ہر قسم کی گندگی کھاتے پہنچتے رہتے تھے کو پاپکے جادو گر بن چکے تھے،
 قدرت بھی عجب تماشا دکھاتی ہے۔

اس تمام جادوئی چکر کے بعد تمام شیطانی حربوں سے مسلح ہو کر جب پکھنوں
 پہنچے تو وہ طوالیت مرحکی تھی جس کی تمنا میں انہوں نے متارع دین و دنیا لٹا دی تھی،
 اس طرح جب اپنے شہر آزاد کر باد پایا تو رہی سہی عقل بھی جاتی رہی۔ دیوانے
 ہو کر گلی کو چوپ میں مارے مارے پھر نے لگے۔ ایک گندرا سا تھیلا
 ہاتھ میں ہوتا جس میں جادو کا سامان رہتا تھا۔

دن گزرستے رہے آخر ایک دن خدا کرنا ایسا ہوا کہ ان کا گزر
 ”دیو سے شریف“ کی طرف ہوا۔ وہاں پہنچکر آپ کا سامنا
 سرکارِ دارِ دن پاک سے ہو گیا۔

خود مولانا کا بیان ہے کہ سہ پہر کا وقت تھا، آستانہ عالیہ میں حاجی
 صاحب قبلہ دو نوں ہاتھوں سے گھٹنؤں کا حلقة کئے ہوئے زمین پر جالتِ مراقیہ
 رونق افزو ز تھے! بغیر نظر اٹھائے حاجی صاحب نے دریافت فرمایا،
 ”کون ہے؟“

مولانا نے جواب دیا: ”میں جادو گر ہوں؟“
 یہ سمجھ کر سرکار عالم نواز نے آنکھیں کھو لیں۔ کنکھیوں سے دیکھا اور
 فرمایا: ”کیسے جادو گر ہو؟“

مولانا نے اپنے زخم میں جواب دیا : — ”بہت بڑا جادوگر ! ”

سرکار نے فرمایا : — ”خوب جادو جانتے ہو ؟ ”

عرض کیا — ”بھلاؤ ! اس وقت میری ملٹک کا جادوگر موجود نہیں ! ”

ارٹ دہوا : — ”اچھا ہمیں بھی اپنا جادو دکھاؤ ”

اس وقت خانقاہ کے سامنے سے ایک بھینس گزر رہی تھی، انہوں نے اس پر جادو کیا — بھینس گر پڑی اور خون اسکنے لگی — حاجی صاحب یہ خونی منظر دیکھ کر بے قرار ہو گئے اور فرمائے گئے :

” یہ تو بڑا ظلم ہے — یہ تو بڑا ظلم ہے ” اسے شکیک کرو — اسے شکیک کرو ”

انہوں نے اپنا جادو والیس لے لیا — اور بھینس کمزوری کی حالت میں مشکل اٹھی اور نہ ڈھال سی ایک طرف کو چلی گئی — ।

اب سرکارِ عالی وقار پر جلال کا عالم طاری ہو چکا تھا، آپ نے رجستہ فرمایا

” اچھا مجھ پر توحید کرو ”

مولانا بھی جادو کے زخم میں بھرے بیٹھے تھے — فوراً تیا ہو گئے

خود بتاتے تھے کہ — حاجی صاحب بدستور اس وقت تک دونوں ہاتھوں

کا حلقوہ بنائے بیٹھے رہے، چنانچہ میں نے پہلے نیچے رکھے ہوئے سیدھے ہاتھ

پر جادو کیا جو بے اثر ثابت ہوا — چنانچہ میں نے اس لئے ہاتھ پر پہلے سے

زیادہ نردار جادو کیا — مگر وہ بھی بے اثر رہا — اس کے بعد

میں جھلا جھلا کر حاجی صاحب قبلہ کے مختلف اعضا پر جادو کرنے لگا —

حاجی صاحب ہر بار یہی فرماتے تھے ،

” تم کیسے جادوگر ہو، مجھ پر جادو نہیں کرتے ”

آخر کار میں نے جھنگلا کر سرکار پر انوار کے پیچے قلب پر شدید ترین دار جکیا — مولانا کا بیان ہے کہ معادو ہاں پر ایسی برقب کو نہی کہ خود بیری آنکھیں

چکا چوند ہو کر رہ گئیں — پہلی بار مجوہ پر ہمیت طاری ہوئی — لیکن ابھی
ایک مرحلہ باقی تھا — چنانچہ عرض کیا کہ : — ”جانب آپ کی آنکھوں پر
دار کرنا ہوں“

آپ نے فرمایا — ”اجازت ہے! — اجازت ہے!“
مولانا کا بیان ہے کہ جسم کے اس نازک ترین حصے پر میں نے اپنے
سات سالہ ریاض کا سخت ترین دار کیا — معاسِ رکارِ قدس نے دونوں ہاتھ
آنکھیں کھولیں اور یہ فرماتے ہوئے کہ —
”تم کیسے چادو گر ہو؟“ — مجھے تیر نظر سے دیکھا — لیں ان کا دیکھنا
تفاکر سے

چپک کے اپسے عالم پیس گر پڑی محبلی
یہ کس نے پردے سے جھانکا ذرا خبر لیا
— دل کی دنیا تد و بالا ہو گئی! — آنکھوں میں اندر ہمراچھا گیا ٹھر
پھر اس کے بعد چڑاغوں میں دشمنی نہ رہی
جب ہوش آیا تو میں نے یہ دیکھا کہ میں سر کارِ عالیٰ قدر کے قدموں میں گرا
پڑا ہوں اور بچوں کی طرح بچوٹ بچوٹ کر رواہ ہوں — دل و دماغ سب
ہنسوبن کر رہا جانے پر آمادہ نظر آتے تھے — اس طرح سب کٹافت دھل
گئی — مطلع قلب و نظر صاف ہو گیا — آخر کار سر کارِ عالیٰ وقار نے
ایسا وست مبارک پیٹھ پر پھر کر مجھے دلاسا دیا — اور اپنے قدموں سے
امٹا کر کلمہ طیبہ پڑھایا۔

اب مغرب کا وقت قریب تھا، اسٹاد ہو کہ :
”جاو — نماز کراؤ — نماز پڑھو — جادو بُری“

چیز ہے — درود شریف پڑھا کرو !
چنانچہ اس دن نماز میں وہ مزا آیا کہ آج بھی اس لطف کو ترستا ہوں مگر

پہ زندگی زندگی نہ سمجھو کہ زندگی سے مراد ہیں بس
وہ عمرِ رفتہ کی چند گھنٹیاں جوان کی مغل میں کٹ گئی ہیں

اس کے بعد سرکارِ دارِ ثپاک کے دستِ حق پست پر میں باقاعدہ بیعت ہوں —
اب پورے طور پر تائب تو ہبھی چکتا تھا — سرکار کی توجہ سے جادو بھی کیسے
بھول گیا ۔

بھلی ساعت میں آئی دولتِ ایمان ہاتھوں میں
اس وقت میں نے مولانا سے از راہِ مذاق پوچھا کہ — کبھی وہ بھی
یاد آتی ہیں جنہیں ہماری استانی بنانے کی حضرت آپ کے دل میں رہ گئی تھی؟
مولانا نے جواب دیا کہ :

”سرکارِ دارِ ثپاک کی نگاہوں میں سب کچھ دیکھ لیا — سب کچھ
مل گیا — کوئی تنا اور حضرت باقیِ زندگی ملے

جسے اک نظر میں دہ مل گئے اسے عمرِ خضر سے کیا غرض
وہی محدث بھر کی ہے جس تجویز مزار سال کی بات ہے

نورانی شخصیت

حقیقت یہ ہے کہ سرکارِ دارِ ثپاک پیکرِ جمالِ الہی تھے — دوسرے
سمجھیں شعلہ مطہر نظر آتے تھے اور قریب سے فزادائی انوار کے سبب دیکھے
میں چلتے تھے — انوار و تجدیدات کا یہ عالم تھا کہ چہرے پر نظر میں
کھڑتی تھی — کسی کو آنکھ ملانے کی جرأت نہ ہوتی تھی — آپ کا نورانی
ہیولا ہر جمع میں ممتاز و سر بلند نظر آتا تھا — حاضرین آپ کے قدموں پر لعٹے
جاتے تھے اور معتقدین آپ کے نقشِ قدم پر مٹے جاتے تھے — ہر
خاص و عام آپ کے باطنی کی لالات کا فامل تھا — دنیا بھر کی غظیم شخصیتیں آپ
کی روحاںی طاقت کی معترض تھیں ملے

لہ مسکوہ حقایقہ ۴۰ انوار ادلبیاں

دارثی زنگ

دارت ثلبیلا چبیل چبیل، لوٹ بیاس نار
 گورا مکھڑا دکھا کے
 پھر پچکاری، موہے ماری، خوب کیا گلنار
 وارت ہولی کھلا کے
 گوئے مدن پر پیلی چڑیا، جیسے بست بھار
 آئے پھول کھلا کے
 باشی خجیریا، آری کٹاری، ہو گئی دل کے پار
 کادش نینا لڑا کے

آفتابِ لایت کے حصہ علامہ روشنائی کا خرجِ بین

آفتابِ سلسلہ رزاقیہ

شمالی ہند کے مشہور بزرگ حضرت نوری میان مارہروی کے خلیفہ حاجی سراج الدین صاحب امام مسجد لوہا منڈی آگرہ نے اپنے شیخ کا قول تحریر فرمایا ہے کہ :

” حاجی وارث علی شاہ اپنے وقت کے کیتا اور سلسلہ رزاقیہ میں آفتاب ہیں ” لہ

آفتابِ ہندوستان

مولوی احمد سین صاحب ساکن رہرا مصطفیٰ بارہ بنگی کے بھائی صاحب جب حج پر جانے لگے تو حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں الوداعی سلام کے لئے حاضر ہوئے، حضرت نے فرمایا کہ :

” میرا سلام حاجی امداد اللہ (مساجرمکی) کو پہنچانا — وہ ایک موقع پر میرے ساتھ تھے — اب تک مکہ مغفرۃ میں رہتے ہیں ”

ان کا بیان ہے کہ جب میں نے آپ کا سلام پہنچایا تو حضرت حاجی امداد اللہ مساجرمکی پر ایک خاص کیفیت ظاہری ہو گئی — اور ان کے انسونکل آتے جواب میں آپ نے فرمایا کہ :

” میری جانب سے ہندوستان کے آفتاب سے درخواست کرنا کہ

میرے حق میں بہبودی کی دعا کریں کیونکہ میرا وقت قریب ہے ”

چنانچہ جب میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیغام پہنچایا تو سرکار انور
نے ارشاد فرمایا :

” حاجی امداد اللہ صاحب خود ولی کامل ہیں انہیں کسی کی دعا کی
کیا ضرورت ہے؟“ لہ

عذر

محمد ام

حضرت مولانا بٹ اسلياں قادری پیشی پھلواری تحریر فرماتے ہیں کہ
خود مجھ سے حاجی المحری میں حضرت امداد اللہ مہاجر مسکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ :
” حاجی وارث علی شاہ جیسا ”موحد“ پھر دیکھنے میں نہیں آیا۔“

شمائل ہند کے مشہور صاحبِ کشف و کرامت بزرگ شاہ منعم رحمۃ اللہ علیہ
کے سجادہ نشین شاہ فضل حسین وارثی حج پر گئے تو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مسکی
کے مکان پر قیام کیا جہاں مولوی دشید احمد گنگوہی سے ان کی بحث ہو گئی کہ
شیخِ کامل — صورت اور سیرت — بدلت سکتا ہے، گنگوہی صاحب
اس کی تزوییہ کرتے تھے اور حاجی امداد اللہ صاحب یہ سب کچھ خاموشی سے نہ
جاتے تھے، آخر ظہر کا وقت آگیا، جب سب اٹھ کر حرم شریعت کو چلے تو یہ کہ شمیر
قدرت لظر آیا کہ لوگ پردازہ دار — شاہ فضل حسین صاحب وارثی —
پر گرنے لگے اور خود انہیں کو — حاجی وارث علی شاہ — سمجھ کر عزت
افزاں کر لے لگے، مردی میں معتقد ہیں پوچھتے تھے کہ — ”سرکار آپ کب
شریعت لائے؟“ — یہ خود سخت حیران تھے

کچھ اور ہی اب صورت حالات کے ہے

جو ہم سے طے ہے وہ تری بات کے ہے

بعد نمازِ ظراہی حالت میں جب سب مکان پر والپس آئے تو اب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مسکی نے فرمایا :

”یجھے آج — حاجی صاحب — نے یہ بھی حل کر دیا
کہ شیخ کامل اپنی صورت بدن نے ایک طرف رہا — اپنے مرید
کی بھی صورت بدل سکتا ہے“ لہ

وارث مجھ میں میں وارث میں

ہے روزِ آست سے اپنی صدا، وارث مجھ میں میں وارث میں
وہ دمرا، میں بھی د اس کا، وارث مجھ میں میں وارث میں
دریا سے درجہ در قطرہ ہے، قطرے سے نمودِ دریا ہے
دریا قطرہ، قطرہ دریا، وارث مجھ میں میں وارث میں
وہ نقطہ سخط، تقدیر ہوں میں، وہ خامہ ہے تحریر ہوں میں
میں صورت ہوں اور وہ معنی، وارث مجھ میں میں وارث میں
وہ راز ہے پر دہ راز ہوں میں، وہ ذمہ ہے اور ساز ہوں میں
ہے میری حقیقت آئینہ، وارث مجھ میں میں وارث میں
وہ چن ہے اس کی بہار ہوں میں وہ بہار ہے رنگ بہار ہوں میں
وہ شمع ہے اور میں اس کی ضیا، وارث مجھ میں میں ارت میں
دیدار کی دھن میں صبح دسا، بسیدم مجھے خون روئے گزدا
حیرت چھائی جب یہ دیکھا، وارث مجھ میں میں وارث میں
لہ مشکوۃ خغا بیہ اذ مولی فضل حسین صدیقی ابو احمدی

علمائے فرنگی محل کی خوش اعتمادی

سند المحدثین، فخر المتكلّمین حضرت مولانا قیام الدین صاحب فرنگی محلی تحریر
فرماتے ہیں کہ :

”علمائے فرنگی محل — حاجی صاحب قبلہ کو کالمین میں اختقاد کرتے
تھے، میں نے خود اپنے والدِ زیرِ گوار حضرت مولانا عبد الوہاب قدس سرہ
اور مولانا عبد الغفار صاحب فرنگی محلی کو حاجی صاحب کی شان میں رطلبان
پایا — مولوی کرامت اللہ صاحب اور مولوی دحیدا اللہ صاحب
فرنگی محل کو حاجی صاحب سے بیعتِ ارادت تھی“ ملہ
فرنگی محل کے شہرو عالم حضرت مولانا عبدالاحد صاحب مفتوم مدرسہ پیر حبیب رحمت
فازی پور تحریر فرماتے ہیں کہ :

”میں نواب جسیں میاں والی ریاست منگول کی دعوت پر کاظمیہ اڑاٹ
جا رہا تھا، ریل گاڑی جب ”سجادہ“ نامی اسٹیشن پر پہنچی تو ایک انگریز صاحب
بہادر بیرے ڈبہ میں آکر بیٹھ گئے، تعارف ہوا یہ معلوم کر کے کہ میں لکھنؤ
کار ہنسے والا ہوں — مجھ سے پوچھنے لگے کہ — حاجی
صاحب — کو بھی جانتے ہو؟ — میں نے کہا — بچپن
میں نہ بیارت کی تھی — صاحب بہادر نے جب حاجی صاحب کی کرامت
معلوم کی تو میں نے کہا کہ — یہی کرامت کیا کم ہے کہ —
غیر ناہب کے لوگ ان کے مرید ہوئے ہیں — میں نے خود
پنڈت رام پرشاد صاحب ڈاکٹر جیل خانہ جات آگرہ سے ملاقات کی
ہے — لمبی ڈاڑھی — نورانی صورت — چکچکے پچکے

سلہ مشکوۃ حقانیہ۔

— درود شریف پڑھتے رہتے تھے — پابندی سے نماز پڑھتے تھے اور
ناؤتِ کلام پاک بھی کرتے تھے — بے تکلفی ہونے پر مجھے بتایا کہ — میں
مسلمان ہوں اور حاجی صاحب قبلہ کا مرید ہوں — !

یہ واقعہ سنکر صاحب بہادر کا اشتیاق اور بڑھ گیا تو میں نے اپنے گھر کا
واقعہ سنایا کہ میرے ماں کی ایک کھلا فی تھی، اس کی بہن حج پر گئی، وہاں سے
واپس آ کر کنٹے لگی کہ — مکہ معظمہ میں حاجی صاحب کی مرید ہو گئی ہوں —
لوگ اسے دیوانہ سمجھنے لگے کیونکہ بفتر عیوب کے موقع پر تو حاجی صاحب قبلہ خود گدیر (بخار)
میں موجود تھے — مگر وہ اصرار کرتی تھی جس پر خود مجھے بھی تعجب ہوتا تھا —
یہ سنکر صاحب بہادر سے رہا تھا گیا، حیرت سے پوچھنے لگے کہ — واقعی کیا
آپ کو اب بھی تعجب ہے؟ — اس پر میں نے کہا کہ — بے شک مجھے
تعجب ہے!

اس پر صاحب بہادر نہایت جوشیلے بھے میں بوئے :

”مجھے آپ کے تعجب پر تعجب ہے — خدا کی قسم حاجی صاحب
قبلہ ایک آن میں مختلف مقامات پر بہت سے آدمیوں کو مرید پر کر لیا کرتے
تھے، ثبوت کے طور پر صاحب بہادر نے خود اپنی زندگی کے حیرت ناک
واقعات سنائے کہ بتایا کہ — میں خود فرانسیسی ہوں اور اسی طرح بعد
اپنی والدہ کے حاجی صاحب قبلہ کے دستِ حق پرست پر مسلمان ہو کر
مرید ہوا ہوں!“ لہ

وارث پاک کے حصہ علامہ قبائل کی بنی بانی

علامہ قبائل کو ”چشم وارث“ نے کوئی ایسا عجیب و غریب کہ شہر دکھا دیا تھا کہ
اس سے تحریر نہ کرنے کی وجہ پر اسے ہوئے، مؤلف ”مشکوٰۃ حقانیہ“ کو علامہ قبائل
تحریر کرتے ہیں کہ :

لہ مشکوٰۃ حقانیہ۔

”وہ واقعہ نہایت جبرت تاک ہے اور دنیا میں کوئی شخص سے صحیح

تسلیم نہ کر سے گا ۔۔۔ اے“ لہ

خبر نہیں سرکارِ دارث پاک کی نظرِ عنایت نے علامہ اقبال کے قلب پر کس روحاںی تحلیل کا انکشافت کیا تھا جس سے علامہ اس درجہ متاثر ہوئے کہ اس واقعہ کی اشاعت تک کی اجازت نہیں دی اور اس راز کو اپنے سینے ہی میں لے گئے ہے
اگر خوش ہوں میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کھوں تو ترا حسن ہو گیا محدود

دربارِ دارث میں سرید احمد خاں کی گردی وزاری

جس زمانہ میں سرید احمد خاں پر کفر کے فتوے سے لگائے جائی گئے تھے اور مسلمانوں کی اکثریت ان کے خلاف ہو چکی تھی ۔۔۔ اسی زمانہ میں ۔۔۔ حاجی دارث علی شاہ ۔۔۔ علی گڑھ تشریف لائے ۔۔۔ سرید نے حاجی صاحب قبلہ سے تنہائی میں ملنے کی اجازت چاہی جو منظور کر لی گئی ۔۔۔ چنانچہ رات بگئے سرید آتے ۔۔۔ دروازہ پر دستک دی ۔۔۔ خادم نے اندر سے پوچھا ۔۔۔ کون؟ ۔۔۔ سرید نے جواب دیا ۔۔۔
شیطان! ۔۔۔ سرکارِ عالی دقار نے فرمایا ۔۔۔ آئنے دو!
چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا ۔۔۔ سرید داخل ہوئے ۔۔۔ بصیرتی ہی سرکارِ دارث پاک پر نظر پڑی ۔۔۔ سرید اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے ۔۔۔ بیٹھتے ہی سرید پر گردیہ وزاری کا عالم طاری ہو گیا ۔۔۔ دو کو عرض کرنے لگے کہ ”لوگ مجھے کافر کہتے ہیں!“ ۔۔۔ آپ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا :

”غلط کہتے ہیں ۔۔۔ سید کبھی کافر نہیں ہوتا“

اس کے بعد آپ نے سرید سے تفصیلی طور پر باقی مسیل و راستہ داد

لئے مشکلاۃ حقائیق۔

فرمایا — مجھے انگریزی تعلیم سے اختلاف نہیں مگر محبت — اخلاص
 اور طلبِ روحانیت شرط ہے — ! ” لہ
 سے
 جو ہر میں اگر ہو لا الہ تو کسی خوف
 تعلیم اگر ہو فرند نگیا نہ ! (اقبال)

اکبر کا منظوم خراجِ عقیدت
 پتہ نہیں تھا مجھے کون ہوں کہاں ہوں میں
 ملی نہیں تھی کسی اپنے مستاد کی خبر
 بھکتا پھر تارہ، جا بجا کی چھالی خاک
 ہوا ادھر نہ اُدھر، رہ گیا خیال اُدھر
 کہیں ہوا نہ مرا مقصدِ دلی حاصل
 کسی حبگہ نہ لگا نخل آرزو میں نثر
 باتفاقِ سلیمان شہ کی کوٹھی پر
 بڑے بزرگ کہیں سے ہوئے مقیم اُکر
 تمام شر میں شرست ہوئی جو آئنے کی
 کسی نے مجھے سے بھی اُکر کہا کہ حیل اُکر
 غرض گیا تو وہاں جا کے دیکھنا کیا ہوں
 ہے اک سمجھے ہوئے کرے ہیں مخملی بستر
 خود اس پر بیٹھے ہوئے تھے نہ کھا پا احرام
 ادھر ادھر کھڑے خدام ہلا ہے تھے چنرو
 ضعیف عمر، نہایت حسین، زود کلام
 سخن سے معجزہ سے پیدا، نگاہِ جادوگر

لہ مٹکوہ حقانیہ۔

شبیر پاک پر پیشہ تھا کہ دنیا میں
 جملک دکھاتا ہے وارثِ علیٰ سے مل جل کر
 کئے ہوئے کئی حج اور ملک ملک کی سیر
 لئے ہوئے وہ خزانہ کہ کل فدا جس پر
 ملک رہا تفاوہ کمرہ تمام خوشبو سے
 دبک رہا تھا تحلی سے اس کی سارا گھر
 مرے دماغ میں بُونخی بھری تو چب کی
 ترپاؤں میں مرے ملا نہ پن کا تھا پکر
 نہ تھی نگہ مری ان کی دید کے قابل
 کہ عکس ذاتِ خدا ہے عیالِ شکلِ بشر
 یہاں سے جا کے بہت دن میں پھر فدا کی شاہ
 علیگر طھا تے یہ مولا عسل کے لخت جگہ
 دہاں میں آپ کے اک جانشاق قطبِ جہاں
 ایں والدی، حافظ حسن، فرشتہ سیر
 انہوں نے مجھ کو بلکہ کیا حضور میں پیش
 حضور نے مجھے دیکھا بغور اور ہنس کر
 کہا کہ آج تو آیا ہے اتنے دن کے بعد
 کہاں گئے وہ جو پہلے خیال تھے اب تر
 خیالِ فاسدہ سے اپنے ہو کے شرمذہ
 جو کہ کایا جو خجالت سے میں نے اپنا سر
 گرا کے زانویہ، ممکہ کیا کمر میں دسید
 پکڑ کے ہاتھ لگادی نگاہ کی بھوکر

حافظ حسن خاں وارثی علیگر طھی۔

بنا دیا مجھے جو جان لو جیہے سے تھا الگ،
 دکھایا مجھے جو دیکھنے سے بعف باہر
 اپھادیا من و تو کا حجاب انکھوں سے
 پڑھا دیا اما فی محل شیئی کا ڈریڈھ انچھر
 اگر ہزار سمندر کی روشنائی ہو سہ
 اس اللہ افتتاب کی توصیف ہونہ ذراہ بھر (اکبر والی)

حضرت خواجہ سن نظامی دہلوی کا نذرانہ عقیدت

میں نے خود حاجی دارت علی شاہ کی زیارت کی ہے، ہزاروں ہندو آپ
 کے اثر و عافی سے مسلمان بننے جن میں بڑے بڑے تعلقدار، بچ اور بیرہٹ شامل
 ہیں — آپ کی بزرگی کی شہرت الشیਆ، افریقیہ اور یورپ کے باشندوں تک
 پھیلی ہوئی تھی، روس اور جرمنی کے باشندے بھی حاجی صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر
 ہو کر بھیت ہوئے۔ سب سے بڑی چیز ہو آپ کے اندر موجود تھی وہ آپ کی —
 قوتِ باطنی تھی — جس کے زور سے جیا رہندرست ہو جاتے تھے —
 مفلسوں کو تو نگری حاصل ہوتی تھی اور بھٹکے ہوؤں کو ماہِ خدا ملتی تھی — آپ
 کسی سے یہ نہ کہتے تھے کہ مسلمان ہو جاؤ — نہ ہی مذہبی بحث مباحثہ کرتے تھے
 بلکہ آپ تو مشاہدہ کردا یا کرتے تھے ۳۰

اخبار "الوکیل" دہلی ۲۷ جنوری ۱۹۰۹ء کا خراج تحسین

" حاجی صاحب قبلہ کی نظرِ کرم سے علی گڑھ کے ایک ہندو لوکیل ایسے
 اچھے مسلمان ہوئے کہ سینئر ٹول علامہ دمثائخ کو ان کے زہد و تقوے پر
 رشک ہے" ۳۱

یہ ہندو تھے — حباب با بکھریا لال عرف غلام دارت — جنوب
 ملہ مخدود از قائل دعوت اسلام از خواجہ سن نظامی — ملہ ریاضن اکبر از خواجہ محمد اکبر فاروقی

نے سرکار پارٹی پاک کا مرید ہو کر مسلسل چودہ سال تک روزے رکھے
 سارے خاندان سے جدا ہو کر علیحدہ مکان میں دن رات عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے
 جب وصال ہوا تو ان کے ہندو بیٹے میت کے دارث بن کر جنازہ لینے کے لئے
 آئے مگر — اب ان کا اصل وارث تو کوئی اور ہی نہ — لہذا کوشش
 کے باوجود ساری قوم ہندو سے جنازہ اٹھائے نہ اٹھا مگر جب دکیل صاحب مرحوم
 کے پیر بھائی حضرت حافظ حسن خاں کے صاحبزادے مبارک حسن وارث علیگڑھی نے
 جنازے کو پانچ لوگا بیان تو صرف چار مسلمانوں سے جنازہ اٹھا گیا، یہ دیکھ کر دعویدار
 سخت شرمندہ ہوئے اور ہاتھ ملتے ہوئے واپس لوٹ گئے — مولوی
 سلامت اللہ مفتی عظیم علیگڑھ کی سرکردگی میں تجھیز و تکھینیں ہوئی۔

شہنشاہ خمریات ریاض خیر بادی وارثی ، مدھوشن بیجانہ وارث ، کاظرانہ عقیدت

آنکھیں کھل جائیں جو ظاہر ہو مقام وارث
 کان ہو جائیں جو سن کے کوئی نام وارث
 جام کو نہ کوئند واعظ سر محفوظ مل جھلکا
 ہم قدح خوار پس بیٹھے میں جام وارث
 دھوپ پڑنے نہیں دیتا ہے ادب سے خورشید
 سایہ عرش بریں ہے سر بام وارث
 ہو محبت تو نہیں کافروں دیندار میں فرق
 ہے یہی عشق کے بندوں کو پایم وارث
 گل پیں دھو کے نیم سحری کے تلوے
 یہ مدینے کو جو لے جائے سلام وارث
 صدقہ میں ساقی کو نہ کرنے عاہو یہ قبول
 نزع میں پیاسن بھائی مسے جام وارث

نگے بطفت کا طالب ہے ہے ریکارڈ پاٹ
گوریا کار ہے لیکن ہے غلام فارث لہ

ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کی درگاہ وارث پر حاضری

آفتاب ولایت جس وقت نصف النہار پچھک رہا تھا غلام محمد مرحوم
کنونی اور طالب علمی کا زمانہ تھا — شہرت سن کر ذری دارث پر حاضر ہوئے
اور خادم کے ذریعہ اندر کھلرا یا کہ — آپ کا غلام آیا ہے اور باری بابی کی
اجازت چاہتا ہے — حضرت نے جواب عطا فرمایا کہ :

” ہمارا غلام تو بادشاہ ہوتا ہے — کہ کو کہ
چلا آئے ! ”

آپ کی زبان حق بیان سے نکلے ہوئے الفاظ مقبول بارگاہ الہی ہوا کرتے
تھے — چنانچہ جو کہہ دیا سو ہو گیا !

درے افتاب پر لایت کی بارگاہ میں

آفتابِ دلایت حاجی دارت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو جو ایک بار دیکھ لیتا تھا،
بات کر لیتا تھا وہ ہمیشہ کے لئے آپ کا عاشق زار بن جاتا تھا۔ آپ کی نورانی شخصیت
میں وہ مقناطیسی اثرات تھے کہ سارے انہ مانہ آپ کی طرف کھینچا چلا آتا تھا، اسپسین کا
امیر کاؤنٹ گلارز لندن میں حاجی صاحب کا نام نامی سینکڑ ہندوستان آیا
حاجی صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسلام کی دولت بیکروالیں ہواں

ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کی مراسلت
خود کاؤنٹ صاحب نے سابق گورنر جنرل پاکستان کے خط کے جواب میں
تحریر کیا کہ :

” میں نے ۱۹۰۲ء میں حاجی صاحب کا ذکر لندن میں سنایا، اس دن سے
وہ میرے خیال میں لبس گئے، آخر ہندوستان کا سفر اختیار کیا
دیوبے شریعت پہنچا تو بیان کی چیزیں مجھے خواب جیسی محسوس ہوئیں
ظاہر دباطن ایک دوسرے میں مدعا نظر آتے تھے — آخر حاجی
صاحب تشریف لائے — دامیں بامیں دو مرید تھے جن کے
سمارے وہ چل رہے تھے — لانا قدر، گورنر انگ
جسم زہد و ریاضت سے نزار — نیلی آنکھیں — اسماں کی
طرح گری اور شفاف پیشانی، سیدھی اور بلند — خدوخال موزون

سفید پر اقِ طاری — چونٹوں پر عنوانِ شباب کی مسکاہٹ لے
میرے جذبات نے مجھے جو ات ولائی اور میں نے دوڑ کر اپنا سر آپ کے سینے
پر کھدکھ دیا — آپ نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا
محبت ! — محبت !!

اس کے بعد ہم لوگ چائی پر بیٹھ گئے — (پھر خود مجھے باشیں ہوئیں)
ان الفاظ سے میری روح میں ایک طاقتیت سی چھپا گئی —
بیسے ایک طویل مخت کے بعد پر سکون نہیں آ جائے — مجھے اب
حسوس ہوا کہ گوہ برقصود ہاتھدا گی — وہ میری عرفان کی متلاشی روح کا
 منتہ سے مقصود قرارہ پائے — اور پھر مجھے حاجی صاحب قبلہ نے اپنے
کوئی محبوب نہ ہا — ! ” لہ

خان بہادر سر شیخ عبد القادر بیرسٹر ایڈ لارڈ بریخائز لامبو کا بیان ،

اسپین کے تیس عظیم کادنٹ گلزار زادوارثی نے مجھے لدن ہیں بتایا کہ :
” میں نے قبلہ حاجی صاحب کی صرف آنکھوں کو دیکھا اور گرفتار ہو گیا ،
 حاجی صاحب کی آنکھیں — رو ہمیت کی یونیورسٹیاں — میں
جواہیک بار انہیں دیکھتا ہے ، کیفیت رو ہمیت سے مالا مال ہو جاتا ہے — ” لہ

پیغمبر نہیں کوڑ کے پہلے سماں نجاح آنی سب جسٹس سید فرید الدین کی گرفتاری
” میں ۱۸۸۰ء میں انگلستان اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے ہندوستان واپس آیا اور

لہ حیاتِ واردت از مرزا محمد ابراهیم بیگ مشیر بخنزی

لہ ایض

سکھ ماخوذ از فائل ”دعوتِ سلام“ از خواجہ سنندی

کلکستہ ہائیکورٹ میں بیرسٹری شرمند کی، تمام صوبہ بہار سے انگلستان جانپولوں
 میں میرا پل انہر تھا، میرے خاندان پر انگریزیت کا غلبہ تھا، پیری مریدی تو درکنا
 خدا کی بھی کسی کو خبر نہ تھی — مغربی تعلیم کی بدولت بس کفر والحاد کے
 درجے طے ہونا باقی رہ گئے تھے — کہ آفتاب والایت حضرت
 وارث علی شاہ نے مرنے میں بہار کو اپنی جلوہ ریزیوں سے منور کرنے کے لئے
 قدم رکھ دیا — ساری آبادی استقبال کے لئے دام پور اسٹیشن
 پر الٹ پڑی — عجب التفاوت ہوا کہ میں بھی اسی گاڑی سے سفر کرنے والا
 تھا اس لئے اسٹیشن پر پہنچا تو سب سے الگ تھاگ سوٹ پہنے، منہ میں
 چڑھ دیا — پیپٹ فارم پر ٹھلتا رہا کہ کہیں میرا بھی شمار استقبال
 کرنے والے مجنونوں میں نہ ہو جائے — بالآخر گاڑی آئی — اور
 آہستہ آہستہ گزرتے ہوئے میرے سامنے رک گئی، سامنے جو دیکھا تو
 ایک نور نظر آیا — حسن لا جواب — آنکھیں ستانہ اور سلی —
 گھونکر دیے سیاہ سفید بھرے ہوئے بال — چہرے پر مخصوصیت
 دیکھ کر ششد رہ گیا — امیرے حقیقی بھائی خان بیاد
 مولوی نصیر الدین صاحب اسی ایس آئی وزیر ریاست بھوپال نے اسی
 وقت حضرت والا سے میرا تعارف کرایا — دوسرے دن میں اپنے
 عزیز بیٹھن امام صاحب کے ہمراہ سرکار والا میں حاضر ہوا —
 ابھی بیٹھا ہی تھا کہ سرکار ریڈنوار نے نظر مبارک اٹھا کر مجھے دیکھا —
 میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ نگاہ تھی یا جادو — دل ہاتھ سے چاتا رہا
 سرخود بخود حضرت والا کے قدموں میں گر گیا — مجھے صرف
 اس قدر یاد ہے کہ میں نے سرکار والا کا دست مبارک پکڑ لیا اور
 زار و قطار روئے رکا — جب پوش آیا تو میں سرکار عالی کامرید پر چکا تھا "ملے

آفتابِ ولایت کا فیضِ تخلی عالمِ خواب میں

جہاں آپ خود جسمانی طور پر نہ پہنچے وہاں آپ کے انوارِ روحانی لوگوں کو خواب میں نظر آتے تھے، اس طرح آپ کا نورِ ولایت محدود نہ رہا بلکہ ہر طبقی و ملت پر ازار کی الی بارش ہوئی کہ ہندو ہسلم، سکھ، عیسائی دو دوسرے سے آکر آپ پر پروانہ دار قربان ہوتے تھے ۔ چنانچہ جب وقتِ افتتابِ ولایت کا نور گور کھپور میں پھیل رہا تھا ۔ ۔ ۔ حج صفرِ حسین خاں صاحب وارثی کے بیان آپ دونق افراد تھے ۔ ۔ ۔ اس وقت ایک انگریز آیا ۔ ۔ ۔ اور آپ کی صورت کو بغور تکنے لگا، اس کے بعد بڑے ادب سے التجا کرنے لگا کہ :

”میں پوچھ سکتا ہوں کہ پہلے آپ کا نام کیا تھا؟“

آپ نے فرمایا :

انگریز بولا : ”منہیں معاف کیجئے گا ۔ ۔ ۔ میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کا نام پہلے پہلے ۔ ۔ ۔ یسوع مسیح ۔ ۔ ۔ تھا! اب میں آپ کو اپنادعہ یاد دلاتا ہوں کہ مہر بانی فرمکر آج اپنا قول پورا کیجئے ۔ ۔ ۔ درد ۔ ۔ ۔ ایک بے گناہ خون ناخن آپ پر ہو گا ۔ ۔ ۔ !“

اس وقت جسٹس شرف الدین صاحب پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے ان کے پوچھنے پر صاحب بہادر نے تفصیلًا بتایا کہ ۔ ۔ ۔ میں نے خواب میں ویکھا کہ عیسیے مسیح علیہ السلام نے مجھے اپنے سینے سے رگایا اور اپنی چادر کا کونا پکڑ کر کیا ۔ ۔ ۔ گہرا دنہیں تھیں تھیں ایسی کپڑا دیں گے“

اس وقت مسیح کا ایسا ہی کپڑا تھا ۔ ۔ ۔ اور الی بھی صورت تھی ۔ ۔ ۔ بس اس دن سے میں مرگہ داں ہوں کہ دیکھیں ہمارا ۔ ۔ ۔ سچا مسیح ۔ ۔ ۔ ہم کو کب وہ کپڑا دے گا ۔ ۔ ۔ آج میں نے پہلی بار سری طور پر آستین پر دیکھا

تو کچھ شہر سا ہوا — پھر حیار نبھے اگر غور سے دیکھا اور حلیہ ملایا تو ہو بوجہ
ولیسا ہی پایا چنانچہ بچاں لیا کہ — یہی لیسون عصیح ہیں جنہیں ایک سال سے
میں تلاش کر رہا ہوں — یہ داستان سننکر پیش صاحب نے سرکار والا
سے عرض کیا کہ — آپ آپ کیا فرماتے ہیں؟ — صاحب نے
تو آپ کو بچاں لیا ”

حاجی صاحب قبلہ نے فرمایا — ان کو شہر ہو گیا ہے — دراصل
ہم — عصیح — نہیں ہیں ! ”
اسنچر پیش صاحب نے فرمایا کہ — ” صاحب تو جان دینے پر تھے
ہوئے ہیں — ”

یہ سننکر سرکار والا کا دریا کے کرہ جوش میں آیا — اسی وقت اپنا
”احرام“ آپ نے صاحب کو دیا اور فرمایا :

”لو ا سے پن لو“

یہ سننکر صاحب نے اپنے انحرافی کپڑے انمار پھینکے اور ”احرام“ بلندھ لیا۔
اس کے بعد سرکار نے فقیری کی تعلیم دے کر ”ولادتی شاہ“ کا
خطاب عطا فرمایا — اور نیپال جانے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا :
”تمہارا حصہ تھیں وہیں پہنچے گا“

آلش پرست کے دل میں آلش عشق الہی

بیبی کے مشہور ڈاکٹر دوسا بھائی اپنی سہیرہ کے ہمراہ جب دیوار سے شرفیت
اگر حاضر خدمت ہوئے تو زار و قطار درجے ہے بختے — (ذمہ معلوم انہوں
نے خواب میں کیا دیکھ لیا تھا)

الفرض سرکار عالی نے دُنوں کو توبہ د استغفار پڑھا کر مسلمان کیا اور تعلیم محبت
دیتے ہوئے فرمایا :

ہم قش پرستی کرچکے اب تمام عمر حبّت کی
ہگا۔ کاسامنا ہے جو بغیر اللہ کے قلعن کو حبادیتی ہے، محبت کا تلقاً
یہ ہے کہ دل ہر وقت یادِ محبت میں مشغول رہے اور رہا تھا سے دنیا کا
کام انجام دیتے رہو اور اس کی تصدیق چوکے۔ اللہ ہر ایک شبیہ و
تشیل سے مبراً واحد قدیم
ہے، جاؤ! اللہ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاؤ!

پریم جوگ

عشق کے رمز و کنایہ میں آپ الیسی الیسی پُر اثر باتیں کہہ جاتے تھے کہ
غیر مسلم بیان پر ہو کر خود بخود مسلمان ہو جاتے تھے۔
چنانچہ آفتابِ ولایت سے جس وقت فیضِ آباد میں محبت کا
نور پھیل رہا تھا۔ ایک بڑے مہنت صاحب حاضرِ خدمت ہوئے
جن کے وہاں بہت سے چیلے اور شاندار خانقاہ تھی۔ سرکارِ والانے
جیسے ہی انہیں دیکھا گئے سے لگایا پاس بٹھایا۔
مہنت جی اس افلاقِ کریمانہ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ گردن جھکالی
اس کے بعد سرکار نے پوچھا:

”مہنت جی! پریم جوگ بھی کیا ہے؟“

مہنت جی بھلا کیا جواب دیتے کہنے لے گے:

”داتا جو دو گے سو لوں گا“

اس وقت چار سنگھر سے مہنت جی کو دیکھ سرکار نے فرمایا:

”مہنت جی! جاؤ، پھر ملاقات ہو گی“

مہنت جی سلام کرنے کے باہر آئے مگر اپنی دھرم شارہ جانے کی بجائے وہیں
آنسائیں کے دروازے پر بیٹھ کر رونے لگے۔ لوگ حیران تھے کہ

مہنت جھی کو میک بیک کیا ہو گیا —— مگر وہاں تو —— پریم جوگ
اندکر چکا تھا —— آخرش اپنے سارے چیزوں سمیت مسلمان ہو کر سرکار والا
کی غلامی میں آگئے —— او گھٹ شاہ صاحب وارثی نے پسح فرمایا سہ

دیا برابر دھرم نہیں، پر پنج برابر پاپ

پریم برابر جوگ نہیں، گرو منتر برابر جاپ

حق یہ ہے کہ سرکارِ عالیٰ وقار پر نسبتِ عشقیہ نشواع سے غالب رہی تھی،
اس لئے آپ کا فیضِ ہدایتِ محدود نہ تھا بلکہ ہر طبق و مذہب کے لوگ دور دور
سے آئکر شیخ نورِ حمدی پر شمار ہوتے تھے —— عشق و محبت آپ کی
سرشت تھی اور آپ مجسمہِ جمالِ الہی تھے —— جہاں جہاں آپ تشریف لے
گئے —— آپ کے عشق و محبت کے بر قی اثرات نے اپنارنگ ہر جگہ جمایا
ہر محفل کو تماشاگاہِ رقص سیل بنایا —— اور جو خود آپ کی محفل میں
چل کر آیا اسے جمالِ وارث میں وہ تجلیاتِ نظر آئیں کہ اپنے ہوش و حواس پر فتا بو
نہ رکھ سکا —— خواہ کیسا ہی —— طاقتوزِ مہنت —— سرکشِ جادوگ
باغی جوگ —— کہنا مشقِ آتش پست ہوتا —— حشیم وارث
سے —— جامِ آئٹ —— پی کر قدموں میں لوٹنے لگتا!

چنانچہ ایک پنجابی سادھو امرتسر سے چل کر آئتا نے پر پنجپانی اور حاضرین
کو بتایا کہ —— بارہ سال سے میں اس تلاش میں ہوں کہ کوئی نارائن کا سیوک
(عارف) یہ بتا دے کے وہ نزکدار (ربِ تعالیٰ) ہمارے سر پر (جسم) کے اندر ہے
باہر ہے! اکثر مہاتماوں نے بتایا —— مگر میری سمجھ میں نہ آیا ——
دل کی تسلی نہ ہوئی مگر سرکارِ عالیٰ وقار کے لئے تو یہ بات مشہور تھی کہ آپ توہجاں و
خدشات کا جواب نہیں دیا کرتے تھے بلکہ مشاپدہ کر دیا کرتے تھے —— چنانچہ
جب وہ سادھو آئتا نے کے اندر داخل ہوا، سرکارِ والا صحن میں کھڑے ہوئے
تھے —— اپنے سامنے جو افتخارِ ولایت کو جلوہ افراد زپایا ——

تو اے ز جانے کیا نظر آیا کہ دوڑ کر سرکار کے قدموں میں سر رکھ دیا ۔ ۔ ۔
سادھو جی پر کیت طاری ہو چکا تھا । جب باہر آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ
”سادھو جی! آپ نے کچھ دریافت نہ کی؟ ۔ ۔ ۔“ وہ آبدیدہ ہو کر کہنے
لگئے کہ بغیر دریافت کئے جواب مل گیا ۔ ۔ ۔

جب لوگوں نے اصرار سے پوچھا تو سادھو جی نے بتایا کہ ۔ ۔ ۔ جس
وقت دروازہ کھلا تو میں نے بابا کی صورت کی ایک جوت (نور) دھرتی سے آکا ش
مک ویکھی اور جب گرد جی کے چہروں میں سر دیا تو جسمِ بشری پایا ۔ ۔ ۔ لب میری
تسکین ہو گئی اور جو آج تک ن سمجھا تھا وہ سمجھ گیا ۔ ۔ ۔ اسے
سمنی پاتی تب لکھوں، جو پتیم ہوں پر دیں
تن میں من میں پایا راجیں، بھیجوں کے نندیں
(اوکھٹ شاہ وارثی)

خدا نما صورت

غرضیک آپ کی خدا نما صورت کو جس نے ایک بار دیکھ لیا وہ ہمیشہ کے لئے
فریفیتہ ہو گیا ۔ ۔ ۔ مقدس جسم ۔ ۔ ۔ میں بر قی لمبی دوڑا کرتی تھیں ۔ ۔ ۔
اہنکھوں میں ۔ ۔ ۔ انوارِ الہی کی بھیجاں کونڈا کرتی تھیں، دیکھنے والے حیران رہ
جاتے تھے۔ آپ نے اپنے قلب و نظر کے ۔ ۔ ۔ نورانی اثرات ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ اشاعتِ اسلام کا خوب کام لیا ۔ ۔ ۔ اپنے حسن و حجاح سے دلوں کا
شکار کیا ۔ ۔ ۔ اپنی قوتِ باطنی سے جذبات کو پلٹا ۔ ۔ ۔ خیالات کو مبدل
۔ ۔ ۔ احساسات و رجمانات کو تبدیل کیا اور اپنی بے پناہ روشنائیت کے
زور سے لوگوں کی سوچ کا دھارا ۔ ۔ ۔ روحِ اسلام ۔ ۔ ۔ کی طرف
موڑ دیا۔ آپ نے ہر جگہ علی الاعلان ۔ ۔ ۔ توحید و رسالت ۔ ۔ ۔ کا نور
پھیلایا ۔ ۔ ۔ جسی کہ تبلیغِ اسلام کے لئے غیر مذاہب کی زیارت گاہوں اور

حادث کے دن میں پختہ گمراہوں کو جلوہ حق دکھایا۔

جگن ناٹھ جی پر افتاب ولایت کے انوار

راجپوت کنجن سنگھ ————— جگن ناٹھ جی تیرٹھ کو گیا ————— وہاں
مندر میں عین مشاہدہ کیا کہ سرکار وہاں رونق افزود ہیں اس طرح ————— آفتاب ولایت
کو مندر میں جلوہ افزود دیکھا تو دس بارہ راجپوت جواس کے ساتھ
تھے ان سب کو دکھایا ————— جب والپس یہ راجپوت دیوبے شریفت آیا
اور سرکار میں حاضر ہوا ————— تو عرض کرنے لگا کہ :

”اے کاش! مجھے پہلے ہی معلوم ہو گیا ہوتا کہ وہاں بھی آپ ہی ہیں
تو ہم کس لئے جگن ناٹھ جی گئے ہوتے ————— یہیں بیٹھے درشن
کر دیا کرتے“

آپ نے فرمایا ————— لٹا کر ————— ہم نہ ہوں گے ————— کوئی دوسرا ہوگا!
راجپوت نے کہا ————— بابا ہم نے خوب چاہ کر دیکھا تھا اور بھی دس بارہ آدمیوں
نے دیکھا ہے“

پسکر آپ ہنس پڑے اور فرمایا :

”اچھا اب جگن ناٹھ مت جانا“

اس بات کا ایسا اثر ہوا کہ کنجن سنگھ ہمیشہ کے لئے بت پرستی سے توہہ
کر کے آپ کا مرید باصفا بن گیا اعلیٰ

آفتابِ لایت کے انوار و حانیت کا فیضِ عام

حقیقت یہ ہے کہ دولتِ بیعت کو سارے عالم اور برصغیر و ملت میں جیسا حاجی صاحب نے بے دریغ لٹایا، کسی کے دستِ عطا سے ایسا فیضِ عام جاری نہ ہوا۔ سلف سے لے کر آج تک کسی بزرگ اور کسی شیخ وقت نے اس قدر بیعت نہیں کئے جتنے سرکارِ وارت پاک بنے کئے۔ یہ خاص آپ ہی کا حصہ تھا جو آپ سے شروع ہو کر آپ ہی پختہ ہو گیا۔

جس شہر میں سرکارِ عالیٰ قدر رونق افزود ہوتے تھے، اکبھی مید سالگ جاتا تھا اکثر ہجوم کی کثرت کے سبب پولیس کا انتظام ہوتا تھا تاکہ لوگ زخمی نہ ہو جائیں کیونکہ شوق دیدار میں لوگ بیچے اور پر بیچے پڑتے تھے۔ ہندو، مسلم، عیسائی، پارسی ہر طرف سے بیعت کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے۔

خلفت کا اثر دنام

سرکارِ وارت پاک جب حضرت سید سالار مسعود غازی کے عرس میں شرکیپ ہونے کے لئے براجح تشریف لے گئے تو مجھ اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کر گردنا تھا کہ خدام پر پیشان ہو گئے اور دل میں کہتے تھے کوئی پروانوں کو سمجھا و کہ مر نے کے سوا

اور بھی چند مقاماتِ دنبا ہوتے ہیں

ہر چند پولیس والوں نے بہت تدبیری کیں کہ سرکار کو بآسانی مزاز تک پہنچا دیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر بھجوئی سرکار کو درگاہ سے ملحظ مسجد کی فصیل پر پہنچا دیا گیا اور

لوگوں کو بیعت کرنے کے لئے نیچے کی طرف ایک لمبی چادر لٹکا دی گئی جس کو ایک وقت بکثرت آدمی پکڑ کر مرید ہوتے جاتے تھے سلسلہ دو گھنٹے تک بیعت کا سند اسی طرح جاری رہا۔ اس کے بعد سرکار جب والپس ہوتے تو مجمع کے جوش و اضطراب تھا کہ سینکڑوں آدمی نیچے سے جھک کر پریوں میں سے ہوتے ہوئے حضور تک پہنچتے تھے۔

اسی طرح جب سرکار والا پہلی بار درجہ نگہ تشریف لے گئے تو ایک دارثی مجددوب درویش جو آبادی کے باہر ہاگرتے تھے تمیں روز قبل خلاف عادت شر میں آئے اور اوس پر نیچے ٹیکیوں پر کھڑے ہو کر کہنے لگے یہاں تاشے بھیں گے اور اس پر نیچے ٹیکیوں پر کھڑے ہو کر کہنے لگے یہاں روشنی ہو گی ۔ ۔ ۔ جا بجا ہی کہتے پھر تے تھے جب نواب صادق علی صاحب کی کوٹھی کے شامدار چاہک پر پیچے تو بوسے کر ۔ ۔ ۔ ”یہ چاہک آدمی ڈھکیل دیں گے“ ۔ ۔ ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سرکار کی آمد کی خوشی میں وہاں کے رومنے بڑا اہتمام کیا، حججہ حججہ روشنی کرانی لوبت بچوانی ۔ ۔ ۔ جس وقت سرکار عالی وقار شر میں داخل ہوتے تو ایک لاکھ کا کثیر مجمع دیدار کے لئے اکھٹا ہو چکا تھا۔ ۔ ۔ ۔ اب وہ مجددوب درویش یہ صد اکگار ہے تھے ۔ ۔ ۔ ”شر کا قلب الٹ جائے گا، اگر اب نہ الٹا تو کب اسٹے گا“

اور پھر واقعی شہر کا قلب الٹ گیا ۔ ۔ ۔
چنانچہ جب سرکار والا نواب کی کوٹھی ۔ ۔ ۔ میں تشریف لائے تو زائرین کی رویں پیل ۔ ۔ ۔ سے کوٹھی کا چاہک گز گیا ۔ ۔ ۔ !!
عوام نے بہت چاہا کہ سرکار آرام کر لیں مگر اس وقت اندازہ ہوا کہ یہ کشش روحانی ایسی چیز نہیں جسے کوئی طاقت روک سکے، اس طرح وہاں تقریباً ایک لاکھ آدمی آپ کے سلسلہ ہالیہ میں داخل ہوئے۔

اس کے بعد حضور پاڈہ کی جانب تشریف لے گئے، وقتِ رخصت بہت

کیتیر مجمع حضنوں کی پالنگی کے ساتھ تھا، ہر چند کہ حضنوں انور لوگوں کو رخصت کرتے جاتے تھے مگر دس کوس کا سفر طے کرنے کے باوجود دس ہزار کا کمیتیر مجمع ساتھ لگا چلدا آرہا تھا سرکار سرکار سے عرض کیا گیا کہ — جب تک حضور ان سب کو رخصت دے کر رخصت نہ فرمائیں گے، یہ واپس نہ جائیں گے — یہ سن کر سرکار نے فرمایا — ”احبھا ہماری پالنگی کسی ٹیکے پر رکھوا درپکار کر کر کہ دو کہ جس کو مرید ہونا ہے وہ ہماری پالنگی کو چھوٹے“

چنانچہ جوش عقیدت سے لوگ پالنگی کو چوتھے تھا اور آپس میں خوشی سے عید کی طرح گلے ملتے تھے گویا کوئی بہت بڑی لفست ملی جو اور دلی مراد برائی جو غرضیکہ سرکار والاجد صحر سے گزرتے جاتے تھے ان رستوں پر چینا دشوار جاتا تھا، قدم قدم پر لوگ قدموں کے لئے کھڑے رہتے تھے — اس طرح آپ جماں جماں تشریف لے گئے آپ کی رو حanimت کے برقی اثرات نے دلوں پر اپنا قبضہ جمایا۔

سرکار و ارث پاک کے دستِ حق پرست میں خدا جانے کی کیش تھی کہ کوئی شخص کسی بھی خیال سے آپ کے سامنے آتا پھر ممکن نہ تھا کہ اپنا دل مسلمت لے جاتا۔

نگاہِ کیمیا گر

چنانچہ آپ اسی قسم کی سیاحت پر تھے، اردو کے مشہور شاعر حضرت بے نظیر شاہ وارثی آپ کے ساتھ تھے لیکن اس زمانہ میں بے نظیر شاہ کو کیمیا گری کا خلجان تھا ہر وقت سونا بنانے کے چھر میں لگے رہتے تھے۔ دورانِ سفر سرکار ایک باغ میں آدم فرمائی تھے تو بے نظیر کا ذوق و شوق دیکھ کر آپ نے فرمایا :

”بے نظیر! تمہیں سونا بنانے کا شوق ہے نا۔“

بے نظیر شاہ نے بڑی بے صبری سے جواب دیا — ”جی ہاں! سرکار“

آپ نے فرمایا :

”جادہ بانع کی خندق ہو گھاس لگگی سے اسے اکھا طلاوڑا“

چنانچہ بے نظر جھپٹ پڑت وہ گھاس اکھاڑ لاتے۔ آپ نے فرمایا:

"تا نہے کے پیسے اس گھاس میں تکرروں اور انگاروں

پرستا لو پھر خدا کی قدرت دیکھو ॥

بے نظیر شاہ نے جیسے ہی اس پر عمل کیا وہ سارے پیسے سونے کے بن گئے خوشی کا مٹھکا نامہ رہا۔ عمر بھر کی جیتو کا آج گوہر قصہ دل گیا۔

گھاس کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے اور نظروں میں لپیٹتے تھے اور سوچتے تھے کہ بعد میں بہت ساری گھاس اکھاڑ لے جائیں گے اور خوب سونا بنا میں گے۔

اس بانع میں کچھ دیوار ام فرمائ کر سرکاری وارث پاک کھیولی۔

لشکریت لے گئے۔ وہاں صرکار کی آمد کی شرت ہوئی تو ایک بڑھیا روئی ہوئی حاضر خدمت ہوئی اور عرض کی :-

"سرکار! کھل میری نواسیوں کا نکاح ہے، پس پس نہیں،

باد اتیوں کو کیا منہ دکھاؤں گی ۔۔۔۔۔

اسے تسلی دیتے ہوئے سرکار نے بے نظر شاہ سے فرمایا :

"وہ سونا بڑی بی کو دے دو جو تم نے کھل سنا ماتھا"

بے نظر شاہ کو گراں تو گزر اسکے پھر بچال کر کے کہ گھاس تو دہائی موحدی سے

بہت سا سونا بن جاتے گا — یہ نار اسونا طڑھیا کو دے دیا۔

وقارن کرائے۔

سرکار عالی و فارسکراد ہے۔

والپسی پر سرکار نے پھر اسی باغ میں آرام فرمایا، بے نظیر شاہ موقع خلیت جان کر
جھوٹ پڑھ باغ کی خندق میں پیخ گئے تاکہ بہت سی گھاس توڑ لیں ۔۔۔۔۔ مگر یہ
دیکھ کر ان کو سکتہ ہو گیا کہ اب وہاں گھاس کا نام و لشان تک نہ تھا، لئے ودق خندق
خشک بن جر پڑی تھی ۔۔۔۔۔ سمجھ میں نہ آیا کہ اتنی جلدی سر سبز وادی کو کیا ہو گیا

ناچار منہ لٹکاتے — والپس آئے — سرکار نے نظر اٹھائی —
مسک کر لپوچھا :

”بے نظیر شاہ! — گھاس ملی؟ — کیمیا بنی؟“

بے نظیر نے تھکے ہوئے لمحہ میں جواب دیا :

”سرکار! — نہ گھاس ملی — نہ کیمیا بنی!“

چنانچہ سخت مایوس دیکھ کر آپ نے شفقت سے سمجھایا :

”بے نظیر شاہ! — تم بھی کس قدر بھولے ہو! — بھلا کیمیا

گھاس سے بنا کرتی ہے؟ ہاں جب خدا چاہتا ہے تو گھاس تک

سے بین جاتی ہے! — اجیا تو پھر کیوں نہ اس خدا کو یاد کرو

کہ خود کیمیا بن جاؤ!“

سرکار وارث پاک کی یہ بات بے نظیر شاہ کے دل میں تیر کی طرح پریست ہرگزی

دولتِ دنیا سے دل بیزار ہو گیا اور عشقِ الہی سرمایہ حیات بن گیا، تسبیح یہ کیا دالی

میں تپ تپ کر واہی کہندن بن گئے چنانچہ پشوختقِ داکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحبِ رقعاڑ

ہیں :-

”سید محمد بے نظیر شاہ وارثی (م ۱۹۳۲ء) اردو کے ایک باکمال شاعر تھے۔

چونکہ آپ قادری سلسلے میں حضرت حاجی وارث علی شاہ کے مرید تھے اس لئے جذب

ستقی سے بھی تعلق تھا، پورا کلام وحدۃ الوجود کے نظر پر محیط ہے مہ

ازل جس بے نشان کا نام ہے ان کا نشان میں ہوں

ہناں خانے سے جنگنکلا ہے دہ جلوہ عیاں میں ہوں

ظہور بے مثالی ہے ہر اک ذر میں عالم کے

جہاں ہوں بے نظیر و بیشال مجھے نشان میں ہوں ۳۶

سلہ اردو شعری اور تصوف از داکٹر غلام مصطفیٰ خاں (ماہنامہ فکر و نظر جنوری ۱۹۴۶ء)



عادات و خصائص

جذب ہوئے ہیں کلی کلی میں بن کے سیل ببار
خوشبو بن کر پھول سے نکلے مہک لٹھا سناء
رقیق اقتبلی

سیدنا وارث پاک کا کوئی مرید جب کسی بلبے سفر پا تباadal رکھیں باہر جانے کی
خبر سنانا تو اس کی جدائی کا ملال آپ کے چہرے سے ظاہر ہونے لگتا — آپ
اسے قریب بلاتے — لگھے لگاتے — اور اسلامی و شخصی دیتے ہوتے
— رخصت کرتے کرتے، خود آپ کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈب دیا آتے — مرید

یہ شفقت و محبت دیکھو کر قدموں میں نوٹ لوٹ جاتا ہے
کیا لوگ تھے جو راہ چنوں سے گزر گئے
جی چاہتا ہے نقشِ قدم چھوٹتے چلیں
چشمِ پرپام

چشمِ پرپام — بارگاہ وارثی کی خاص علامت ہے جو عشق و محبت کی دلیل
ہے، چونکہ آپ پر — نسبتِ عشقیہ — غالب تھی۔ اسی کی یہ تاثیر ہے کہ
آپ کے مریدوں میں صوز و گداز بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔

غريب نوانہ گی

سرکار وارث پاک چونکہ قدرت کی طرف سے ایک دردمند لے کر
آئے تھے اس لئے ناداروں، مسکینوں اور حسنه حالوں پر بہت زیادہ توجہ فرماتے
تھے، ان کے بخلاف کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو خاطر میں نہ لاتے تھے —
راجا مہاراجا کے مقابلے میں ہمیشہ غریب لوگوں کو ترجیح دیتے تھے چنانچہ اسی سلسلے
میں ایک مرتبہ یہ سہی آموز واقعہ پیش آیا کہ — آپ کے ایک مخصوص مرید —

محمد سلیم مسٹری — جو بڑے غریب آدمی تھے اور ریاست پیاگپور میں معمولی تخلواہ پر ملازم تھے — ہندوستان کی سیاحت کے دوران انہوں نے انجام کی کہ :

”سرکار — آپ نے بہراج سے والپی پر رات کو غریب خانہ پر قیام فرمایا تھا، اس پار بھر غریب خانہ کو روشن بخشئے۔“
اسی وقت والی ریاست — راجا پیاگپور کو یہ خبر جو انہوں نے عرض کی :

”حضور! محمد سلیم میری ریاست کا ایک غریب آدمی ہے، اس کا گھر اسٹیشن سے بہت دور ہے اور میری کو کٹھی اسٹیشن کے پاس ہی ہے لہذا آپ آرام سے میری کو کٹھی پر قیام فرمائیے!“
راجہ صاحب کا یہ کہنا کہ — مسٹری غریب آدمی ہے سرکار
والا کونا گوارگز رہا — چنانچہ آپ نے ترشیحے میں فرمایا :
”ہم کو نہ کسی ایسا ہی غرض ہے نہ غریب سے اسٹری کو ہم سے محبت ہے اور اس کے بیان ہم پسے بھی ٹھہر پکے میں — لہذا آپ دوسری جگہ ٹھہرنا ہماری وضع داری کے خلاف ہے“

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضور والا اسٹیشن سے بہت دور محمد سلیم مسٹری کے گھاس پھوس کے مکان میں جا کر روشن افروز ہوئے — اور اس وقت راجہ صاحب کی کوٹھی میں قدم نہ رکھا:

حقیقت یہ ہے کہ سرکار عالم پناہ مجبور دل، لاچار دل اور بے سہار دل کا سب سے زیادہ لحاظ فرماتے تھے اور غریب آدمی کے خلاف کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی پروانہیں کرتے تھے۔ یہ

چنانچہ اسی سلسلے میں یہ عبرتناک واقعہ پیش آیا کہ — ایک مرتبہ ریاست مہونا — کے وزیر عبد الغنی صاحب نے سرکار دالا کو

اپنے بیان لانے کا انتظام کیا۔ — کوئی کو سمجھنے سے سوار نے میں ایک ملازمت سے پچھلاطی ہو گئی۔ — اس پر وزیرِ موصوف نے خادم کے مدد پر چنانچہ مارا، جس سے اس کی آنکھ میں چوتھی آئی۔ — اور وہ رونے لگی! دوسرے دن وزیرِ موصوف — سرکار میں حاضر ہوئے تو آپ نے جربتہ فرمایا:

”ہم نہیں جاسکتے! ہماری آنکھ میں چوتھی لگ گئی ہے!

یہ سن کر وزیرِ موصوف مکتے میں آگئے — ادھر آپ کی آمد کا دورہ دور اعلان ہو چکا تھا — سب انتظامات مکمل تھے — وزیر صاحب اپنی سمجھی کے خیال سے بار بار سرکار سے چلنے کے لئے اصرار کرتے تھے مگر آپ ہر بار یہی فرماتے تھے:

”ہماری آنکھ میں چوتھی لگ گئی ہے، ہم نہیں جاسکتے!
آخر کار وزیر صاحب نادم و شرمسار تنہادا پس ہو گئے۔

افتابی لایت کی ذرہ نوازی

سرکارِ وارث پاک کم حیثیت لوگوں کا بہت خیال فرماتے تھے — اکثر تیکی، تنبولی، دھنے، جولا ہے، کونجر سے، قصائی، بھٹیاڑ سے اور کبڑی کے بیان قیام فرماتے تھے — جہاں بڑے بڑے تعلقہ دار، نواب، نجح، بیرڑی، راجا اور ہمارا جماں غریبوں کے گھر پر سرکارِ اقدس سے ملنے کے لئے آتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ سرکارِ عالم نواز لکھنؤ میں — بتو بھٹیاڑی — کے بیانِ رونق افروز تھے — یہ ۱۸۸۲ء کی بات ہے — مصر میں خارج ہجنگی چھپڑ چھپی تھی اور — خدوی مصر — نے انگریزی سرکار سے مدد طلب کی تھی — انگریزی افواج کا رسالدار ہر خاص و عام سے معلوم کرتا پھر تھا کہ آج یک جنگی حاجی صاحب قبده سیاحت پر کہاں ہیں؟ — اس کے رسالے کو مصر

جانے کا حکم ہوا تھا — بلے چوڑے ڈیل ڈول والا یہ جو اس سال کا نمازی بہت پریشان نظر آ رہا تھا — داریت پاک کا عاشق زار ہونے کی حیثیت سے سرکار کے دیدار سے محروم جاناندیں چاہتا تھا — سوچتا تھا — اسے کاش! اخیر وقت میں سرکارِ عالم پیاہ کی قدم بوسی حاصل ہو جاتی تو بڑی خوش قسمتی ہوتی درندہ ایسی مسم سے والپسی کی جگہ کیا اسید ہو سکتی ہے — یہ انگریزی سپاہ کے رسالدار علی محمد خاں صاحب بہادر وارثی تھے جن کا رسالہ بھی لکھنؤ بی میں مقیم تھا — انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ سرکارِ عالم نواز بھی لکھنؤ بی میں مقیم ہیں تو ان کی خوشی کی انتہاء رہی — پاسکے بھائی کے سرے امین آباد — پہنچے۔ جیسے ہی سرکار کے روئے روشن پر نظر پڑی طبیعت بے قرار ہو گئی — دل بھرا یا — سرکار کی آن غوش محبت میں منددے کر رونے لگے — سرکارِ عالم پیاہ اس وقت لیٹے ہوئے تھے بیٹھنے کا اٹھ بیٹھے — اور فرمائے لگے :

”علیٰ محمد! اگر تم پانی میں ہو گے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں — اور اگر آگ میں ہو گے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں — ہزار کوس پر ہو گے تو ہم تمہارے ساتھ ہیں — !“

رسالدار صاحب نے عرض کیا :

”سرکار! مجھے صرچانے کا حکم ہوا ہے“

تو آپ نے فرمایا :

”علیٰ محمد! صرکار کے چاقو اچھے ہوتے ہیں — کیوں علیٰ محمد! اگر کوئی بندوستانی افسر کمیں فتح حاصل کرے تو ملکہ اس کی بڑی خاطر کرتی ہو گی؟ — ولایت شہر بہت اچھا ہے — اچھا جاؤ سیر کراؤ — پھر ملاقات ہو گی!“

یہ فرمائکر سرکارِ دالا اچھو کر کھڑے ہو گئے اور رسالدار صاحب کو سینے سے لگا کر رخصت کیا ہے

وقتِ رخصت جو مجھے پیار سے دیکھا اس نے
اس سے بڑھ کر مراس مان سفر کی ہو گا
رسالدار صاحب کا بیان ہے کہ جہاں بھائی سے روانہ ہوا تو راستے میں میں
پیار پڑ گیا — حالت بگڑ گئی — رات کو سرکار نے بشارت دی کہ :
”علیٰ محمد! گھبرا ملت، ہم تمہارے ساتھ ہیں، یہ کوئی تکلیف
نہیں۔“

آنکھ کھلی تو صحت کا مدد حاصل ہو چکی تھی۔
اس کے بعد اسماعیلیہ کی بندگیاہ پہنچا، سامان اتنا مشروع ہوا تو مختلف
رسالوں — میں گذڑ ہو کر میرا سامان گم ہو گیا — اساب وہاں
اس کثرت سے جیسے جھٹکا کہ میرا سامان ملناممکن ہو گیا — ایسے کڑے وقت میں
میں نے سرکار کو بیاد کیا کہ — یا حضرت! اب تو سخت مشکل کا سامنا ہے، میں
لیخیر ساز دس ماں اور بے در دمی کیا کروں گا! —

آخر حضرت کی توجیہ سے میرا کھویا ہوا کل سامان مل گیا — اس سے بڑھ کر
یہ کرم ہوا کہ جب میرا رسالہ جنگ میں شرکیے ہوا تو دشمن کی توپ سے آگ کی بارش ہو رہی
تھی مگر میرے رسالے کے آدمی تو آدمی کسی خچرہ کے کوئی خراش نہیں آئی اور سرکار
کی نظرِ کرم سے ہم آگ کے طوفان سے صحیح سلامت گزد کر آسمانی سے قلعہ قاہرہ پر فاضن
ہو گئے — وہاں قلعہ میں میرا رسالہ ایک ہفتہ تک قیام پذیرہ ہا —

دورانِ قیام قاہرہ کے بازار سے جا کر میں سرکار کے لئے چاقو چھری خرید لیا۔
اس کے بعد میرا رسالہ تو مہندوستان والیں کر دیا گیا اور مجھے دیکھ فارج سرداروں
کے ساتھ فتحیابی کی خوشی میں شاہی مہمان کی حیثیت سے لندن روانہ کیا گیا —
جبکہ ”ونڈ سر محل“ میں ہمیں آتا را گیا — وہاں قیصرہ پسند ملکہ و کشوریہ نے ہماری
بڑی خاطرداری کی — ہمارے اعزاز میں شاہی دعوت کا اہتمام ہوا — جس
میں ملکہ معظمه نے میوں بھری چاندی کی تھاں ہمیں عنایت کی اور اپنے دستِ خاص

سے سب کے سامنے جیسی بہادری کا تمجھ پہنچایا — تمام محلات اور شاہی تفریج کا ہوں کی سیر کرانے کا حکم ہوا — بیان ہمارے قیام کے دوران ہماری کوئی بھلی بچھتا ہی بیگھی ہر وقت سیر کرانے کے لئے تیار کھڑی رہتی تھی، غصیکہ بڑے اعزاز کے ساتھ ہم ہندستان والیں ہرئے۔

واباں ولایت میں بھی سرکار والا کے لئے میں نے چاٹ خرید کئے تھے۔ چنانچہ جب میں سرکار میں حاضر ہوانوہ سب چاندھپریاں خدمتِ عالی میں پیش کر دیں — سرکار والا دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور پیار سے ایک گھونسہ پہنچے دستِ مبارک سے میری پیغام پر رسید کیا — اس کے بعد تو دن دونی رات چوکنی الیٰ ترقی ہوئی کہ رسالدار مسحیری کے عہدے پر فالصل ہوا — اس کے بعد دو مرتبہ شاہی مہمان کی حیثیت سے ولایت گیا — !

میں جب بھی سرکار میں حاضر ہوتا تو یہ ضرور فرماتے کہ :

”رسالے میں یہ سب کے افسر ہیں“

چنانچہ آپ کی نظر کرم نہیں تمام ہندوستانیوں میں سب سے اعلیٰ عہدے پر پہنچا یاں

لہ انوار اولیاء مولود ریس احمد جعفری

روحانی قوت کی پرده داری

اکثر دکھ درد کے مارے لوگ اپنی التجاہیں لے کر آپ کے حضور حاضر ہوتے
تھے مگر آپ کی زبان مبارک سے کبھی کوئی لفظ نہیں تھا جس سے یہ ظاہر ہو کہ
آپ کی توجہ خاص سے یہ کام مجبوب جائے گا، بلکہ سچیتہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے
امید رکھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ — جب کوئی نعم کا مارا اپنا وکھڑا بیان کر کے
رحم کا طالب ہوتا تو آپ اسٹاد فرماتے :

”اللہ مالک ہے، اللہ مالک ہے“

نو خیکہ آپ کبھی کوئی ایسی بات ہی منزہ سے نہ نکالتے تھے جس سے کسی کشف و
کرامت یا آپ کے تصرف کا اظہار ہو بلکہ اپنی روحانی قوت کی پرده داری امیرح فرماتے
تھے جیسے کوئی اپنا عیب چھپانا ہے۔

چنانچہ اکثر ایسا ہوتا کہ جب کوئی غرض مدد سرکار والا کو اپنی طرف متوجہ نہ دیکھتا تو
طرح طرح سے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتا، چنانچہ کوئی چاقو کے کر سانے
آجاتا کہ ابھی اپنے جسم میں گھونپ کر خود کشی کئے دیتا ہوں — اور کوئی بھاری پھر لیکر
دھمکانا کہ ابھی سر ہپڑ کر راجا ہاتھوں — اپنی طبیعت کی زندگی کے سبب آپ ان
افعال سے سہم جاتے اور اس کے حق میں امید افراد کلامات ادا فرماتے، اس وقت
لوگ آپ کا دامن چھوڑتے۔

عاجزی و انگساری

آپ کی عاجزی اور انگساری کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنی ذات کو تمام مخلوق میں ب
سے کم تر جانتے تھے اور ہر مخلوق کو خود سے افضل سمجھتے تھے چنانچہ اس سلسلے میں یہ قیمة
قابل ذکر ہے :

ایک بار آپ ایک تنگ گلی سے گزر رہے تھے۔ سامنے سے ایک کتا
آگیا — اس سے بھت کہ آپ کا بیاس کرتے چھو جائے، آپ نے اینا
دامن سست لیا — اپکے ہر دین طوہار پڑتے کہ اسی تھے انہیں جو بیاس کر دیا جائے

یہ دیکھو کہ سرکارِ والی نے مسکرا کر بوجھا :
”میاں ظہور اشرف! تم نے اپنا لباس کیوں بچایا؟“

انوں نے عرض کیا کہ :
”جس طرح حضورِ انور نے اپنے احرام شریعت کو کتے کی نجاست
سے بچایا۔“
یہ سن کر آپ کے چہرے پر خوشگواری کے آثار ظاہر ہوئے اور آپ
نے جو شیخ زاد بات میں فرمایا :
”میاں ظہور اشرف! میں نے تو اس لئے تند سعیت لیا کہ میرے
لباس سے چھوکر کہیں خود کتا ناپاک نہ ہو جائے۔“
اللہ اکبر! یہ تھی آپ کی شانِ خاکساری!

خودنمائی سے نفرت

خودنمائی سے آپ کو سخت نفرت تھی، آپ ہر چیز سے بڑے سے اس طرح
سے مبتلا نہ چیز کے کوئی بہتری اونٹی درجہ کا شخص ملتا ہے، آپ کی بات بات سے
حد درجہ کی عاجزی ظاہر ہوتی تھی، آپ کی تعلیم بھی یہی تھی کہ :
”اپنی بستی سے گزر جباد“

بُلدا دیا ہے رہنمائی نے مجھے پستہ
دنیا بھی اک مقام تھے رہگذر میں ہے
آپ اپنے اس قول کا خود کامل نمونہ تھے، اس کا عملی ثبوت خود آپ کی زندگی سے
ملکے ہے چنانچہ اس زمانہ میں تھرما میر طریق نیا نیا ایجاد بہوا تھا اور عجیب چیز خیال کیا جاتا تھا،
ایک دن سرکار میں تھرما میر طریق کیا گیا، وہاں موجود جو شخص اسے ہاتھ میں لیا،
اس کے بعد ان کی حادثت کا پتہ چل چلا مگر جب تھرما میر سرکارِ والا کے ہاتھ میں ہپنی تو اس کا
حکم آزیں سید شرف الدین میر امیر مکرمہ کو نسل صوبہ بھارا اس وقت مجلس میں موجود تھے
انوں نے خیال کیا کہ ثابد پوری گرمی نہیں ہیچ سمجھ سکی اس لئے خود انوں نے اپنے

ہاتھ میں سرکارِ عالیٰ کی منظہی کوئے کردیا مگر پھر بھی پارہ میں کوئی حکمت نہ ہوئی اور سرکار افسوس کے حجم کی کچھ حوارت معلوم نہ ہو سکی جس سے سب کو حیرت ہوئی ۔۔۔ ابھی اس تعجب میں لوگ گم تھے کہ سرکارِ عالیٰ نے ایک فاصلانداز سے اپنا ہاتھ جھٹک کر بھرما میرٹر کو ایک طرف رکھتے ہوئے فرمایا :

” ہم کچھ نہیں ہیں ۔۔۔ ”

اس کلمہ سے ساری محفل پر خوبیت طاری ہو گئی ! ۔۔۔ جیسے جی فنا ہو جائیک اس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو گی ۔۔۔

آپ سے ہم گزر گئے کب کے
کیا ہے ظاہر میں گر سفر نہ گیا

لطافتِ جسمی

اکثر پائے افسوس دیاتے وقت خدام کو سرکار اور کام لطیف محسوس ہی
نہ ہوتا تھا ۔۔۔

آگے خواس گم خرد نارسا کے ہیں

نام و نمرود سے پرہیز

حقیقت یہ ہے کہ سرکارِ عالیٰ کسی بات میں بھی نمایاں نہ ہوتے تھے، اصولاً اپنی
ہستی کو ” نیست، سمجھتے تھے اور عملًا اپنی ذات کی اس حد تک ذہنی کرنے تھے کہ
اپنی زبان سے اپنا نام تک نہ لیتے تھے ۔۔۔ نہ کبھی اپنے فلم سے اپنا نام تحریر
فرماتے تھے ۔۔۔

درد کہتا ہے کہ حضرت کا بھی پبلو نہ رہے
دل میں محبوب رہے، میں نہ رہوں تو رہ رہے

شانِ توحید

سیدنا سرکار وارث کی سہ رات اور سہ راہا میں — ”توحید کی شان“ نظر آتی تھی — آپ نے اپنے — نفس — کے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا تھا بلکہ اپنے نام و نشان کا خیال تک دل سے نکال دیا تھا حتیٰ کہ جس خط میں اپنا نام ملاحظہ فرماتے تو اسے چھوڑ دیتے اور گردنہ اپنی زبان سے اپنا نام نہ پڑھتے — اگر کبھی کسی مرد کے لکھنے ہوئے قصیدے میں اپنا نام لکھا سو اپنے تو پڑھتے وقت اس کی جگہ اپنے مرشد برجی کا نام نامی اگم گرامی پڑھتے اور کبھی عجول کر سمجھی اپنا نام زبان پر نہ لاتے — اس طرح اپنی بستی کی لنفی فرماتے اور — ”شانِ توحید“ کو بہر حال غالب رکھتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی نگاہِ حق بیس میں — خدا — کے سوا کوئی چیز تھی ہی نہیں ہر چیز میں آپ شاہدہ مایر فرماتے تھے اور آپ کے لفظ لفظ سے — ”اسرارِ توحید“ منکشف ہوتے تھے۔ لہ

شانِ تحریر

سیدنا سرکار وارث پاک کے — ”تحریر کی شان“ — بے مثال تھی — آپ دنیا کی ہر چیز سے بے تعلق ہو گئے تھے — باوجود اس کے کہ آپ ایک ولیمند گھر میں پیدا ہوئے تھے — مال و ذر کے وارث اور صاحبِ جاندار تھے مگر ہوش سنبھالتے ہی سب چیزوں سے بزرگی کا اخظہار کر دیا — دولتِ خیرات کر دی اور جاندار درستہ داروں میں تقیم فرمادی جواب تک آپ کے عزیزوں میں چلی آرہی ہے — نہ صرف یہ کہ آپ نے شادی سے پر ہمیز کیا بلکہ تمام علاائق دنیاوی سے تعلوٰ توڑا اور ایک اللہ سے رشتہ جوڑا جو قیامت تک کے لئے مفہیمو طو دھکم ہے!

لہ ملتہ تذکرہ وارث از شہزادہ پیغمبر امدادی اکبر آبادی

اندازِ گفتگو

آپ کی بات میں اسرار و رموز پوشیدہ تھے، اشاروں ہی اشاروں میں
لکھتے پیدا ہوتے تھے۔ گفتگو غصہ مکہ جامع ہوتی تھی۔ آپ کے مختصر حملوں کی ڈری سے
بڑی وضاحت ہو سکتی تھی۔

شہر و حبیب

سے طبیعت میں وہ فتدرتی شرم چیز
کے پرده نہیں کوئی ناکنخدا ہے
جب کوئی آپ کی تعریف کرتا تو آپ شرما جاتے، اگر کوئی آپ کی تعریف میں
قصیدہ پڑھتا تو حیا سے آپ کی حالت بغیر ہو جاتی، اپنی تعریف و توصیف سن کر
مارے شرم کے اپنی گردان حجہ کا لیتے۔ انکھیں ہمیشہ نجی رہتی رکھیں ہے

سله معارف دارشیه از سوری فضل حسین دارثی. سله انوار اوزلیانه. از ترسن احمد جعفری

سلیمان دارث اد مولن اختر مرجعی و ارشی

نظر انداز نے میں ہوتا ہے باز پرپس کا ڈر
جھکائے رہتے ہیں نظر دل کو سفر فراز ان کے
خواہ کیسی بھی بہنسی کی بات ہوتی آپ قہقہہ مار کر کبھی نہ ہستے — مرف
زیرِ بُل تبرہ فرماتے اور تسمیہ بھی اس طرح کہ دندان مبارک نہ کھلتے تھے، اس پر بھی
یہ شرم تھی کہ منہ پر ہاتھ رکھ لیا کرتے تھے لہ

بیٹے بیٹھنے کے آداب

زندگی میں آپ نے جس فعل کو ایک بار اختیار کیا پھر اسے کبھی چھوڑا —
زین سے پیٹھ لگانا گو بیا آپ کی وضع داری کے خلاف تھا تمام عمر ضرورتہ بھی کبھی چپ
نہ یعنی سفت کے مطابق سیدھی کر دٹ آرام فرماتے تھے۔ ہمیشہ سیدھی
کر دٹ بیٹے سے سیدھی سوت اپلوپر زخم کے نشان پڑ کئے تھے۔ انتراحت
میں سر اقدس "م" کی شکل پیدا کرنا اور دست مبارک کا نکیہ
"ح" کی صورت پیدا کرنا اور کمر شریف کسی قدر ختم ہوتی تھی جو
"م" مکر رہ جاتی تھی اور پائے مبارک "د"
کی شکل میں ہوتے تھے اس طرح لفظ "محمد" صاف طور پر ٹھا
جا سکتا تھا۔

شب دروز میں کبھی کسی نے آپ کو سوتے نہیں دیکھا۔ اگر کبھی کسی نے یہ خیال
کیا کہ آپ سورہ سے میں تو فوراً آپ بول ایٹھتے — کون ہے؟
اکثر ایسا ہوتا کہ بستر بچپا کا بچپا ہی رہ جاتا اور آپ کو بیٹھے ہی بیٹھے تمام رات گزر جاتی
بیٹھنے کی صورت میں آپ کی نشست کا انداز کچھوا بیسا ہوتا تھا کہ اعضا کے
سوار کہ — اے — اور — ہ — کی شکل پیدا

کرتے نئے جس سے — اللہ — کا لفظ صاف پڑھنے میں آتا تھا جس کے
سیدھے ہاتھ کی مٹھی بند رہتی تھی جو — وہ — کی شکل ظاہر کرتی تھی —
گویا نشست بھی یادِ الٰہی سے خالی تھی۔ اس طرح پیٹھے میں — اندازِ عاشقی اور
بیٹھنے میں — شانِ محبوبی — جلوہ گرد تھی — !
— اس کے علاوہ ایک چیز جو ہر وقت دیکھی جاسکتی تھی وہ یہ تھی کہ — بیٹھنے
پیٹھے ہر وقت ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں پر مانند شمار انگوٹھا چلا کرتا تھا لہ
کو نہیں ہے بندہِ حق کے لئے جہاں میں فرار

قصہ کمانی

سرکارِ دارِ بُش پاک عاشقانہ قصہ — سکندر بہت خوش ہوتے تھے
محبت کی یہ کہانیاں بھی محض اس غرض سے ہوتی تھیں کہ کسی کو فضول ہاتھیں
کرنے اور خیال ٹکنے کا موقع نہ ملے — خصوصاً استراحت کے وقت قصر
سنوارِ راز کا معمول تھا — قصر گو — قصہ کہتا رہتا تھا اور آپ —
احرامِ شریف — میں منہ چھپائے — یادِ الٰہی — میں مشغول
رہتے — اور — ہونکڑا — پر اپر دیتے رہتے چتنی کچھ عام
لوگ سمجھتے کہ سرکارِ اقدس قصہ سن رہے ہیں — مگر یہ جاننے والے جانتے
تھے کہ یہ — ہونکڑا — تھا — یا — ذکرِ الٰہی —
کی — ضرب — اور اس ضرب کی طرف جب کوئی شخص دھیان دیتا تو آپ
چپ ہو جاتے نہ

جن کا سونا بھی عبادتِ جاگنا بھی بندگی

عاشقانِ مصطفیٰ کی بات ہی کچھ اور ہے

اخلاقِ حسنی

سب کو گردیدہ اپنا بنا یا
حسنِ اخلاق کی دلبری سے

حسنِ سلوک

سرکارِ دارث پاک ہر شخص سے تسلیم میزِ المحاجہ میں خطاب فرماتے تھے اور نام بھی غرت سے لیتے تھے۔ خدامِ تکمیل سے بار بکارتاد ہوتا تھا۔ — آپ اپنے چپوٹوں پر طبی شفقت فرماتے تھے اور طبی سے بوڑھوں کے احترام میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے خواہ وہ کبھی ہی ذلیل حالت میں ہوتے، آپ انہیں گلے لگاتے اور اپنی جگہ بٹھاتے — سلام کرنے میں ہمیشہ خود سبقت فرماتے، نو دار دے سے بڑھ کر خود مصافحہ فرماتے — باہر سے آنے والے مریدوں کے اعزاز میں کھڑے ہو جاتے، انہیں اپنے سینے سے لگاتے اور نامِ سب گھروالوں کی جدا جد اخیرت معلوم فرماتے، ہر چند کہ آپ پر شخص کی حالتِ روشن تھی پھر بھی آپ شخص کا پرده رکھتے تھے، کبھی کسی کو جھٹکا تے نہ تھے۔

اگر آپ کے حق میں کسی سے کوئی قصور بھی ہو جاتا تو آپ اسے نظر انداز فرمادیجے اور سکراکر بات کار خی بدل دیتے تھے جس سے کسی کو شرمندگی نہ ہو — اگر وقتی طور پر کسی پر کچھ ناراضی بھی ہوئے تو دوسری ملاقات پر اس طرح خوش ہو کر ملتے جیسے پہلے کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو — پھر وہی شفقت — وہی محبت بلکہ پہلے سے بھی کچھ نہ یادہ! اگر کویا آپ کا جلال بھی جاں کی شانِ دکھانا تھا چنانچہ بارہ ہادیکھا گیا کہ جس پر جلال آیا وہ العام و اکرام کا مستحق تھا۔

آپ نے کبھی کسی کو غیرہ سمجھا، آپ کی مجلس میں اپنے پرائے —

کے الفاظ ہی متود کرتے تھے۔ سب پر اس درج شفقت و محبت فرماتے تھے کہ ہر شخص فخر و ناز کرتا۔ جب کبھی دوسرے پریوں کے مرید آپ سے ملنے آتے تو ان پر بھی ولی ہی شفقت فرماتے — ان کے پریوں کی تعریف کرتے — اور عزت افزائی کرنے ہوئے فرماتے:

”ہم اور وہ ایک ہیں — اور تم تو اپنے ہی ہو —“
یہ تھا آپ کے اخلاقی حسنہ کا کمال جس کی مثال فی زمانہ طہون نظر سے
ہنسیں ملتی۔

تواضع کا پہلا اور آخری سین

ایک مرتبہ ایک تعلیم یا فہمہ مرید نے عرض کی کہ — ”سرکار! تو اوضاع کا پہلا سین کیا ہے؟“ تو ارشاد ہوا کہ:
”جس کو دیکھو خیال کرو کہ یہ مجھ سے بہتر ہے! اور ٹڑا متواضع اسے
کہنا چاہئے جو — خُلُق — سے — خُلُق — اور
حق — کے ساتھ — صدق — رکھتا ہو“
خود آپ کا اپنے اس مقولہ پر پورا پورا عمل تھا۔

علامہ کی تواضع

حضرت سیدنا سرکار وارث، علمائے کرام کی تواضع میں بچھے جاتے تھے،
مفتيوں، حافظوں، قانونیوں اور عربوں کی خاطرداری میں ٹرا جوش و خوش دکھاتے
تھے — انہیں سفر خرون حعنایت فرماتے — اور دیگر ضروریات مہیا
کر کے انہیں — احرام شریف اور شیرینی پیش فرماتے تھے —
انہا یہ ہے کہ کوئی مولوی خداہ کیا ہی دنیا دار اور ظاہر پست ہوتا —
آپ اپنی طرف سے اس کی عزت افزائی میں کوئی کمی نہ چھوڑتے، چنانچہ اس سے

میں یہ سبق آموز واقعہ ہے کہ — ایک مرتبہ ایک مولوی صاحب آپ سے ملنے
کرنے لئے آئے، آپ نے اخلاق امداد کر ان کا خیر مقدم کیا — مصافحہ فرمایا
اور انہیں اچھی جگہ بٹھایا — جب وہ چلے گئے تو حاضرین میں سے ایک صاحب
بلے :

”میں ان مولوی صاحب کو خوب جانتا ہوں — بڑے مکار ہیں“
اس بدگوئی کو سخت ناپسند کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا :
”کیوں اپنی زبان و دل کو دوسروں کے واسطے خراب کرنے ہو، مولوی صاحب
کے معنوی عیب تو بیان کر دئے مگر و خاص ہر جو ظاہر ہو ہیں، انہیں نہیں
دیکھا — مولوی صاحب کی مقدس صورت — شرعیانہ تہذیب
— شرعی لباس اور — ان کی نورانی ڈاڑھی کی
کوئی قدرتہ کی — جس کو اسلام کے پیشواؤں کی وضع قطع سے
خاص نسبت و مشابہت ہے اگرچہ دل کی بدنام خرابیوں کو بزرگوں کی وضع
قطع کے پردے میں چھپانا کوئی مخصوص فعل نہیں لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا،
کہ اس بندونواز کی عناصر سے اچھوں کی نقل کرنے میں دنیاوی فائدے
کے علاوہ دین کے بگڑے ہوئے کام بھی سورجاتے ہیں؟“

شرعیت کا احترام

سرکارِ دارالشیعہ پاک شرعیت کا ادب ہر حال میں ملاحظہ رکھتے تھے
نماز ادب و احترام میں تو اس قدر غلو فرماتے تھے کہ ہر حال میں اپنے مولا کے حضور
پیغمبر کھڑے ہو کر نماز ادا فرماتے تھے ضعیفی کے باوجود تحریر کی بارہ رکعت بھی
کھڑے ہو کر سی ادا فرماتے رہے حتیٰ کہ اخیر زمانہ میں جب صنعت حد درجہ بڑھ گی
تو بھی یہی اصرار ہوتا تھا کہ نماز کھڑے ہو کر سی ادا کریں گے۔ آخر جب جبے سے
سر برخاستے تھے تو خدام بعلوں میں ہاتھ دال کر آپ کو کھڑا کر دیتے اور پکڑے

کھڑے رہتے ہے

مسجد کے احترام میں ہمیشہ پیدل نماز کے لئے تشریف لے جاتے، خواہ موسم
کیسا ہی سخت ہوتا یا چلپاتی دھوپ پڑتی مگر آپ سواری ہرگز قبول نہ فرماتے خواہ مسجد
کتنی بھی دور ہوتی، آپ ہمیشہ پیدل ہی چل کر مسجد تشریف لے جاتے، ایک مرتبہ باہمی پور کے
قیام کے دوران موسم کی سختی اور آپ کے صفت کے پیش نظر خان بہادر سیف الدین امام حب
دارثی نے اپنی کوٹھی کے قریب ہی ایک جھوٹی مسجد میں نمازِ جماعت کا انتظام کرایا۔ نماز پڑھکر
جب آپ واپس آگئے تو آپ نے خان بہادر سے فرمایا :

”فضل امام! تم نے تو اپنی محبت کا حق ادا کر دیا کہ ہم کو دور نہ جانے دیا
مگر یہ نقصان ہوا کہ ہماری آج کی مزدوری کم ہو گئی؟“ ۔۔۔

آپ کو مساجد سے بڑی محبت تھی، کبھی کسی مسجد کو دریان دیکھا تو فوراً احوال آگب
چنا نچہ اعلانِ عام فرمایا کہ :

”جو نماز نہ پڑھے وہ ہمارے حلقةِ بیعت سے خارج ہے“
یہ سنکر مریدوں میں کرام مچ گیا، سب مسجد کو دور پڑھے، جب مسجد کو
آباد دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور فرمائے لگے :

”یہ مسجد حشر کے دن تمہارے سے مسجدوں کی گواہی دے گی“ ۔۔۔

نماز کی پابندی

نماز کو آپ نے اپنی مریدی کی شرط قرار دیا اور صاف صاف اعلان فرمادیا کہ
جو نماز نہ پڑھے وہ ہمارا مرید ہی نہیں“

خود آپ کا عمل تھا کہ پہنچگاہ نماز ہمیشہ اول وقت میں ادا فرمایا کرنے تھے لکھے

لئے انوار اولیاء، از مریس حرجی - لئے حیات دارث، از مشیر الکھنی

لئے حیات دارث، از مشیر الکھنی - لئے انوار اولیاء، از مریس حرجی

اور فرماتے تھے :

” نماز میں عموماً دیر کرنا کامل کی دلیل ہے ”

نماز کا برد کو بہت دیر میں ادا کرتے تھے اور نماز بہت اطمینان سے ٹھہر تھے جس وقت آپ نماز ٹھہر کھڑے ہوتے — احرام شریف کو اپنے سر سے مثل گھونگٹ پیپٹ کر لگئے سے ایک پینج نکال لیتے، اس وقت الیسی شانِ محبوبی نظر آتی کہ ہر شخص کی آنکھ سر کارِ والا کی طرف اٹھ جاتی — آپ اکثر فرماتے تھے :

” نماز روح کی غذا ہے ”

ان تمام ہدایتوں سے آپ کا شوق نماز جھلکتا ہے اور نماز کی طرف آپ کی بے پناہ رغبت کا پستہ چلتا ہے — نماز ہی کے سلسلے میں یہ دلپیٹ پیش آیا جو ڈاہر تک بھی ہے — ہوا یہ کہ سلی بھیت کے غشی علی گور خال صاحب وارثی کے ہمراہ ایک صاحب مرید ہونے کے لئے آئے — جب وہ مرید ہو گئے تو خانقاہ میں ظہر دئے گئے — خانقاہ کی مسجد میں باقاعدہ نماز باجاعت ہوتی تھی مگر یہ صاحب نماز کو نہ گئے — ظہر دعصر کی نمازوں میں قضا کر دیں مغرب کے وقت سرکاری خدام نے ان سے باز پرس کی تو ان صاحب نے بڑی سادگی سے جواب دیا کہ :

” میں نے سنبھال کر جو شخص حاجی صاحب کا مرید ہو جائیا ہے اس پر نماز صاف ہو جاتی ہے، اگر نماز ہی مریدی کی شرط ہے تو میں کہیں اور بھی مرید ہو سکتا تھا ”

یہ سنگر شاہ فضل حسین صاحب وارثی کو سنبھالی آگئی — آخر خادم خاص او گھٹ شاہ صاحب نے ان صاحب کو سرکار میں پیش کر دیا — جب سرکار وارث پاک نہ ان صاحب کی رواد میں توفیر میا :

”اچھا اچھا تین برس اور پڑھو، پھر معاف ہو جائے گی۔“
پسکروہ خوش خوش والیں آتے اور پڑی پابندی سے نماز پڑھنے کے
وں گفتے رہے گفتے رہے ہے — آخر ٹھیک تین سال
بعد ان کی نماز واقعی معاف ہو گئی — اور ہمیشہ کے لئے معاف ہو گئی ! یعنی
ٹھیک تین سال بعد ان کا انتقال ہو گیا — نتیجہ یہ نکلا کہ آخر دم تک نماز معاف
نہیں ہو سکتی ! خود سرکار وارث پاک آخر وقت تک نماز وقت پردا فرماتے رہے بلکہ
وصال کے قریب جب استغراق زیادہ پڑھ گیا تو ایک وقت کی نماز ادا کر کر چکنے کے
بعد بھی وہی نماز پار بار ادا کرتے رہے

جس کو کہتے ہیں تری یاد میں گم ہو جانا !
دہ بھی اک سلسلہ باخبری ہے اسے دوست
نماز کی نیبادتی دیکھ کر اگر کوئی کہتا کہ — حضور ! ابھی تو پڑھ چکے ہیں تو آپ
فرماتے :

”خیر ! پھر پڑھ لی ، اس میں تمہارا کیا حرج ہوا ؟“ سہ
اس سے نماز کے ساتھ آپ کے بے پناہ عشق کا پستہ چلتا ہے ، آپ نے
اپنے مریدوں کو بھی پر زور الفاظ میں ہدایت فرمائی ہے کہ :
”ہر شخص پر اس بارع سنت — اور پابندی شریعت لازم
ہے“

حج کا شوق

آپ نے کل سترہ حج کئے اور تمام حج آپ نے اس سادگی سے کئے کہ نہ تو
مریدوں کا قافلہ آپ کے ساتھ تھا — نہ کوئی خادم ہر کا بختا —

سہ حیاتِ وارث از منعم گیگ ولی

کوئی سامان بفسر ساختہ لیا — نہ سواری کا خیال کیا — نہ موسم کی خرابی کا غرض
 نہ راستے کی مشکلات کا کھٹکا — جب عشقِ الہی نے جوش مارا
 عاشق صادق نے اپنا کمبل اٹھایا — اور پیدل دیارِ حبیب کی طرف چل دیا —
 مکنے کے راستے کے ہر ذرہ کو آنکھوں سے لگایا اور راہِ مدینہ کے ہر خار کو سر کا تاج
 بنایا لہ آپ فرماتے تھے :

”غاذہ کعبہ کی زیارت کا شوق تو سبھی کو ہوتا ہے مگر صاحبِ خانہ کے
 دیدار کا شوق پزار میں سے کسی ایک کو ہوتا ہے؟“
 کہتے ہیں جبکہ کو جنت وہ اک جعلک ہے تری
 سب داعظوں کی باقی رنگیں بیانیاں ہیں

” حاجی صاحب“ کا لقب

اس ذوق و شوق اور اس قدر کثرت سے جو کرنے کے باوجود آپ نے
 اپنے نام کے ساتھ کبھی — حاجی — کا لفظ تک نہ لکھا یا، نہ کبھی خود
 کو — حاجی — کہلوا یا مگر من جانب اللہ ایسی شہرت عام ہوئی کہ ساری مخلوقیں
 خدا آپ کو از خود — حاجی صاحب — کہنے لگی، پہنچ پاکستان کے کسی
 حصہ میں پہنچ جائیجی، جہاں فقراء کا ذکر ہو گا تو — حاجی صاحب — سے
 مراد صرف — حاجی دارث علی شاہ صاحب — کی ذات
 گرامی ہی ہو گی۔

حقیقت یہ ہے کہ رب کعبہ نے — احرام — کی طرح
 ” حاجی صاحب“ — کا معزز خطاب بھی آپ ہی کی ذاتِ خاص کے لئے مخصوص کر دیا
 تھا لہ

چنانچہ پہلے حج کے موقع پر آپ نے جو احرام باندھا تو اس میں وہ تجویزاتِ المیہ نظر آئیں کہ پھر اس عاشقانہ لباس کو آپ نے کبھی اپنے جسم سے جدا نہ کیا۔ اسی نکے ساتھ حج بیت اللہ کی تمام پابندیوں کو تمیشہ کے لئے اپنے اور پر حادی کرنا گویا حاجی صاحب قبلہ نے اپنی ساری غیر ہی لباسِ حج میں حالتِ حج کے اندر گزر اور دی اس طرح زندگی پھر فریضاتِ حج سے مر شارم ہے۔ آخر — احرام شریف — ہی سلسلہ دار ثبیہ کا " خرقہ خاص " قرار پایا، نیز اسی ثبیتِ خاص کے سبب جو سیدنا وارث پاک کو رتبہ کعبہ کے ساتھ حاصل تھی، دارثیوں کو حج کی سعادت زیادہ حاصل ہوتی ہے چنانچہ اپنی تعداد کے لحاظ سے ہر مقام پر وارثیوں میں حاجی زیادہ ملیں گے۔

روزہ کی عادت

سرکار وارث پاک نے چودہ سال کی عمر میں رمضان شریف کے روزوں کے بعد شش عید کے روزے سے رکھے تو اسی سلسلے میں — دائم الصوم — ہو گئے — اور یوم وصالؐ کے روزے سے رکھنے لگے، دوسرے شیرے اور کبھی پانچوپیں دن روزہ افطار کرتے تھے اور جب آپ نے حجاز مقدس کا سفر کیا تو متواتر سات روز کے بعد افطار فرماتے تھے، مسلسل اٹھارہ سال تک آپ اسی طرح ہفت روزہ افطار فرماتے رہے، افطار بھی نہایت قلیل اور سادہ غذاء ہوتا تھا۔ سالہاں ان گور کی ابی ہوئی ترکاری شیخ افطار فرمایا، آپ یہ سنت حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی ادا فرماتے تھے کیونکہ طبعاً آپ کی کیفیات حضرت صابر کلیری سے بہت زیادہ مطابقت رکھتی تھیں چنانچہ سلسلہ صابر یہ میں حضرت صابر صاحب کے بعد اگر کوئی مقدس ذات اس پائے کی ہوئی ہے تو وہ صرف اور صرف — حضرت علی شاہ صاحب — ہی کی ذات ہے

ہے تو شیعِ حقیقت کی اپنی ہی جگہ پر ہے
فانوس کی گردش میں کیا کیا نظر آتا ہے

سنت کی پیرودی

سنت کی پیرودی میں آپ شدت فرماتے تھے — کثرت نوافل سے آپ
کے پاؤں متورم ہو کر بھٹ جاتے تھے اور ان سے خون بھنسن لگتا تھا۔ زندگی بھرنے
کے مطابق جویش سیدھی کر دت یعنی جس سے سیدھے پہلو پر زخم کے نشان پڑے گئے
تھے — کھانا خواہ برائے نام حکچھا مگر سنت کے مطابق خلاں ضرور فرمایا۔
سنت کی پسندی کے طور پر دن میں قبیلہ بھی فرماتے، خواہ حالات کیسے ہی ناسازگار
ہوتے آپ ہر حال میں سنت پر عمل فرماتے — چنانچہ سخت زین مردی کے
موسم میں بھی جمعہ کے دن غسل فرماتے تھے کہ جمعہ کو بارش بھی ہو رہی ہوتی تب بھی آپ
غسل ضرور فرماتے — سنت کی پاریکیوں پر آپ کا عمل تھا — چنانچہ
لشیش مبادک میں روزانہ باقاعدہ طور پر شانہ ہوتا تھا۔ سر مرد بھی عین سنت کے مطابق
سیدھی آنکھ میں تین سلانی اور الٹی آنکھ میں دو سلانی لگایا جاتا تھا — آپ نے
کسی سنت بیکھری فرہ بھر دو بدل پسند نہ فرمایا — تین دن سے زیادہ بھی کسی
کے یہاں ہماں نہ ٹھہرے اور اپنے بیزبان سے کسی فرماںش کا اشارہ تک نہ فرمایا
غرضیکہ اتباع سنت کو آپ نے اپنے عمل سے اس نقطہ عروج تک پہنچایا جو اسلام
کا معراج کمال ہے۔

کھلنے پینے کے آداب

جب کبھی پیکس لگتی تو آپ کبھی یہ نہ فرماتے کہ — پانی لاو! — یا
— پانی پلاو! — کیونکہ اس میں سوال کی صورت پیرا ہو جاتی ہے، آپ
سنت کے عین مطابق فرماتے:

”پانی پی لیں“ ————— یا ————— پانی پی دوں ”

اگر خادم نے عرض کیا کہ ————— ابھی تو آپ نے پانی پیا تھا ————— تو آپ چپ ہو جاتے نے ————— اور اگر وہ پلا دیتا تو پی لیتے ————— اس سے آپ کی کمال درجہ کی تسلیم و رضا کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

بھیتھ سنت کے مطابق سرڑھانک کر ————— اور ————— اکٹوں بیٹھ کر ————— کھانا تناول فرماتے ————— لذینہ کھانوں کی طرف کبھی رغبت نہ فرماتے ————— پس پر ہی معلوم کر لیتے کہ ————— دال کس میں ہے؟ یا بھر شور بے کے پیارے میں روٹی توڑ کر ————— ثیرد ————— بنایتے جسے تاحدارِ مدینہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ————— ”خیر الطعوم“ سے تعبیر فرمایا ہے۔

مرید بڑے چاؤ سے عمدہ عمدہ کھانے پچھا کر راتے ————— ان سب کا دل رکھنے کے لئے آپ سب کھانوں میں سے خود خود ایک ایک پیارے میں گذاش کر لیتے، بھر ایک دو لفے تناول فرمائیتے جس کے سی خاص ذات کا پتہ نہ چلتا، اخیر زمانہ میں نوزبان سے ذات کا احساس بی فنا ہو گیا تھا۔ اکثر ایسا ہوا کہ مریدوں کی خوشی کی خاطر دو دھوچاول چکھے اور سکرے کے طور پر فرمایا، ”دال اچھی پکی ہے۔“

صوفیا ہر کرام نے اسی کو ————— ”زک صادق“ ————— کہا ہے
یہ مجاہدہ بہت سخت ہے کسی کسی خوش نصیب کو یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

خاص غذا

آپ کی غذا بہت سادہ اور نہایت قلیل بھی جس کی مقدار شروع میں ۵ تو ۱۰ گھنی جس میں کمی ہوتے ہوتے ۹۰۰ گھنے میں یو میر غذا صرف ایک تو ہے کے قریب وہ کبھی بھی خادم کی صدر سے کھائی ورنہ ہفتہ ہفتہ بھر کچھ نہ چکھا ————— اصل میں آپ کی غذا ————— ”ذکرِ الٰہی“ ————— بھی۔

الشہد کا نام

ایک مرتبہ سرکارِ اقدس لکھنؤ کے مشہور بزرگ — شاہ بنیان عتھیہ —
کے مزار پر فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ شاہ فضل حسین صاحب
وارثی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے فرمایا :

”فضل حسین! احتظر سے بتائشے مولیٰ یتے آؤ“
انہوں نے عرض کی — اگر اجازت ہوتی کوئی اور مسٹھانی بھی یتی آؤ؟
آپ نے جواب دیا :

”نبی بتائشے اچھی چیز ہے — اس کے کھانے سے جو
چیز چاہیٹ ہوتی ہے اس سے — اللہ کا نام لکھنا ہے“

ذمہد کی تعریف

آپ سے کسی نے ذمہد کی تعریف پوچھی تو آپ نے فرمایا :
”دو چار فاقول کے بعد لاک کے ساتھ روشنی کھانے کا نام ذمہد نہیں بلکہ
ذمہد وہ ہے جو دنیا سے پرہیز کرے — خواہشات کو رد کے
اور مرادوں کو کھوں جائے، بھوک اور شیرکی کا اس پر کیساں اثر ہو، کوئی
چیز اس کے پاس نہ ہو تو مطمئن رہے اور جب کوئی چیز آجائے تو اسے دینے
کے لئے دل بے چین ہو“ سے

حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام منزہیں سرکارِ عالیٰ دفار خود طے کر کچے تھے چنانچہ
تمام عمر منتشرے الٰی سے اختلافات کا کبھی اشارہ نہ کیا اور نہ مرضی مولا کے
خلاف کوئی قدم اٹھایا۔

تعویذ گندول کی مالعت

سرکارِ دارث پاک عشقِ الہی سے نرث رہتے اس لئے طبعاً — تلعین،
گندول، چلے، وظیفوں اور عملیات کے قطعی خلاف رہتے، خود فرماتے رہتے:

”ہمارا مشرب عشق ہے جس میں انتظامِ حرام ہے“ اور

”رضائی کے شامِ حقیقی کے سامنے سرخم کرنا فرضِ صیم ہے“

چنانچہ اپنے اسی مشرب کے مطابق آپ نے اپنے خرقہ پوشوں کو بھی سختی
سے بھی ہدایت فرمائی کہ:

”فقیر کو چاہئے کہ نہ گندول کرے۔ — نہ تعویذ دے۔ — !“

کیونکہ وہ اہلِ رضا، جو مخصوص اللہ کی ذاتِ خاص پر کامل توکل کرتے ہیں
ان کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ ذاتِ الہی کے مساوا دوسرا سے اسبابِ کاخیاں تک
دل میں نہیں لاتے اور محضِ راضی بہ رضائی کے الہی رہتے ہیں لہ
سے دعا میں ذکر کیوں ہو دعا کا
کہ یہ شیوه نہیں اہلِ رضا کا (حضرت مولانا)

درود شریف کی ہدایت

اگر کوئی شخص درود و وظیفہ پڑھنے کی اجازت چاہتا تو آپ عام طور پر صرف
درود شریف پڑھنے کی اجازت دیتے اور فرمادیتے کہ اللہ کے واسطے پڑھنا،
دنیا کے واسطے نہ پڑھنا، چنانچہ ایک مرتبہ قاسم جان صاحب افسکھ طولپیس نے
اصرار کیا کہ کچھ پڑھنے کی اجازت دے دی جائے — سرکارِ دالانے
درود شریف کی اجازت دے کے فرمایا:

” اللہ کے واسطے پڑھنا —— دنیا کے واسطے نہ پڑھنا ”
 ان سپکٹر صاحب اس وقت ڈپٹی کلکٹر نامزد ہونے والے تھے
 انہوں نے اسی لئے پڑھنا شروع کیا —— نتیجہ یہ جوا کہ ان سپکٹر سے بھی
 معزول ہو گئے۔

عرضیکہ ہر کس دنکس کو بجز درود شریعت کی اجازت کے اور کچھ پڑھنے
 کی اجازت نہیں دیتے تھے —— ایک پرانے مرید نے عرض کیا کہ :
 ” حضور ہمارا ایمان ہے کہ محبت ایک عطا فی نفس ہوتی ہے جسے محنت
 سے حاصل نہیں کیا جاسکتا —— لیکن کیا کوئی ایسا طریقہ بھی ہے
 کہ محبت نہ سی —— محبت الہی —— کی طرف دل کی رغبت
 ہو جائے؟ ”

آپ نے مسکرا کر جواب دیا :

” اگر محبت الہی کا بہت شوق ہے تو یہ درود شریعت کثرت سے
 پڑھا کر دو :

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَّاْلِهِ يَقْدِرُ حُسْنِهِ
 وَجَمِيلِهِ .

اس کے پڑھنے سے دل نرم ہو جاتا ہے اور محبت اڑکرنے لگتی ہے لہ

قرآن پاک سے محبت

سرکارِ دارالشیعہ پاک کو علم القرآن پڑھا عبور حاصل تھا، ساتوں قراءتوں کے مابر
 تھے خصوصاً مدینی اور مصری قراءتوں کا بہت شوق تھا، شروع زمانہ میں پورا کلامِ مجید
 روزانہ ختم فرمایا کرتے تھے تھے کہ سفر میں ایک کوس میں تین پارے اور دس کوس

میں پورا کلام پاک ختم فرمایا کرتے تھے۔ روزانہ بعد نمازِ ظہر باقاعدگی سے تلاوت فرمایا کرتے تھے، بچوں کے ختم قرآن پر جو دعویٰ دھام ہوتی تھی اس سے آپ بہت خوش شر ہوتے تھے لہ

محرم الحرام کا اہتمام

استانہ عالیہ میں محرم الحرام میں خیرات کثرت سے ہوتی تھی، منگار اور شربت کی سبیل جاری رہتی تھی، خاص طور پر اس ماہ میں آپ کلام پاک کی تلاوت بہت زیاد فرمایا کرتے تھے غم کی ایک خاص کیفیت آپ پر سہر وقت طاری رہتی تھی۔ نعزیوں کو دیکھ کر چہرہ انور کی حالت متغیر ہو جاتی۔ صحیح روایات کے ساتھ ذکر شہادت سن کرتے اور ایسے مرثیے بھی سنتا پسند فرماتے ہیں کہ بلا والوں کی شجاعت کا ذکر ہوتا مگر جب ماتم یا بین وغیرہ کا کوئی بند آجانا تو فرماتے ہیں :
 " یہ غلط ہے، وہ لوگ تسلیم و رضا بر قائم تھے ۔ ۔ ۔ "

گیارہ ہویں شریعت کا اہتمام

گیارہویں شریعت کی تقریبات سے آپ کو خاص رغبت تھی، خود اپنے یہاں گیارہویں شریعت کا اہتمام فرماتے تھے، اگر فاتحہ کے لئے کوئی شیرینی لاتا تو آپ خود فاتحہ دیا کرتے ہیں

میلاد شریعت میں قیام

میلاد شریعت کی محفلوں سے آپ کو سُنّتِ عطا، ضعیفی سے پہلے تو آپ الیٰ نورانیِ محفلوں میں خود چل کر شریعت یہے چایا کرتے تھے اور ۔ ۔ ۔ ذوق و

شوق سے سلام پڑھتے تھے — ادب سے قیام فرماتے تھے —
اس کے بعد آخر وقت تک آپ خود اپنے بیان مسیلا د کی مخلفیں منعقد فرماتے
رہے۔ ۳۰

آپ کے ذوق و شوق کو دیکھ کر آپ کے مرید باصفا خواجہ محمد اکبر دارثی نے
— مسیلا د اکبر — تصنیف کی جسے اللہ پاک نے وہ قبل عالم بخشتا کے
آج ہندو پاک کے بچپن بچپن کی زبان پہاں کی نعمتیں اور سلام سے
”یابی سلام علیک، یار رسول سلام علیک“
روایت ہے — آج تک نہ کوئی سلام اس قدر پڑھا گیا اور نہ سنائیا۔ ۳۰

طریقت کا ادب

سرکار دارث پاک کی پاکیزہ زندگی ادب کے مکتبے ہوئے چھولوں کا جیں
گلدستہ تھی چنانچہ آپ ساری عمر اپنے مولا کے حضور بادب رہے، زندگی میں نہ کبھی الٹی
پالتی مادر کر بیٹھے — نہ کبھی پیر پر پیر کھا — اور نہ ہی کبھی پاؤں پھیلاتے
بلکہ اکثر نماز جسیی حالت میں بیٹھے رہتے تھے — بہت کیا توانا!

ہاتھ سمارے کے لئے زمین پر پنیک لیا، نشست میں نہ کبھی زیر کر منڈل گانی —
ذہارے کے لئے ہپلو میں کبھی تکبیر کھا — انتہا یہ کہ آرام کی خاطر آپ نے
کبھی زمین سے پہنچنے تک نہ گانی اور ہمیشہ یہی ہدایت فرمائی کہ :

”مرید کی ترفی کا زیستہ ادب ہے“ ۳۰

اور — ادب یہ ہے کہ راہ طلب میں فقیر شنگے سراور شنگے پیر رہے !
چنانچہ آپ راہ طلب میں ساری عمر شنگے سراور شنگے پیر چلتے رہے، اس
سلسلے میں فرماتے تھے کہ :

سلسلہ مشکوٰۃ حقائقیہ — از فضل جیں دارثی ۳۰ نعمتیہ شاعری از ڈاکٹر فرمان فتحوری

سلسلہ مناج العشقیہ از مشید ادارثی

”جوتا، ٹوپی تو فقط آرام کے لئے پہنچتے ہیں اور فقیر کو تو آرام اور
نکلیعت برابر ہے“

چنانچہ آپ نے زہد و قناعت کی وہ شان دکھائی کہ آرام و آلام کا فرق
ہی سڑ گیا۔

آپ یہ بھی فرمایا کہ تھے کہ :

”خود بینی شریعت میں آداب بندگی کے خلاف ہے“

چنانچہ خود بینی و خودستائی کے خلاف آپ نے آداب بندگی اس
حد تک اپنایا کہ عاجزہ می و انکساری کی مکمل تصویریں نگئے :

ایک مرتبہ آپ کے ایک مرید نے عرض کیا کہ :

”میں اپنے کسی ذاتی کام سے اچھیر شریعت گیا تھا۔ مگر
جس کام کے لئے گیا تھا وہ کام بھی نہ ہوا اور ہو ٹول سے بیرے کپڑوں
کا بھس بھی چوری ہو گیا۔“

آپ نے جب یہ واقعہ سن لیا تو دریافت فرمایا :

”کیا اچھیر شریعت کے دراں قیام خواجہ صاحب کے سلام کو
بھی نگئے تھے؟“

مرید نے عرض کیا کہ :

”الیسی الحصنوں میں پہنسار ہا کہ درگاہ شریعت تک جانے کی فرصت
ہی نہ مل سکی۔“

اس پر آپ نے فرمایا :

”اسی بے ادبی کی یہ سزا می۔“

اس کے بعد آپ نے سمجھایا کہ :

” طریقت کا ادب یہ ہے کہ جس شرمیں اکیب رات بھی ٹھہرے
دہان کے مشهور اولیاء اللہ کے مزارات پر ضرور حاضری دینی چاہئے ”
خود آپ کا یہ دستور تھا کہ آپ جسیستی میں دار در ہوتے تو دہان کے اولیاء
کرام کے مزارات پر ضرور تشریف لے جاتے — نیز سبستی کے عام قبرستان
میں بھی فاتحہ پڑھنے ضرور جایا کرتے تھے اور
ایک موقع پر پشوی شریف پڑھتے ہوئے خصوصیات ادب کا ذکر کرایا تو آپ
نے اسٹاد فرمایا :

” ادب کا خاصہ بھی ہے کہ — آدمی و عده کرتا ہے تو یاد
رکھتا ہے — اور احسان کرتا ہے تو اسے بھول جاتا ہے ”

آدابِ محبت کے سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ :

” محبت کا ادب یہ ہے کہ معشوق کی جس چیز کو دیکھیے اچھی معلوم ہو ”

و ضعیداری

— اور بھی تلخ ہو گیا جیسا
و ضعیداری کا جب خیال آیا

سرکارِ وارث پاک نے و ضعیداری کے پر دے میں سخت سخت مجاہدہ
سرکیا پابندی و ضع کا یہ عالم تھا کہ جو بات ایک بار آپ سے سرزد ہو گئی پھر وہ ہمیشہ
کے لئے آپ کی مستقل عادت بن گئی جتنے کہ روز مرہ کی ذرا ذرا سی ہاتوں میں بھی و ضع
کی پابندی کا خیال رکھا اور ہر حال میں اپنے قول و فعل کو شہما کر اپنی و ضعیداری کا
ثبت دیا۔ اپنے اصولوں کی ڈبی سختی سے پابندی فرماتے تھے غرضیکہ اٹھنے، بیٹھنے
کھانے، پینے، نہانے، دھونے ہر کام میں سختی سے وقت کی پابندی کا لحاظ رکھتے تھے

حکی کہ سفر کے دوران بھی معمولات کی پابندی فرماتے تھے۔

و ضعداری کا چل

اپ اپنے مریدوں کو بھی وضع کی پابندی کی تلقین فرماتے تھے۔

چنانچہ جب کسی باہمیت مرید نے اس کی پابندی کی تو اپ نے اس پر لطف و کرم کی بارش فرمادی۔ چنانچہ اس سلسلہ کا ایک حیرت ناک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

عظیم آباد کے ایک دکیل محمد بھی صاحب دارثی ہمیشہ سے اپنے دستور کے مطابق مخصوص تاریخوں میں ٹڑی پابندی سے سرکار میں حاضر ہوتے تھے ایک مرتبہ انہیں مخصوص تاریخوں میں ان کی بیٹی کو ناگاہ بیضہ ہو گیا اور اس کی جان کے لاءِ پڑگئے مگر دکیل صاحب اپنی بیمار بیٹی کو اسی دگرگوں حالت میں چھوڑ کر اپنے گھر سے روانہ ہوئے اور دستور کے مطابق سرکار میں حاضر ہو گئے۔ دوسرے دن عظیم آباد سے ڈاکٹر اسد علی خاں صاحب کا تاریخاً ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ جب دکیل صاحب کی بیٹی کی موت کی خبر سرکارِ عالم پناہ تک پہنچی تو اپنے دکیل صاحب کو پاس بلاؤ کر فرمایا:

"دکیل صاحب! تم نے تو اپنی و ضعداری دکھادی۔ لیکن اکثر

مرضیوں کو سکھتے بھی ہو جاتا ہے اور تیار دار سمجھتے ہیں کہ مر گیا۔"

اس وقت تو حاضرین نے سرکارِ اقدس کی اس گفتگو کا مطلب نہ سمجھا مگر تیرے دن دکیل صاحب کے براذرستی۔ نواب سید احمد امام صاحب کا خط آیا کہ مر نے تکے چھوٹھنے بعد لڑکی زندہ ہو گئی اور اب اچھی ہے لہ اور یہ بالکل وہی وقت تھا جب سرکارِ عالم پناہ کی زبانِ اقدس سے حیات افروز

الفاظ صادر ہو رہے تھے

فقر و فرض

سرکارِ وارث پاک تمام عمرِ رضنی برضانے کے لئے رہے ہے۔ آپ فرمایا
کرتے تھے:

”محبوب کی شکایت نہ میں عشق اُقیانوس میں کفر جے“

چنانچہ — ”فقیر کو چاہنے کے ہر حال میں خوش رہے“

کیونکہ — ”معشوق کا تر سانا اور حجاب و عتاب بھی حجمِ فضل ہے“

اس سے — ”اپنی تکلیف کسی سے بیان نہ کرے۔ خدا سب سے بیخاہے“

اوپر پھر بھلنا — ”معشوق کی دی ہوئی تکلیف کے میتر آتی ہے“

اس سے — ”عاشق کو لازم ہے کہ مُرگٹ جائے مگر شکایت نہ کرے کیونکہ

قابل بھی تو غیرہ نہیں“

اپنے مریدوں کو آپ یہی سمجھاتے تھے کہ:

”تکلیف و راحت سب خدا کی جانب سے ہے تو پھر شکایت کس

کرو گے؟“

اور خود زندگی بھرا پ کا یہ عمل رہا کہ:

”کبھی گرمی کی شکایت کی نہ سردی کا شکوہ کیا۔“

”کبھی صحت کی آرزو کی نہ کسی بیماری کا ذکر کر کیا۔“

کیونکہ آپ کا قول تھا کہ:

”عاشق کا منصب یہ ہے کہ معشوق کے آگے متسلیم خم رہے جنپیتال

کے ہاتھ میں مردہ بے اختیار ہوتا ہے“

اور — ”متسلیم و رضا تو جب ہے کہ کشید کو بھی خیر سمجھے اور خیر تو خیر ہی

ہے“

اپنے مریدوں کو آپ تعلیم فرماتے تھے کہ :

” معشوق کی جفا کو عاشق عطا سمجھتا ہے
کیونکہ — ” رضا کے یار عاشق کا ایمان ہے ”

خدا آپ نے اپنی تمام زندگی میں کبھی غشا کے الہی سے اختلاف کا اشارہ تک نہ کی
حتیٰ کہ دعا اور بد دعا تک سے احراز فرمایا ہے

” مانگ زاد بنا داں ذر اس سمجھ تو سہی
شکایتیں میں یہ کس کی دعا کے پردے میں

تعلیم و رضا کے معیار کو آپ نے اس قدر بلند فرمایا کہ ارشاد ہوتا تھا :

” فقیر کو چاہئے کہ اللہ سے بھی نہ مانگے — کیا وہ نہیں جانتا جو شہرگ
سے بھی زیادہ قریب ہے ”

سچ دنایا ہے

نگہ یار کے مخصوص اشادر دل کے سوا
ذمہ عشن میں ہے کفر نہ ایمان کوئی

اپنے فقیر دل کو آپ دنیل سے بے نیازی کا سین دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے :

” فقیر کو کسی سے ناخوش نہ ہونا چاہئے اس سے مطلب نہیں کہ اس سے کوئی خوش
جسے یا ناخوش ”

کیونکہ — ” عاشق نہ تعریف سے خوش ہوتا ہے نہ طامت سے رنجیدہ ”

سطرح — ” عاشق سب کو جھوڑتا ہے تو یار سے ملتا ہے ”

اوہ پسج تو یہ بھے کہ — فقیر و دہنے چس کے پاس سوانسے خدا کے کچھ نہ ہو ” لہ

آفتاب پر لایت کا نورانی سری پاپ شرف

کتنے روشن ہیں وہ عارضن، کتنے شیریں ہیں وہ لب

راستہ کٹ جائے گا ذکرِ بستان کرتے چلو

چہرہ — کتابی، شکفتہ اور نورانی!

پیشافی — کشادہ، بینی بلند

دہن — تنگ ہونٹ گلابی، باریک اور
نازک جن پر سکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔

آنکھیں — عقابی، شرسی اور شرابی "جیسے دکوڑ کے پیاسے۔"

پلکیں — دراز جیسے چہرہ انوارِ النبیہ کی جلیں۔

وائٹ — نہ بہت چھوٹی، نہ بڑی سے بلکہ متوسط جیسے سچے موئیں کی چمکدا
لہیاں۔

ہر کے بال — بل کھدائے ہوئے، چمکدار کبھی زرد گوش کبھی شانے تک۔

چیلیاں — گمانہ اور پر گوشت۔

انگلیاں — لبی لمبی پیلی سیلی۔

ہاتھ — لانبے۔

شانے — گول۔

سینہ — آئینہ کی طرح صاف و شفاف۔

گردن — نہایت خوش نہادی۔

سر بارک — سب میں سر بنند۔

بھولیں — دراز، محاب دار۔

پئے بارک — متوسط۔

قوسے — مچھول کی طرح زرم نازک آئینہ کی طرح صاف، شفاف تھے۔

ہاتھوں کی انگلیوں کی مجموعی ہیئت — پنجہ شیر کی ماں۔
قدر عن — بلند بala، ہر مجھ میں سر بلند رہ ہے والا۔
تمام اعضا — مجموعی طور پر نہایت ہوزوں، مناسب اور سڑوں، انور کے سلپنے
میں ڈھلنے ہوئے۔

شخصیت — نہایت پرکشش، موثر اور مرجوب کن، کبھی حبلاں الہی کا نمونہ،
کبھی جمالِ خداوندی کا آئینہ۔ لہ

پائے مبارک — نازک بھول، شفاف آئینہ

سیدنا دارث پاک کے بارے یہ مشہور تھا کہ تمام دنیا کا پیغمبر سفر کر رہا
مگر نہ پاؤں میں گھٹا پڑا، نہ تلوے کھرد رہے ہوئے بلکہ آپ کے پاؤں کے تلوے
ماں کی گود میں رہنے والے پیچے کے تلوے سے بھی زیادہ ملائم تھے۔

جیسے نازک بھول، شفاف آئینہ — آپ دور دراز کا پیغمبر سفر کرتے ہوئے
والپس آتے تو پائے مبارک صاف شفاف دیکھ کر لوگ حیران رہ جلتے لہ

بارہا امتحانا آپ کے راستے میں پانی پھیلایا کر کھپڑ پیدا کر دی گئی اور آپ کی نشت
گاہ پر سفید فرش نہچا دیا گیا مگر آپ کھپڑ پر سے شنگے پاؤں پل کر جب سفید پامنی پر پیچے
تو اس پر مطلع کوئی داع و دھبہ نہ آیا۔ لہ

چنانچہ اسی قسم کا ایک واقعہ بیج آباد میں پیش آیا — جب آپ بیج آباد
نشریت لے گئے تو جوش بیج آبادی کے والد بزرگوار — بشیر احمد خاں دارثی
نے ہدی عقیدت سے آپ کو اپنے یہاں مٹھرا بیا اور اپنے خاندان داول کو آپ سے
بیعت کرایا — اس کے بعد بیج آباد کے تعقلدار محمد احمد خاں صاحب دارثی
نے باصرہ آپ کو اپنے مکان پر مدعو کیا چنانچہ جب آپ دہاں تشریف لے گئے

لہ سعادت دارثیہ از بوی فضل حسین دارثی
لہ حیات دارث از شیر اکھنوی لہ سید بخش از مرزا قاسم جان دارثی

تو ان کی مسٹرات نے یہ سن کھا تھا کہ سرکار پر انوار کے پاؤں خاک آؤ دنیں جوستے اور کچھ میں بھی صاف شفاف رہتے ہیں چنانچہ آزمائش کے لئے سفید چاندنی بجھا کر راستے میں پانی چھپ کوادیا —— جب سرکار عالی ذقار کچھ پر چل کر سفید چاندنی پر پنجھے تو گھردائے یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ چاندنی صاف شفاف تھی —— ذرا سادھت تک نہ آیا تھا —— اس وقت تشریف فرمائو کہ آپ نے صراحتا فرمایا:-

” فقروں کو آنے مایا نہیں کرتے ”

مریم باصفا محمد حمد صاحب تعلقدار کو جب اس جملے کی حقیقت معلوم ہوئی تو اپنے گھر والوں پر بہت برہم ہوئے لے لے
جنون کی آزمائش کرنے والوں !
محبت مادر اسے امتحان ہے (کادش)

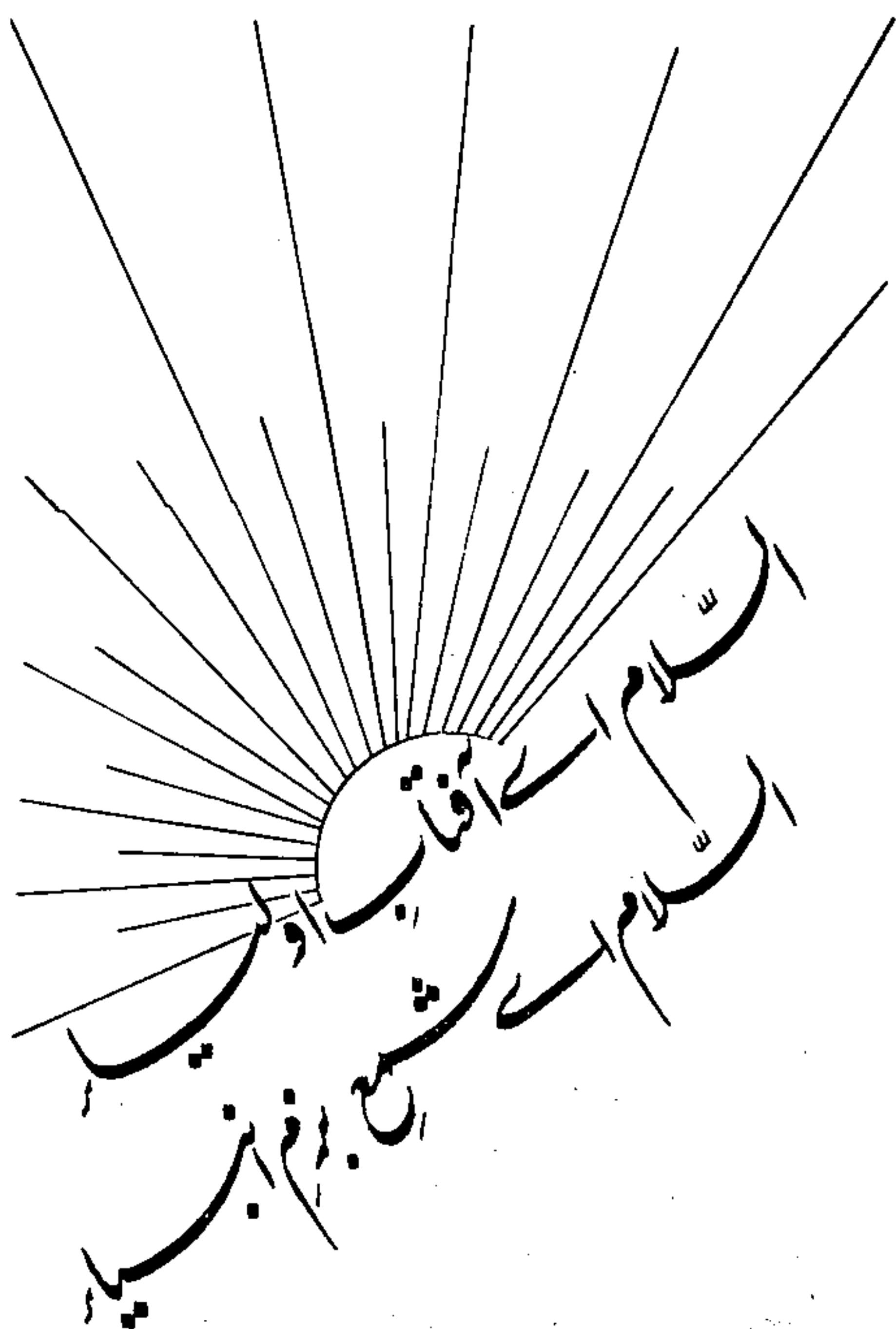
خوشبوئے سیادت

ایک خاص بات جو ہر وقت محسوس کی جاتی تھی وہ آپ کے جسم اطرکی —
خوشبوئے دل آدیز تھی جس کو دنیا کی کسی خوشبو سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی —
سیادت — کی اس مشکل بیز خوشبو کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ آپ کے جسم
اطر سے جو کچھ اچھو جانا وہ بھی اس خاص خوشبو میں روح بس جانا تھا، آج بھی اس
تیر خوشبو کا یہ اثر قائم ہے کہ مزارِ مبارک پر چڑھائی جاتے والی چادریں اپنی محل خوشبو
کھو کر اس خاص خوشبو میں بس جاتی ہیں جو آپ کے جسم اطر میں رچی لسی ہوئی تھی۔
موجودہ دور میں یہ رد مرد کام شاہد ہے ہے ۳۷

سلہ پیغمبر انعام از حیات و ائمہ بحثی — سلہ صارت دار شیعہ از مولیٰ نفضل حسین دارثی۔

مکھ کو باغ میں جانے نہ دینا

دیپسے شریعت میں عرس شریعت کے موقع پر درگاہ عالیٰ کے اُس پاس منون
مٹھائی، مصری، بتاشوں اور گنڈریوں کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں مگر تمام عرس گاہ
میں دور دور تک کہیں ایک مکھی بھی نظر نہیں آتی، یہ ہمیشہ کا تجربہ ہے کسی کو انکار کی
گنجائش نہیں — اور الیسا کیوں نہ ہو کہ آپ کا ہر سانس ذکرِ الہی سے مشکباز رہتا
او آپ کا بر لحم — یادِ الہی — سے پر بیار رہتا — آپ کی زندگی نفات
اور لطافت کا مکتا ہوا گلنے از خفیٰ۔ آپ کی حد سے فرزد لغاست پسندی کی یہ ایک ثابت شان



مسکار و ارث پاک کی شان علیسوی

عَلَمَنَاءُ أَمْتَنِي سَكَانِيَارِبِّي إِسْرَائِيلَ (المحدث)

ترجمہ: ”بیری امت کے علماء بینی اسرائیل کے انبیاء کی مثل ہیں“

یہاں علماء سے مرا دعا علماء حقیقی ہیں جو در حسل اولیا رکرام ہیں، وہ انبیاء سابقین کے قدم پر ہوتے ہیں یا ان کے قلب پر ہوتے ہیں — یعنی فطری طور پر وہ انہیں روحانی اقدار سے نسبت رکھتے ہیں جو انبیاء سلف کا طرہ امتیاز تھیں، چنانچہ جو ولی جس نبی کی فطرت پر ہوتا ہے، وہ اس کی روحانی اقدار کا وارث ہوتا ہے، اس وراثت روحانی کا اظہار دلی کی عادات و اطوار سے ہوتا ہے — اسی اصول کے مطابق حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت موسوی تھی اور سیدنا وارث پاک کی شان علیسوی تھی۔

چنانچہ حضرت علیہ السلام کی وضع قطع کے سلسلے میں احادیث میں منقول ہے:

”آپ کے بکاس میں زرد نگ کی دو چادریں بصورتِ احرام تھیں —

بال چپک دار اور تا بد و ش دراز — نگ صیبح، سرخی مائل —

ننگے سر، ننگے پاؤں — فرشِ فاک بستر — اینٹ یا پتھر کا

تکمیلہ زیرِ سرہ ہتا تھا —“

اس طرح حضرت علیہ السلام تحریر کامل کا نمونہ اور حقائقیت کا مجسمہ

تھے — یہی آثار علیسوی اور صفاتِ روح اللہی بصورتِ دیگر سیدنا وارث پاک

میں روشن نظر آتے ہیں چنانچہ سیدنا وارث پاک بھی زندگی بھر مجرد رہے ہیں ہمیشہ نہ میں

ہی کو اپنا بستر بنایا — کبھی نکیہ سرہانے نہ لگایا، راہِ فقر میں ہمیشہ ننگے سر اور

ننگے پاؤں چلتے رہے، زہر کامل کا نمونہ بن کر ساری زندگی ایک احرام میں گزار دی۔

اس طرح آپ نے اس اصولِ تصوف کو ثابت کر دکھایا کہ — ”امتِ محمدی

کے اولیا رکرام — انبیاء علیهم السلام کے آثار ہوتے ہیں“

یہ بات احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا:

”تم ابراہیم علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کی مثل ہو۔“

چنانچہ امتِ محمدی میں کوئی دلی شانِ عبیسوی کا حامل ہوتا ہے تو کوئی جاہ و جلالِ عبیسوی کا مالک ہوتا ہے! — کسی سے اوج و کمال ابہابھی طیکتا ہے تو کسی سے حسن و جمالِ یوسفی جھکلتا ہے — لیکن یہ سب در حملِ شانِ مصطفیٰ ہی کے مختلف کر شئے ہیں ہے

حسنِ یوسف، دمیری: پیر بینیا داری

آنچہ خوبیں بہرہ دارند تو تنہ داری

چنانچہ سیدنا وارث پاک اپنی مجموعی ہدیت کے لحاظ سے زرد احیاء میں ٹھوکس امتِ محمدی میں چلتے پھرتے شانِ عبیسوی کے منظہرِ تم دکھائی دیتے تھے۔



وصال حق

آخر عمر میں ضعیفی اور کمزوری کے سبب بیرو سیاحت تو موقوف جو چکی خنی گلاتا تھا
عالیہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا جس کا جی چاہتا بلار وک فوک سرکار میں چلا جاتا چنچو
فنچیو کے ایک مجددب دردش کی بیٹڑ رہا کرتی تھی :-

” یارو! ابھی دربارِ عام ہے — چلو! آستانے کا دروازہ
کھلا ہوا ہے — غقریب دربارِ خاص مرا پاہتا ہے —
دروازہ بند ہو جائے گا ॥“ لہ

چنانچا بیا ہی ۔ ۔ ۔ چند سے حکم ہو گیا کہ دروازہ بند رہا کرے ۔ ۔ ۔ اب
استغراق ہر وقت بھی طاری رہجنے لگا تھا سہ
اوگھٹ جو گی دہی گئی جو اپنی سدد بسراۓ
گیان رہے اور دھیان رکھے اور سنسختی خالی جائے (اوگھٹ شاہ وارث)
آخر ۱۹۰۳ء تک تو یہ نوبت ہنچی کہ استغراق ہر وقت محیت کی حد تک تجاوہ کر گیا
۔ ۔ ۔ آپ ہر وقت محیجاتی یاد رہنے لگے مگر اس گھر سے استغراق کے باوجود یہ بات
تعجب خیر ملئی کہ جب کوئی طالب حق آتا تو آپ جو شیار بوجلتے اور کامل رہنمائی فرماتے کہ
سائل کی تشفی ہو جاتی ۔ ۔ ۔ دین و دنیا سنبھال جاتی۔ آپ نے اپنی بے حد دبے حساب
ضعف و علالت کے باوجود تبلیغ و تلقین کو کسی دوسرا وقت کے لئے ملتوی نہ فرمایا۔ زندگی کے
آخری لمحات تک رشد و مذاہیت کا فرضیہ محیت ادا فرماتے رہے ہے
اس میکدے سے بھی ٹھیک ہے روحانیت کی ۔ ۔ ۔
اس میکدے سے کوئی بھی پیپسا نہ جائے گا

اس سلسلے میں نہ کبھی مرض کی شدت کا عذر کیا نہ کسی دکھ تخلیق کا اشارہ
تک فرمایا، ہر وقت بڑا طالب حق کو اپنایا۔ ویسے بھی آپ کا صبر و تحمل تو مشتوہی حق
چہرے کارنگ متغیر دیکھ کر لوگ آپ کا حال معلوم کرتے مگر آپ مرض کی اذیت کا انہصار
تک نہ فرماتے۔ ڈاکٹر حکیم لاکھ احصار کرنے مگر آپ اپنی زبان سے بیماری کی کوئی علامت
تک ظاہر نہ فرماتے۔ لیکن ہر ایک کے جواب میں صرف خداوند تعالیٰ کا شکر ادا
فرماتے رہتے ۔۔۔ اور لطفت یہ کہ اپنے تیمارداروں کو آپ خود تسلی دیتے اور
اپنی تخلیق کو بہر حال چھپاتے ۔۔۔ اور پھر دلداری کا یہ عالم کہ تیمارداروں
کی خاطر پر قسم کی دو ابھی پی لیتے ہاں کہ اس کا فائدہ معلوم ۔۔۔
آخر الامر استغراق کے سبب گفتگو تکتے ک فرمادی بخوبی: اگر خدا معرض کرتے کہ:-

”حضور! کھان اشناول فرمائیں۔“

تونا خوش بُکر جواب دیتے :-

”ابھی تو کھا چکے ہیں۔“

یا پھر یہ کہ نماز وقت پر ادا فرمائچکے ہیں پھر کچھ پر بہ بعد کسی باوہی نماز ادا فرماتے اگر
کوئی کہتا کہ :-

”سر کار نماز تو پڑھ چکے ہیں۔“

تو آپ فرماتے کہ :-

”خیر! پھر پڑھ لی تو تمہارا کیا حرج ہوا؟“ سہ

اس طرح ضعیفی کے آزاد اور بیماری کی اذیت کے عالم میں آپ نے اپنے
روشن عمل سے ثابت کر دیا کہ واقعی ۔۔۔ نمازومن کی آنکھ کی ٹھنڈک ہے
۔۔۔ اب جلا کون وارثی ہو گا جو سرکارِ والا کے استغراق کے عالم میں اس علی
ثبوت کے باوجود نماز کی شرعی اور ظاہری ادائیگی سے بہوش و حواس انکار کرنے کی

کرے گا؟

آخر ۱۸ محرم کی شب آپنی - سرکارِ دالا کی طبیعت ناساز ہونا شروع ہوئی پہلے نکام اور قدر سے حرارت ہوئی۔ خادمِ خاص نے پوچھا : — "سرکار کا مراج
کیسا ہے؟" — ارشاد فرمایا : — "الحمد لله! اچھا ہے!" ۲۰ محرم تک بھی کیفیت رہی، شب میں تاوید ذکر شہداء کے کربلا بطورِ خاص فرمائے رہے۔ دن بدن طبیعت زیادہ ناساز ہونے لمحے تو خدام کو فکر لاحق ہوئی۔ آخر ۲۲ محرم کو حکیم محمد عیقب درجمنگ سے بلائے گئے، سرکارِ دالا نے انہیں دیکھ کر فرمایا : —

"یعقوب! اب تو رہو گے"

حکیم صاحب نے عرض کی : — "حضور کی صحت یابی تک حاضر رہوں گا!" پس انکر آپ سرکار ائے اور فرمایا :

"احب! چلو ٹھہر دو"

حکیم صاحب نے باہر آکر بتایا کہ حضور کا یہ جملہ — اب تو رہو گے — اور — سرکار دینا — خالی از علمت ہنیں، میرے قتل کی لخت دگر گوں ہے۔

اسی دوران نواب عبدالشکور صاحب وارثی نے حکم دیا کہ ایک روپیہ سے کر ایک لاکھ روپیے تک دادا داد کے لئے کوئی مانگے تو فوراً دیا جائے، نواب صاحب خود بھی اپنے ہاتھ سے دو ایسیں کوٹنے پیسے میں اس طرح مشغول رہتے کہ اپنے کھلنسے پیسے تک کا ہوش نہ تھا، دن رات سنگے سر سنگے پرید و ڈدھوپ میں مشغول رہتے، دیگر معتقدین آستنے کی طبیعت پر غریب ایسی اناج بنانے سے کپڑے لفظیں کرتے کوئی نقد و پیہم خیرات کرنا اور کوئی بکرے ذبح کر کے صدقہ دیتا۔

غرض حسب توفیق دن رات یہی سلسلہ خیرات جاری رہتا۔

۲۴ محرم کو شرائط ائے سے حکیم سلطان محمود صاحب آئے۔

کبھی نہیں الیست
سرکارِ دالا کی نہیں مبارک دیکھی تو حیرت زدہ رہ گئے
پلٹنی کہ وقتِ آخر معلوم ہوتا اور کبھی ایسی قومی پلٹنی کہ صبیحی صحت مند تجویز کی نہیں ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ بارشِ انوارِ انی کے درمیان مشابہ حق میں یہ جنباتِ باطنی کی تحریکی
اور روحانی کیفیات کی تغیری پر پیری کے اثرات نہیں۔

۲۷ محرم کی شب کو بخار بہت تیز ہو گیا، تھرمیٹر لگایا تو ایک سو چار ڈگری
بخار تھا، تھرمیٹر دیر بعد پھر لگایا تو مخفی ۹۹ ڈگری حرارت رہ گئی، یہ دیکھ کر لوگ
حیران رہ گئے — اور لطف کی بات یہ کہ اس دگرگوں حالت میں لوگ
کثرت سے مرید بھی جو رہے تھے، تعلیم و تلقین کا کام بڑھ گیا تھا —
مگر یہ فرضِ محبت بھی جس دخوبی ادا ہو رہا تھا — اور اسی کے ساتھ
سادھو شدتِ مرض کی اس بے چینی میں بھی آپ کی انگشتِ شمارہ پرستو حملہ کرتی تھی،
کہ نہیں ہے بنده حق یا ملئے بھاں میں فراع

۲۸ محرم کو حالتِ ایسی نازک صورتِ اختیار کر گئی کہ منہ سے خفیتِ سی
آواز تک نکلناد شوار تھا — اسی دورانِ ایک ضعیفہ بیمار پر پسی کو آئی
اور تڑپ کر دیوی : — تیاں صاحب اب تو اچھے ہو جاؤ ।
یہ الفاظ کچھ اس قدر پر دردِ بھی میں اس عفیفہ نے کہ کہ حاضرین پر کیفیت
ٹاری ہو گیا — چنانچہ اسی وقتِ سرکارِ والانے سر مبارک کا لٹھایا —
محبت سے دیکھا — اور شفقت سے فرمایا :-

” گھبراو نہیں، بسم اچھے ہیں ! ”

اس طرح آن کی آن میں رندھی ہوئی آواز اس قدر بلند ہوئی کہ بہت افزای الفاظ
دوز کھڑے ہوئے لوگوں نے بھی بخوبی سنے اور وہ ضعیفہ بھی دور سے بلا میں
لیتی ہوئی مطمئن والپس ہو گئی — اس لطفِ خاص کے قریب جائیے کہ
ایسی نازک حالت میں بھی اپنے غلاموں کو تما بوس نہ لٹھایا۔

۲۹ محرم کو خلافِ امیر طبیعت بثاش ہو گئی — جبکہ سی نے

مزاج پر سی کی تو جسمستہ فرمایا :-

"ہم تو اچھے ہیں — (خدمات کی طرف اشارہ کر کے) یہی
دوگ کہتے ہیں کہ بجا رہ جو !"

طبعیت کا یہ رنگ دیکھ کر لوگ خوش ہو گئے، ایک دوسرے کو مبارکباد
دینے لگے، کوئی نقد خیرات کرتا، کوئی غلط تقسیم کرنے لگا، کسی نے جانور ذبح کیا،
کسی نے خوشی میں میلاد تشریف پڑھوا یا، کسی نے مساکین کو کھانا کھلایا —
چنانچہ اسی پر سرت دن کی یاد میں پھر چمیش کے نئے — پنڈت ویندار شاہ صاحب
وارثی — آستانہ غالیہ پر عمر بھر ہر سال اسی تاریخ کو میلاد تشریف
پڑھواتے رہے۔

آج وزیرستان سے نادر خاں نام کا ایک نوجوان آیا اور سرکار میں حاضر
ہو کر رونے لگا کہ مجھ سے حضرت نے وعدہ فرمایا تھا کہ — تین برس
کے بعد آنا، تمہیں فقیر بنا کر احرام دیں گے — یہ سن کر آپ نے آنکھیں
کھول دیں — اٹھ کر بیٹھ گئے — اس وزیری کی طرف کچھ غور
کیا — اور پھر لیٹ گئے — اور خاں صاحب موصوف سے
فرمایا — "جاو، آج نہیں — کھل آنا — "

کیونکہ تین سال کی مدت ختم ہونے میں ایک دن باقی تھا — ایسی نازک
حالت میں آپ کی ہوشمندی کا یہ عالم! اللہ اکبر! — بحال اس ساری گفتگو
سے تکان بے حد بڑھ گئی اور حالت دگر گول ہو گئی۔

چونکہ اس سے پیدے چکیم عبدالحمی صاحب کے علاج سے فائدہ ظاہر ہوا تھا
اس لئے انہی کو پھر بلایا گیا — مگر آپ کے چکیم صاحب جیسے ہی حاضر
ہوئے سرکار نے انہیں تیز نظر سے دیکھ کر فرمایا :

"اب تم چھے جاؤ!"

یہ سنتے ہی چکیم صاحب مست ہو گئے — حضوری سے انکھ کر چلے، پیر کر کیں

رکھتے تھے اور کہیں پڑتا تھا۔ انہیں سرخ سرخ اور مدن چورچو بنا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ حکیم صاحب غالی نہیں جا رہے ہیں۔ پھر کسی کے رد کئے سے حکیم صاحب نہ رکے، اسی حالت میں فی الفور قشیر بینے گئے۔

۳۰ محرم کو سخت بیہنی رہی، اسی حالت میں ایک بوڑھے نانک شاہی فقیر ماضی خدمت ہوئے، انہیں دیکھتے ہی آپ نے فرمایا :

” تم آگئے ۔۔۔ بیٹھو ۔۔۔ ! ”

آخر اسی حالت میں انہیں توبہ دا استغفار پڑھا کرہ مرید کیا۔ احرام عطا فرکرہ —
رسول شاہ — کا خطاب دیا اور رخصت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

” جاؤ! خدا کی رضا میں راضی رہنا، مر جانا، مگر ہاتھ نہ پھیلانا ۔۔۔ ”

اس تمام کارروائی کے بعد جونکان بھوئی تو غشی طاری ہو گئی

آخر کچھ دیر بعد نہایت دھمی آواز میں پوچھا :-

” کے نجے ہیں؟ ”

فادر نے جواب دیا : تم نجے ہیں — اس پر آپ نے معینی خیز الفاظ ادا کئے :

” ابھی بہت درجہ ہے ۔۔۔ ”

” مشکل گھوڑے کی نانگ ٹوٹ گئی ۔۔۔ ”

” بھیل آگئی ۔۔۔ ”

” چار نجے سوار ہوں گے ۔۔۔ ! ”

یہ سنکر لوگ سکتے ہیں آگئے ۔۔۔ بعض نے اس کا یہ مطلب نکالا کہ:

” مشکل گھوڑا ” — دراصل کالی رات ہے ۔۔۔ جس کی

نانگ ٹوٹ گئی ۔۔۔ یعنی رات اب ختم ہو رہی ہے! — بھیل

— سے مراد — سفر آخرت کی سواری ہے ۔۔۔ وہ آگئی ہے

یعنی دارِ بقا کے لئے روانگی قریب آگئی اور مرد انگی کے لئے — صبح چار نجے

کا وقت مقرر بوجے ہے ۔

غرضِ ختنی کی حالت طاری تھی مگر جب چل وائے وزیرِ اسلامی فان صاحب
حاضر ہوئے تو سرکار دا لائے معاون تکمیل کھول دیں۔ از مرہ گئے دعویٰ ہے میں سال کی بت
گدید شستہ رات ختم جو چیخی تھی اور آج چوتھے سال کا پہلا دن تھا جتنا چپ سرکار دا لائے
اسی نازک حالت میں اس وزیرِ اسلامی کو احرام عنایت فرمایا۔ دوپتی زبان مبارک
سے فقیر شاد کا خطاب عطا فرمایا اور بابت فرمائی کہ :-

” محبت کے راستے میں اگر مصیبت بھی پیش آئے تو اسے رب
کی عنایت سمجھنا اور اللہ کے ملسوں کسی سے سر و کار نہ کھنا ۔۔۔ جاؤ ।“
یہ آخری بدبایت تھی جو دیگری ۔۔۔ بس اب عالم مثال میں اس زبان
سے کسی کو تلقینِ محبت نہ ہوگی اور نہ اس دست کرہ سے کسی کو اب کوئی ”احرام“
عنایت ہوگا اور نہ ہی اس دہن مبارک سے کسی کو کوئی ”خطاب“ دیا جائیگا۔
چنانچہ یہ آخری الفاظ تھے جو قلیلیٰ آپ نے کسی کے لئے ادا فرمائے
اسی طرح یہ ۔۔۔ آخری بزرگ ۔۔۔ تھے جو قدم بوس ہو کر بارگاہِ وارثی
سے رخصت ہوئے ۔۔۔ اس تمام کارروائی کے بعد آپ پر غشی طاری
ہو گئی ۔۔۔ نقاہتِ انتہا کو پہنچ گئی ۔۔۔ شام کو تقریباً سات
بنجے آپ نے انکھوں کھولی اور غلاموں کو شفقت سے دیکھا ۔۔۔ انگشت
شہادت بلند کی ۔۔۔ اور جوشِ خردش سے فرمایا ۔۔۔
”اللہ ایک ہے“

گویا آخر دقت تک آپ نے توحید پرستی کا ثبوت دیا اور صاف صاف اعلان
فرمادیا کہ ۔۔۔ خبردار! اللہ کو ہمیشہ ۔۔۔ دحدہ لا شرک ۔۔۔
سمجھنا اور کبھی کسی کو اس کی ذات میں شرکیت نہ کرنا۔ رات کو تقریباً دس بنجے آپ نے
دریافت فرمایا ۔۔۔

”کیا بجا ہے؟“

حاضرین نے جواب دیا :-

” سرکار! دس بجھے ہیں! ”

اس پر آپ نے فرمایا :-

” فیض شاہ تیار ہو جاؤ ۔ ۔ ۔ چار بجھے ہیں گے ۔ ۔ ۔ ”

فیض شاہ نے پنج ماری :

” سرکار بجھے بیتے چلتے ۔ ۔ ۔ میں تیار ہوں! ”

اس کے بعد آپ نے پیر تقى خاموشی اختیار کر لی ۔ ۔ ۔ خلافِ معمول
آج سانس کی حالت ایسی ننھی ہے کوئی نورِ رُم کا ۔ ۔ ۔ لا الہ الا اللہ
کاذکر بالجہر کردہا ہو سے

کان کھول اونٹ سنو پیا ملن کی لگ

قُنْ تَبُورَه سانس کے تاروں بچ بہر کا مگ

اس سے پیشتر عمرِ بھر پہیشہ ذکرِ خپل رہا، ہرگز کسی کو کچھ پتہ نہ چلتا تھا
لیکن اب منزلِ جاناں قریب دیکھ کر راہِ محبت کے شکے ہوئے مسافر کے قدم
تیز تر ہو گئے تھے!

اسی اثناء میں یعنی کرشمہ نظر آیا کہ ۔ ۔ ۔ ایک سفید روشنی
صحن سے ہوتی ہوئی دالان میں آئی، معاشر کارہ دالانے نے اپنے دنوں ہاتھ کسی
نا دیدہ نہیٰ سے مصافحہ کے لئے بڑھا دئے ۔ ۔ ۔ سربراک کو اٹھانے
کی کوشش کی جیسے کسی مقدس سنتی کے استقبال کو اٹھنا چاہتے ہوں۔

اس کے بعد شب کے دربنجھے کے قریب اچانک بنوار اتھ گیا، ہاتھ پاؤں
سرد ہو گئے ۔ ۔ ۔ استئنے میں مکان کے صحن میں کھڑے ہوئے درخت
پر جگنوں کی طرح کچھ روشنیاں جگکر تی نظر آئیں۔ حاضرین ششدہ رہ گئے،
قریب بھی کھڑے ہوئے ایک بزرگ نے فرمایا :

” یہ رحمتوں کے نزول کا وقت ہے ۔ ۔ ۔ برکتوں کا درود ۔ ۔ ۔ ”

ہے۔ یہ اسی کی تجلیات ہیں۔ یہ دعا کی قبولیت کا وقت خاص ہے
جو مانگتا ہو مانگ لو۔ اور ذکر و اذکار کئے جاؤ۔

غرضک اسی قسم کی نورانی و ادانتیں گز رہی تھیں اور حکیم محمد یعقوب صاحب
سرکار اقدس کی بخش دیکھ رہے تھے اور لوگ بے ہی سے دریافت کر رہے
تھے۔ اب کیا حالت ہے؟ اور اس وقت چار بجک
تیرہ منٹ بورہ بھے تھے۔ ادھر حکیم صاحب نے جواب دیا۔
بخش بہت اپنی ہے۔ اور ادھر ایک دم بخش بند بوجائی۔
حکیم صاحب شش رو رہ گئے! ہاتھ پھینک دیا۔ اور رود کہ
فرمایا: سرکار کا وصال ہو گیا۔ روح پر فتوح
نے عالم بالا کی طرف پروانہ فرمائی۔ آناتھ دانا العیہ راجون لے۔

پس پڑا شد افتاب انڈھا جا ب

۲۴ اپریل ۱۹۰۵ء کو صبح وصال کا سورج طلوع ہوا تو اس کا بے نور پھرہ
زرد تھا۔ لوگ جیران تھے کہ آج سورج گرسن بھی تو زد تھا۔
دوسراء بجوبہ یہ کہ سورج کے درمیان ایک سیاہ پٹی صاف نظر آ رہی تھی۔
شاپیدہ یہ سیاہ پٹی سورج نے مسکن افتاب ولایت اللہ کی جدائی کے غم میں بازہلی
تھی۔ وہ غیرت خور شید آج عالم بالا کی سیر کر رہا تھا۔ اور
اس کا جسد خاکی۔ احرام میں لپٹا ہوا۔ آخری دیدار کے
لئے رکھا ہوا تھا۔

آخری دیدار کی لذت حاصل کرنے کے لئے لوگ پروانہ دار پہنچے۔

لئے حیات وادث اذ منع بیگ دارثی۔

اوپر گرے پڑ رہے تھے اتنے میں بہرا کا ایک تند و تیز جھونکا سائیں سائیں کرتا
بوا اندر دا غل ہوا جس میں آہ و بکا کی غیر مانوس آوازیں کوئی رہیں۔ اسی دن
پندوستان میں ججھے ججھے زلزلہ بھی آیا۔
وصال کے بعد ریخ روشن کی چک دمک دو بالا ہو گئی تھی جہرے پر
چار چاند لگ گئے تھے، چورا سی سال کی عمر میں صنیعی کی سکنیں معدوم ہو کر جنم
تدرست دتوان ہو گیا تھا۔

شب و صال کے بعد آئینہ تو دیکھا سے دو

ترے جاں کی دو شیر گل نکھرے آئے

چھوٹ جیسے جنم سے قدر تی خوشبو تک رسی تھی جو اس قدر تیز تھی کہ
جس کا ہاتھ یا کپڑا مس ہو گیا، اسی خوشبو میں بس کردہ گیا۔ — انوار د
تجدیات کا تو ذکر بھی کیا گو یا ایک نورانی چادر نے سارے ماحول کو ڈھانک رکھا
تھا، سینکڑوں حفاظ قرآن خوانی میں مشغول تھے، دو پہر تک چالیس چھاس بزار
آدمیوں کا ہجوم ہو گیا اور پھر درود زدیک کے ملحق مکامات عورتوں اور مردوں سے
بھر گئے بھل سڑکیں، سب راستے آدمیوں سے پڑے پڑے تھے، بستی سے
بامہر تک میدان میں میدہ سارگا ہوا تھا جنکی کہ جمیع اس قدر جڑو گیا کہ جنیش کرنے کی
گنجائش باقی نہ رہی، ہجھو شخص جس جگہ تھا وہیں چینس کر رہا گیا، انتہا یہ کہ آدمیوں کی
بھیر کی وجہ سے آئنے کے اکد رہے میں اندر ہمراہ ہو گیا، دن کے وقت متعدد
شہداں اور لاٹیںیں روشن کرنا پڑیں، اس کے ساتھ اب یہ خطرہ بھی ہے یہ ہو گیا کہ
اگر جنازہ شریعت باہر نہ لا گیا تو ہزار ہاشماقان دیدر نہیں ہو جائیں گے، اس لمحہ
کو سمجھانے میں درگاہ کی انتظامیہ لا چارا اور علاقہ کی پلیس نے نظر آرہی تھی نظام عالم
درہم برہم ہو چکا تھا، الیسی صورت میں صفت بندی کا انتظام کو ان کرنا اور کعبہ کی سمت کا

تعین کیسے ہوتا؟ — اسی عالم میں جو آدمی جس رخ کھڑا تھا وہیں — اُقْبَرِیٰ
بِمَذَّالِمَام — کہ کرنیت باندھ لی سے

کھا چاروں طرف اسی کا حبودہ
کبھوں لاش ہماری قبردُو کی
جنازہ پیچ میں اور بہ طرف سے نازبوں کا حلقة! — گویا — قطبیت
کی شان اور کعبہ کی عظمت انکھوں سے دکھادی — کیونکہ نہ "قطب" اپنی
جگہ سے ہوتا ہے اور نہ ہی کعبہ اپنا مقام چھوڑتا ہے ظع
دیوے کو تم نے قبلہ دیں کعبہ بتا دیا
دیواروں، کوکھوں اور درختوں پر بھی نمازِ جنازہ ادا کی گئی ہے
ملتِ عشق از سہر جدا است
عاشقان را مذہب و ملت جدا است

ہر چہار طرف سے آنے والے مریدوں کا سلسلہ ختم ہونے میں نہ آتا تھا
چنانچہ باقیماندہ اشخاص نے مختلف مقامات پر سترہ بار نمازِ جنازہ ادا کی، مجمع
کی کثرت کے سبب جنازہ اٹھانے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا اور پھر آپ کا
ارشاد بھی تھا کہ :

"فقیر کا جس جگہ استقال ہو وہی دفن کروں" لہ
چنانچہ بعد نمازِ جمعہ فرشِ خاک سے محبت کرنے والا، ابو زاب کا لاؤ لا اسی جگہ
مدفن ہو کر پردہ خاک کے دیچھے دونق افزوجا سے
ہے بے محابا ہو اگر حسن تو وہ بات کہاں
چھپ کر جس شان سے ہوتا ہے نمایاں کوئی

لہ حیاتِ دارت از غیرِ منعم بیگ دارتی
لہ مناج العشقیہ از شید اوارتی -

لہ حیاتِ دارت از

دفن کے بعد بھی یہی صورت رہی کہ ایک پر ایک مٹی دینے کو گرا پڑتا تھا،
غرض کر وقت عصر تک مٹی دینے کا سلسلہ جاری رہا۔ ہر چہار طرف سے آدمیوں
کے گردہ پر گردہ چلنے آتے تھے، بہت سے ایسے عاشقِ زار آئے کہ قبرِ شریف
کو دیکھ کر ہیوشن ہو کر گر رپے اور بہت سے عاشقِ قبرِ شریف سے لپٹ لپٹ
کر زار و قطارہ دتے تھے۔

دوسری طرف سینکڑوں حفاظاتی الصبح وصل ہی کے وقت سے تلاوت
قرآن میں مشغول تھے۔ اسی کے ساتھ ساتھ آس پاس کے علاقوں میں دو روز دور
تک حفاظات اور قرآن خوار حضرات کو فاتحہ سوئم کی اطلاع بھی پہنچا دی گئی تھی چنانچہ
شام ہی سے مزید ہزار ہا حفاظ کا جو جم جنمے لگا، سینکڑوں شمع دان جا بجا رہ شیخ
کر دئے گئے، رات ہی سے قرآن خواہی کا نیاد و رسمی شروع ہو گیا، صبح جو نے
ہوتے ایک ہزار کلام مجید پڑھائے گئے۔ دوسرے دن نو⁹ بجے صبح "قل" شروع
ہوا، پندرہ بیس ہزار جاں شاروں کا کثیر مجمع تھا، ہزاروں مریدوں نے شیرینی اور شربت
پیش کیا، محفل میں شربت کے سینکڑوں گھنٹوں اور منوں مہٹائی کا دھیر لگ گیا،
قل پڑھنے کے نوراً بعد جب سلام عاشقانہ پیش کیا گیا تو محفل میں کرام تمحک
سلام میں وہ سونہ و گداز تھا کہ جسے سن کر عاشقوں کے کلیجے سینے سے باہر نکلے
پڑتے تھے لہ

سلام عاشقانہ

| | |
|------------------------|--------------------------|
| سلام اے ببل گلزار وحدت | سلام اے قمری مرو حقیقت |
| سلام اے شیخ بن مصطفیٰ | سلام اے نور حسین مرقبانی |
| شبیر مرتفعی شان پیغمبر | ایوب شکر مسیدانِ محشر |

لہ حیاتِ وارث از صنم پیگ

سلام اے درج نہ راجانِ شہین
 بھارِ گلشنِ کونینِ تسلیم
 سلام اے شریحِ رمزِ من رآنی
 سلام اے والی دوستِ ہمارے
 سلام اے خسر وِ اقیم عرفان
 سلام اے شیخِ عالم غوثِ درواں
 سلام اے کشتیِ دل کے شکھیاں
 تمہارے روضۂ انورہ کو مجرے
 مری آنکھیں تصدق جالیوں پر
 کلس پر روضۂ قربان جاؤں
 میں اس ارضِ مقدس پر ہوں قرباں
 دلِ مجوزِ لائے تاب کب تک
 میں صدقے میبھی نہیں سوئیا لے
 اٹھائے سر و خرام جانِ بیدم
 بھارِ گلشنِ ایمانِ بیدم

اس محفلِ قل کے بعد بھی روزانہ شب و روز مزارِ اقدس پر سینکڑوں قل اور
 مسیلا و شریف ہوا کئے، جو بھی خادم یا معتقد آتا تھا وہ حرب توفیق قرآن خوانی
 یا مسیلا و شریف کرا کے قل کرتا تھا۔ ایسی مجلسوں میں حضرت منعم بیگ وارثی کا یہ
 سلام پڑھا جاتا تو کچھ منہ کو آتا اور سرکار کی حیاتِ طیبیہ کا پورا نقشہ
 آنکھوں کے سامنے کھینچ جاتا تھا :

حدیکہ سلام

السلام اے دارثِ عالیجہاب جانِ جانِ مصطفیٰ دبو تراب

خاص تصویر حسن شانِ حسین
 حاجی و حافظ شہر وارت علی^۱
 سیجھے مقبول بندوں کا سلام
 رُخ دکھادتے ہیں بھر خدا
 نظرے نے جب عشق سے تم یوں نہ ان
 دین دنیا میں نہ تھا کچھ بھی الٰم
 وہ عنایت وہ محبت آپ کی
 یاد ہے ہم کو متساری ہر ادا
 پھرنا آنکھوں پر تھا اکثر شعار
 نیچی نظروں سے وہ کرنا بات کا
 بات کرنا دوسروں پر ڈھال کر
 انھوں کے ہونا خود بغلگیر آپ کا
 فرطِ الفت سے وہ لپٹانا تما
 چنگیاں لینا وہ زانو پر کبھی
 جاؤ بیٹھو پھر ملاقات ہوئے گی
 لوٹ جانا کیوں نہ دل عشق کا
 تھیں ادا میں آپ کی سب دلبا
 پیچ اک اس کا گھٹے میں ڈھال کر
 کیا کیوں اس وقت کا انداز و ناز
 اللہ اللہ کیا تھی شانِ حق نما
 سچ تو یہ ہے رنگ بھی کچھ اور تھا
 پر نہیں ہے ذات کو تیری فنا
 لا یمُوتُ، اولیاء کی شان میں

السلام اے ناطہ کے نورِ عین
 السلام اے واقفِ شری جلی
 در پر حاضر ہیں تمہارے یہ غلام
 دیر سے دیتے ہیں دا جڑھی پر صدا
 ڈھونڈتی ہے آنکھوں دو روزان
 تھا برائ پر آپ کا لطف و کرم
 یاد ہے ہم کو وہ شفقت آپ کی
 ترجمی نظریں، وہ نگاہ جان فرزا
 لب لگا کر انگلیوں پر بار بار
 سکرا کر منہ پر رکھنا ہاتھ کو
 گوشہ تھبند منہ پر ڈال کر
 آگیا جب کوئی دلگیر آپ کا
 پاس اپنے اس کو بھسلانا تما
 مارنا گھونسا وہ زانو پر کبھی
 پھر یہ کہنا تم تو ظہرو گے ابھی
 تھا عجیب حسن عمل اشناق کا
 کوئی کس کس بات پر بودے فدا
 سر سے چادر کا وہ گھونگھٹ مار کر
 پھر کھڑے ہستے تھے جب بھر فماز
 ہوتی تھی وہ بھی نہالی اک ادا
 ہائے کیا وہ وقت تھا کیا دو رتھا
 گرچہ یہ دنیا ہے بے شک لا بغا
 حق کا ہے ارشاد یہ قرآن میں

اے مرے دارث میرے آفگا محل خزر دوراں، ہادی رہا و سبیل
 کوئی صدمے، ہجر کے کبک سے کب تک خرمنیط، کب تک چپ رہے
 حال اپنا کیا کہیں تم سے حضور میں سراپا پر گناہ دپے قصور
 تو شہ عقبے نہیں کچھ سانحہ ہے اب ہماری لاج تیرے ہاتھ ہے
 ہے بھروسہ دستگیری کا تری دو جہاں میں آبرد رکھیو مری
 یہ تو ہے پورا ہمیں بشیک یقین آتے ہو تم خود بوقت واپسیں
 قبر سے لے کر کے تار روز نشور یاد رکھیو ہم غلاموں کو حضور
 آسراسب کا ہے تم پر اسکتھا
 ہو وہ سلطان یا کہ منعم یا گدا

گاگر شریف

گاگریں آئیں مرے سلطان کی قبلہ دیں کعبہ ایمان کی
 خوٹ وابدال زمانہ سانحہ ہیں گاگر آئی قطب ہندستان کی
 خوش عالم خواجه دارث علی تم پر رحمت ایزد سیجان کی
 اے حسین ابن علی کے لاد لے لئے خبر مجھ بے سرو سامان کی
 بیدم ان پر سو دفعہ شربان ہو
 ان کے آنکے کیا حقیقت جان کی (بیدم شاہ دارثی)

خبر و صالِ پاک

سید نادر ث پاک کے وصال کی خبر دیتے ہوئے اخبار —
”البشير“ میں اسلامیہ ہائی اسکول اٹاؤہ کے بانی اور آزاد خیال صحافی خان بیاؤ
مولوی محمد بشیر الدین صاحب نے لکھا ہے کہ :

” حاجی صاحب کی ذات با برکات اس امر کا بدیہی ثبوت
نہی کہ بار شاہوں کے ذریعہ سے — علماء کے
وعظ و پند سے اس قدر اثافت اسلام ہوئی جتنی صوفیا کے کرام
کی بدولت ہوتی — !“ لہ

لہار بروگ

سکھی بن سیناسونوں
گھر بابر ہند دلوا
سادن آئے پیا گھر ناہیں منہ کو آدمے کریجوا
دیکھ دیکھ ہند دلوا کی لہریں جیسا راستہ ہلور دا
سکھی بن سیناسونوں

بذرکی گرج بجز پاکی چشم سے دیکھ کے جائز دا
داور مور کوئی پاگرے پہیا کرتے کلپیلوا
سکھی بن سیناسونوں

چھائے سو ہاگ کی سو بجا پیدا کو کے رح پاں مہندوا
کا پر کر دل سنگھار میں پیدا کا پر ڈار دل پھیلوا

سکھی بن سیناسونوں
گھر بابر ہند دلوا

لہلہ البشیر، اٹاؤہ، مطبوعہ ۲۴ اپریل ۱۹۰۵ء

اخت مہمیہ

آلَّا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْرَجُونَ۔

(ترجمہ:- بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی ملال !)

حتیٰ کہ اولیاء اللہ کو موت کا بھی خوف دخطرہ نہیں ۔۔۔۔۔ بھلا موت

ان عاشقانِ الہی کا کیا بگاؤ سکتی ہے سہ

موت کیا آکے فقروں سے تجھے یعنی ہے

مرنے سے آگے ہی یہ لوگ تو مر جاتے ہیں ۔ (درد)

کیونکہ اولیاء اللہ ۔۔۔۔۔ مُؤْمِنُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوْتُوا (ترجمہ: مر جاؤ موت

سے پہلے) کے مطابق جیسے جی مر جاتے ہیں، اس لئے وہ بجا طور پر ۔۔۔۔۔

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ طَبَلٌ أَحْيَا رُدَّةً لِكُلِّنَ لَلشَّعْرُونَ۔

(ترجمہ:- جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے جلتے ہیں انہیں مردہ مت کو بکہ وہ تو

زندہ ہیں مگر (تمہیں ان کی زندگی کی عظمت کا) شعور نہیں) ۔۔۔۔۔ اس لیے شریفہ

کے مطابق اللہ کی راہ میں خبر تسلیم و رضا سے قتل ہو کر زندہ جاوید ہو جلتے ہیں،

محبوبِ حقیقی کی ہر ادا پر مرستہ والے عاشقانِ الہی اسی لئے ۔۔۔۔۔ شہید ناز

۔۔۔۔۔ کہلاتے ہیں سہ

کشتگانِ خبر تسلیم را

ہر زماں از غیب جان دیگارت

(ترجمہ:- محبوبِ حقیقی کے حضور تسلیم و رضا کے خبر سے قتل ہونے والے عاشقون
کو ہر لمحہ غیب سے نبی زندگی عطا ہوتی ہے !)

چنانچہ آفتابِ ولایت سیدنا حاجی دارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے راہ
عشق میں مر جانے کے سبب ۔۔۔۔۔ حیاتِ جاوید ۔۔۔۔۔ پائی

ہے —— وہ زندگی کی —— بہار بے خزان —— بن کر زمانہ
پر چھا گئے ہیں —— اس طرح زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہو کر جہاں
چاہتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں بحکم الٰہی تصرف فرماتے ہیں —— یہ شرہ
ہے راہِ خدا میں ان کی دالہانہ قربانی اور مخلصانہ ایثار کا —— ! یہ انعام ہے
ان کی خوبی تسلیم و رضا کا جذبہ عشق و وفا کا —— !

عاشق صادق ہونے کے سبب آپ کا ہر سانس —— ذکرِ الٰہی —
سے مشکل ہوتا اور آپ کا بربار لمحہ —— یادِ الٰہی — سے گلنا رہتا۔
حقیقت یہ ہے کہ —— عشقِ الٰہی — آپ کی زندگی اور —— ”صلی
الٰہی آپ کی زندگی کا مقصدِ وحید ہتا ! —— آخر الامر اپنا مقصدِ زندگی پا کر آپ
و اصل حق —— ہو گئے —— اس طرح اگر چہ ظاہری نکلنے
صورتِ جباری مادی آنکھوں سے روپوش ہو گئی کیونکہ آپ جوابِ عظمت میں چلے
گئے ہیں —— مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھ لیا چاہتے کہ حضرتِ دالا کی
ذاتِ پاک واقعی ہم سے دور و مستور ہو گئی ہے
و سمجھو ہم کو محسوسِ نظراء وہ حساب بھی نکالوں کے قریب ہے
یہ دیکھو سبھج ہے کتنی منزد یہ دیکھو چاندنی کتنی حسین ہے
حقیقت یہ ہے کہ قیودِ عالم کے اس مادی جاں کو توڑ کر آپ اس نقطہ سرمدی سے
مل گئے ہیں جو کل کا مقصدِ حقیقی ہے

نقے نورِ خدا، نورِ خدا میں ہوئے شامل

کیا مرتبہ قرب ہوا آپ کو حاصل
کیا راہِ تھی ہوتے ہی روایں آگئی منزل
نقطے کی طرح دائرے میں ہو گئے داخل

ممکن نہیں اب سورج جدا ہو لیپ جو نہ سے

کیا رنگ ملائیں میں بول گئی ہو نہ سے

(حضرت امیر پیائل)

حق یہ ہے کہ جہاں حق ہے وہاں آپ ہیں کیونکہ آپ کا درجہ فانی فی اللہ کا تھا،
آپ کا مقام — باقی باشہ ہے — اس طرح آپ حق تعالیٰ کے ساتھ
زندہ و تابع نہ ہیں، عشق و حقیقی کے انوار سے اگر نفس کی مادی کشافت دوڑ کی جائے
تو — روحانی بصارت — سے اب بھی ہر جگہ جلوہ وارث نظر آئے گے

میں زیرِ مزار، خوابِ راحست میں حضور
اب بھی ہے مگر فیضن سے عالمِ معمور
یہ صریحی ہے عین اعلان ظہور
فانوس میں شمع، ساری محفل میں نور

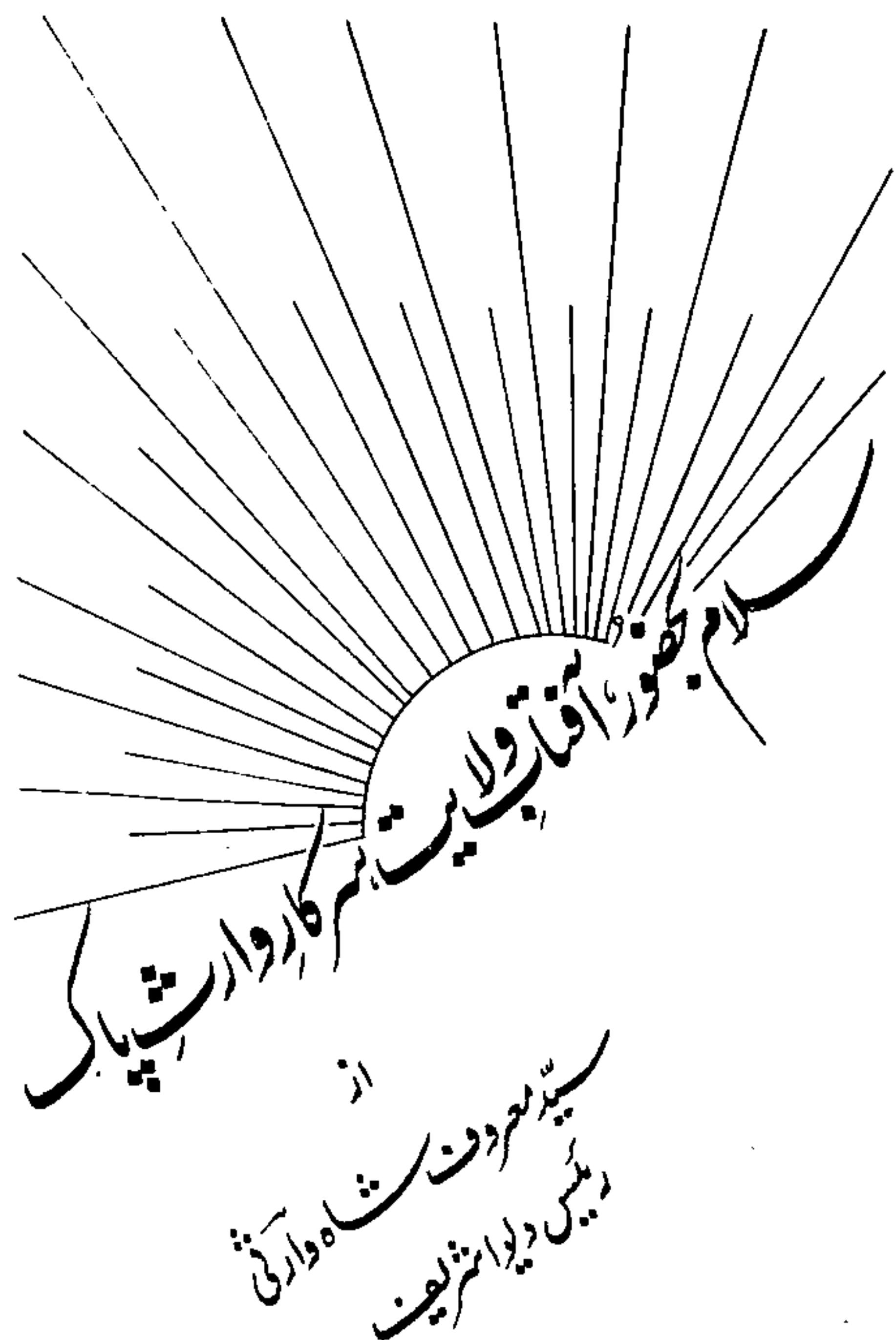
(امیرِ میانی)

لکوں کوہ ہے خوشید جہاں تاب کا دھوکا
ہر روز دکھانا ہوں میں اک داع غنہاں وہ

آفتابِ ولایت

(حصہ دوم)

پروفیسر فیاض کاوش وارثی



سلام

السلام اے مونس و عنخوارِ ما
 السلام اے دلبر دلدارِ ما
 السلام اے جانِ ما، حب نانِ ما
 السلام اے دینِ ما، ایسانِ ما
 السلام اے درجِ کین، روئے تو
 السلام اے روحِ جانم، بوجے تو
 السلام اے منزلِ ما، کوئے تو
 می کشد آں خبیرِ ابردے تو
 السلام اے ابرِ رحمتِ السلام
 السلام اے بحرِ شفقتِ السلام
 السلام اے قوتِ ادرِ اکِ ما
 السلام اے مرہم و تریاگِ ما
 السلام اے دردِ تو مارا دوا
 خاکِ پایت بہر ما خاکِ شفا
 السلام اے ماہِ تاباںِ السلام
 السلام اے شاہِ خوبیاںِ السلام
 السلام اے داریشِ عالم پناہ
 السلام اے بے کنالِ انکیہ گاہ

اسلام اے چارہ بے چارگاں
 اسلام اے مریم دل خستگاں
 ما کب و تو کب ، ذکرت کب
 اللہ اللہ نسبت شاہ و گدا
 بادشاہ آبروئے ما توئی
 جانِ ما ہم گفتگوئے ما توئی
 دارثا ! بنا جمالِ خوبیشتن
 رسم کن بر ما بحقِ خوبیشتن
 قصہ معروف نگیں اے صبا
 دارسال در حضرت سلطانِ ما

کن فنا در ذات خود مارا تمام
 ختم شدایں قصہ اکنول دا اسلام

سلسلہ وارثیہ کی ترویج و ترقی

خاندانِ دارثیہ کے سلسلے میں یہ سعیدہ زیرِ چشت رہا ہے کہ جب صاحب سلسلہ حاجی وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو اپنا خلیفہ و جانشین بنا�ا ہی نہیں تو پھر یہ سلسلہ عالیہ آئندہ کس طرح جاری و ساری رہے گا؟ اور آنے والی نسلوں کو سلسلہ وارثیہ میں فسک کرنے کے لیے کیا طریقہ کار ہوگا؟ اس موقع پر بدگانی بھی پیدا ہو سکتی ہے کہ سلسلہ وارثیہ کیا سرکار وارث پاک کی ذات ہی پر ختم ہو گیا؟ — اور آئندہ کے لیے کیا اس سلسلے کو جاری رکھنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی؟ — نہیں الیا ہرگز نہیں! ان بے بنیاد شبہات کو دور کرنے کے لیے صرف اتنی بات سمجھو لینا کافی ہے کہ عشقِ حقیقی کے اندازِ نزاںے میں چنانچہ پہیاں شمع کی ذات ہی پر والوں کا مرکزِ حیات رہی اور عشق کی ذات ہی تمام عاشقون کی منزلِ مرادِ مطہری — البتہ اس راہِ مہابیت پر لگانے والے آپ کے احرام پوش فقراء میں جو آپ کی زندگی میں بھی آپ کے نام پر بیعت لئے کے محاذ سخنے اور دور دور جا بجا سرکار کی طرف سے سلسلہِ رشد و پداشت پھیلا رہے تھے اور اس طرح لوگوں کو سرکار وارث پاک کا مرید بنا رہے تھے — چنانچہ جس طرح طالبین پہلے فیضیاب ہو رہے تھے، اب بھی برابر فیضیاب ہو رہے ہیں لہا اور اسی طرح قیامت تک سلسلہ جاری رہے گا۔

چنانچہ سرکار وارث پاک کی زندگی میں ایسے احرام پوش فقراء کے دست گرفتہ مرید جب سرکار میں پیش ہوتے تو سرکار والا اپنے ان

مریزوں کو دیکھو کہ بہت خوش ہوتے تھے اور بُرلاں کی بیعت کی توثیق کرتے ہوئے سب کے سامنے تصدیق فرماتے تھے کہ ۱

«سنوسنو اتم ہمارے مرید ہوئے، یہ ہاتھ اور وہ ہاتھا کیس ہے۔» ۲

اس سے ظاہر ہوا کہ اگرچہ زمانہ کی رسم و ردا ج کے مطابق اس ایلی سرکار نے ظاہر خلافت کو اپنے مخصوص مسلک و مذاق کی بنابر اپنے سلسلے میں پسند نہیں فرمایا مگر خلافت کی نعمتوں اور برکتوں سے اپنا حرام پوش فقیروں کو محروم نہ رکھا نیز حرام پوش فقرا کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دے کر دنیا میں بھی ان کی عزت بڑھائی، مزید اپنی دلی محبت کا اس طرح اظہار فرمایا:

”جس نے ہمارے فقیر کو خوش رکھا، اس نے ہم کو خوش رکھا
اور جس نے ہمارے فقیر کو رنج دیا اس نے بلا شک ہم کو
رنج دیا۔“ ۳

اور ایسا کیوں نہ ہو کہ حرام پوش فقرا بیار کے لباس میں ملبوس،
تصویر دارث ہیں، وارث کی سیرت دکردار کا آئینہ اور وارث کے داد ناز
کا مرقع ہیں تو پھر کیوں نہ ہر دارث کے بیسے قابل تقدیر اور لائق صدحراں ہوں
کے تجھ کو چاہوں ہیں تو یہ چاہنے والے کو چاہوں!

حرام پوش فقیر کا احترام

احرام پوش فقرا کا احترام ہر دارث پر لازم ہے کیونکہ وہ سرکار
وارث پاک کے چیتے اور نوازبے ہوئے ہیں اسی لیے ان کا ادب
بہر حال لحوظ خاطر کھنابے اذان کی ضروریات کا بہر طور پاس کرنا ہے۔ یہ
وہ فقیر ہیں جو لوگوں کے لئے احرام شریف میں اپنا تن چھپاتے
ہیں، کثرت کستھاں سے احرام پوسیدہ یا میلا ہو گیا ہو تو جو دارث دیکھئے
لازم ہے کہ اسے تبدیل کر کے حسب توفیق نیا احرام بدلو اسے کیونکہ وہ خود
اپنے منہ سے احرام کبھی نہ مانگیں گے۔

یہ وہ عاشقانِ باد فاہیں جو ترکِ لذات کر کے مخصوص فقر و فاقہ کو اپنا تو نہ
بناتے ہیں مگر غلامانِ دارث کا بس حال یہ فرض ہے کہ جب ان فقرا کو دیکھیں
تو انہیں راضی کر کے حسب استطاعت کھانا کھلائیں کیونکہ وہ بھوک کے مر جائیں
گے مگر خود بھی کھانا طلب نہ کریں گے۔

یہی وہ فقر اور دارث ہیں جو خواہشِ دنیا چھوڑ کر یار سے لوگاتے ہیں،
برچند کہ وہ دولت و حشمت سے بے نیاز ہوتے ہیں پھر بھی دارثیوں کو لازم
ہے کہ ان کی پھوٹی مولیٰ انسانی ضروریت کا خیال رکھیں اور اس کے لئے
انہیں پوشیدہ طور پر نذر پیش کرتے رہیں کیونکہ خود سوال کرنا ان کے مشرب
میں حرام ہے۔

اس طرح جس نے ان دارثی فقرا کو خوش رکھا تو بالیقین اس نے
سید ناصر کارِ دارث پاک کی خوشنودی حاصل کی اور جس نے سرکارِ دارث پاک
کی خوشنودی حاصل کی اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا ہے
وہ تو وہ ہے تمہیں ہر جا محبت مجھ سے
اک نظر تم میرا محبوب نظر تو دیکھو!

سلام علی آلِ یٰسین و لطہ ریاضِ محمد، پھارِ خدا مجہ
عجب ہے تری شان اللہ عزیز شہیدانِ الفت رہے مر کرنے ندہ
تری تینخ نکلی مسیحیت کے عالم

سلام علیک اے فروعِ سیادت نبوت کے دارث، امامِ ولایت
فضلِ مجھ پر حسنِ صباحت ملاحت زہے خجنماز دستِ نزاکت
کیا گرم خونِ تمنا کے عالم

(حضرت اعظم رحمی دارث)

ولادتِ ثانیہ

جب کوئی مرید صادق، خلوص نیت سے مرشدِ کامل کے ملکہ بیعت میں داخل ہوتا ہے تو مرید کے اس دورِ حبیدار کو طریقت میں ۔ ۔ ۔ ولادتِ ثانیہ ۔ ۔ ۔ کہتے ہیں اور :

۔ ۔ ۔ ”ولادتِ ثانیہ ۔ ۔ ۔ پیرِ کامل کی محبت نے غیب ہوتی ہے“ ۔ ۔ ۔

لیکن ”پیر کی محبت“، ”دنیا کی محبت“ کے منافی ہے چنانچہ :

”روح جب دنیا کی محبت سے آزاد ہو جاتی ہے، اس وقت خیقی اولاد ۔ ۔ ۔ کی ولادت ہوتی ہے!“ ۔ ۔ ۔

اس کے بعد جس طرح ۔ ۔ ۔ ”جمانی باپ“ ۔ ۔ ۔ اپنی اولاد کا نام رکھتا ہے اسی طرح ضروری ہے کہ ۔ ۔ ۔ ”روحانی باپ“ ۔ ۔ ۔ اپنی ۔ ۔ ۔ ”حیقی اولاد“ ۔ ۔ ۔ کا کوئی نام تجویز کرے چنانچہ سرکار وارث پاک جب کسی کو بساں فخر عطا فرماتے تو اس کی روحانی ترقی کا دور شروع ہوتا تو سرکار اس کا آبائی نام بدل کر اپنی جانب سے کوئی خاص خطاب عطا فرماتے جسے ”حیقی نام“ کہنا پاہے کیونکہ :

” ’بازی باپ‘ سے ”روحانی باپ“ کا اختیار زیادہ ہوتا ہے کیونکہ تم محض حبیم تو نہیں بلکہ حبیم میں جو روح ہے وہ قم تو“ ۔ ۔ ۔

لئے ضیافت الاحباب ، از شبیہ اوارثی

لئے عوارف العارف ، از شیخ شہاب الدین سروردی

لئے قول سییہ علی محمد بن فاطمہ ارجو ، طبعات برسنے

لئے طبقاتِ بزرگی ۔ ۔ ۔ زادہ ہر شریانی

چنانچہ دارث پاک نے اپنے کسی مردی کو رحمت میں جب تیرز دیکھا تو اسے فقیر بنا کر احرام عنایت کیا اور ساتھ ہی کوئی نیا خطاب بھی رحمت فرمایا۔

نام کی تبدیلی

طاسب راہ فقر کا نام تبدیل کرنا صول طریقت میں داخل ہے بلکہ اس پر تو علماء شریعت کا بھی اتفاق ہے کہ خود رسول مقبل صل اللہ علیہ وسلم نے اپنے اکثر احباب کو حسب حال خطابات عطا فرمائے اور پھر وہ خطابات ایسے مشور ہوئے کہ پہلے نام ہی کو لوگ بھول گئے جیسے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پیشوں سے محبت تھی، ملکی کو عربی میں ————— ہرہ ————— کہتے ہیں چنانچہ آپ کا یہ خطاب اس قدر مشور ہوا کہ پہلے نام ہی کو محو کر دیا۔

اسی طرح ————— فڑ ————— عربی میں چینی ٹھی کو کہتے ہیں چنانچہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خطاب ایسا مشور ہوا کہ ان کا پہلا نام کوئی پکارتا ہی نہیں۔

تیرہ سو برس بعد حضرت دارث پاک نے اپنے جتنے نامدار کی اس قدم سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے فقرا کو ان کے احوال کے مطابق نئے خطاب دے کر ان کے پہلے ناموں کو غیر معروف بنادیا جیسے ————— بیدم شاہ، ذاکر اللہ شاہ، او گھٹ شاہ، رومنی شاہ، ولایتی شاہ، پٹریت دیندار شاہ ————— اور اس قسم کے سینکڑوں دوسرے خطابات جو احرام پوش فقرا کو عطا ہوئے اور پھر وہ اس خطاب سے ایسے مشور ہوئے کہ اب ان کا اصل نام کوئی جانتا ہی نہیں۔

یادوارث

سے عرفان کا نام ہم کو پلا دو جب ام یادوارث
زبان پر سے خودی میں جو تہسا لاتا میں یادوارث
مر سے مشکل کش مشکل کش تھی بیکھنے میری
پریشان کر رہے ہیں درد و غم، آلام یادوارث
ذ عابد ہوں نہ ذاہد ہوں نہ صوفی ہوں نہ عالم ہوں
تمہارا ہوں ہیں اک رندی میں آشام یادوارث
مرا ول اور جگہ میرا، مری بیان اور سرہ میرا
میں سمجھوں کام کا، آئیں جو تیرے کے کام یادوارث
وہم آخر سر بالین اصغر نوجو آجائے
تھے دیدار سے ہجرا بھیجا نام یادوارث

سلسلہ وارثیہ میں تحریر کی اہمیت

سرکارہ وارث پاک نے اپنے عام مریدوں کو تو شادی کرنے سے نہیں روکا گر
اپنے خاص حرام پوش فقرا کو عورتوں سے باز رکھا ہے اور تحریر کی متواتر تاکید فرمائی ہے
حتیٰ کہ اپنے خرقہ طریقت میں سنگرٹ شامل فرمادیا جو تحریر کی خاص علامت ہے اور
خود اپنی مثال پیش کر دی کہ :

” ہم سنگرٹ بند ہیں ”

چنانچہ الذی لا اهل لہ ولا ولی کے مطابق آپ خود ساری عمر خردا رہتے
اوہ سختی سے برداشت فرماتے رہے کہ :

” فقیر کو چاہئے گے کہ اکٹ ک رہے ”

کیونکہ بقول حضرت شیخ شہاب الدین سهروردی رحمۃ اللہ علیہ :

"جس طرح اہل انتظام کے لئے شادی کرنا لازمی ہے اسی طرح صاحبِ ریاضت کی دلجمی کے لئے تحریر (غیر شادی شدہ، نہنا) لازمی ہے۔ حتیٰ کہ عاشقِ رسول حضرت اولیس قرنی ساری ممثُل تحریر دے رہے ہے اور فرماتے تھے :

"سلامتی نہما (مجرد) رہنہ نہیں ہے!"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی وہ مقدوس جماعت جس کو سابق االیمان — ہونے کا شرف حاصل ہے ان میں سے بعض افراد مجرد مخفی لیکن دوسرے شادی شدہ صحابی ان مجردین کا خاص احترام فرماتے تھے، اس سے بڑھ کر یہ کہ خود سردار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مجرد رہنا قبول فرمایا — حتیٰ کہ — "صحابِ صفة" — جن کی تعریف و توصیف قرآن و حدیث میں آئی ہے، یہ سب کے سب مردانِ خدا بھی ساری عمر مجرد ہی رہے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں خاص عنایات سے نوازتے رہے۔

ان تمام حقائق سے ثابت ہوا کہ تحریر مُعنی اسلام نہیں بلکہ فتحاً صاحبہ، ہے — صرف یہی نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت بھی ہے چنانچہ حضرت علیہ علیہ السلام ساری ممثُل تحریر کی علیہ السلام کے تحریر و حصور کی تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تعریف فرمائی ہے :

إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكُمْ بِيَوْمِ حِجَّةِ الْمُصَدِّقَاتِ كَلِمَةٌ مِّنَ اللَّهِ

وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ (آل عمران)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ خوشخبری دیتا ہے تم کو یجھی کی جو کہ اللہ تعالیٰ کے

"مکہ" کی خوشخبری دیتا ہے، — سردار — حصور

نہی اور صائمین میں سے ہے۔"

یہاں تیسرا صفت — حصور — کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول نبی کی صفات میں شمار کیا — مفسرین کے نزدیک

صورت کے معنی ہیں وہ پرہیزگار حجہ باوجود قدرت اور خواہش کے اپنے نفس کو عورتوں سے روکے رکھئے ۔ یہ دافعی کمال ہے جس کی خود رب تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے حتیٰ کہ — حسن — کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شاندار خوبیوں میں شمار فرمایا، اس طرح تحریم محسن و محسوس ہوئی ۔

اب رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ :

لَا رَبَّ شَبَابَيْةَ فِي الْإِسْلَامِ

تو اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا درود مبارکبیت فرماتے ہیں ۴۷

ہیں مکن خود را خصی رہیاں شر

یوں لکھا : ”پہلے زادہانِ نصاریٰ بغرضِ معاونہ ”تجدد“ اختیار کرتے تھے مگر بعد کے رہیاں رسمی کو جب ضعفِ نویں کے باعث و قوعِ گناہ کا خطرہ لاحق ہوا تو آئہ مردانگی قطع کرنے لگے ۔“ لہ

چنانچہ پنی کریم علی اللہ علیہ وسلم نے اسی رہیانیت کو اسلام میں حرام قرار دیا ہے ورنہ خدا طلبی میں ضبطِ خواہشات کے لئے تحریم

قابل تعریف ہے اسی لئے تحریم و تفریم ۔ اکثر صوفیا، کرام کا طرہ اختیار رہی ہے چنانچہ سلطان الشايخ حضرت نظام الدین اولیا، محبوب اللہ رحمۃ اللہ علیہ خود خدمت تجدید سے سرفراز تھے، جب آپ سے کوئی سوال کرتا کہ ” مجرد رہنا بہتر ہے یا میت؟“ (عیال ارہونما)

تو آپ جواب میں فرماتے :

” مجرد رہنا غریب ہے اور تماہل کی بھی رخصت ہے!“ لہ

حضرت مطرف بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے :

لہ شرح بحر العلوم مولانا عبد المحقق فرغی محل
لہ میر الاولیاء۔

”جس نے خود تو اور لذیذ غذاوں کو رک کیا، اس سے کرامت کا ظہور ہونا لازمی ہے۔“ ۱۷

مشہور زمانہ بزرگ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بصرہ کے ایک رئیس نے دفات پائی۔ اس کی اکتوبر، حسین و میں اور دولت مند بیٹی نے حضرت مالک بن دینار کو اپنی شادی کا پیغام بھجوایا تو آپ نے جواب میں فرمایا :

” خودت کا تعلق دنیا سے ہے اور دنیا کو میں پہنچے ہی تین طلاقیں دے چکا ہوں لہذا تمیں طلاقوں والی سے دوبارہ نکاح نہیں کر سکتا ।“
 چنانچہ احرام پوش وارثی فقرار کا بھی طریقہ رہا ہے کہ فقر و قناعت کے ساتھ ساتھ تحریک و تفریک کی بھی سختی سے پابندی کی ہے۔ گوشہ نشینی اختیار کی یا سیر و سیاحت میں رہے۔ ایں دنیا سے قطعی بے غرض رہے، اگر کسی نے خلوص و محبت سے زیادہ ہی مجبور کیا تو عارضی طور پر مہان ہو گئے۔ اس کے بعد خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے پھر سفر پر چل دئے۔ اور وہ بھی اس شان سے کہ انہیں نہ سواری کی ضرورت نہ سامانِ سفر کی قباحت۔ حتیٰ کہ ان وارثی فقرار نے اپنے عزیز داقارب تک کے یہاں تقریباً تک میں شرکت سے گریز کیا۔ گویا دنیاوی تعلقات کو قطعی منقطع کر دیا اور کامل طور پر مجردرہ کرنا اہم انسانی بسی کی خواہ۔

خدا رحمت کندای عاشقانِ پاک طینت را

سلہ طبقاتِ بزرگ

سلہ فر

السلام اے آفتابِ اویار

السلام اے شمعِ بزمِ انبیاء

السلام اے حاجی دارت علی

السلام اے افتحارِ ہر ولی

السلام اے سیدِ اعلیٰ حسب

السلام اے عزتِ والانسب

السلام اے پیشوادِ مقتدا

نورِ عینِ مصطفیٰ و مرتفعہ

السلام اے مخزنِ بحر عطا

السلام اے منبعِ جود و سخا

السلام اے موسیٰ در دانگل

السلام اے چارہ بے چارگاہ

قبو حشر و نشر میں ہود کستنگیر

ہونگاہِ مرحمت سو کے بشیر

(بشیرِ حمد النصاری نگاری)

سلسلہ واری ہیں "توکل" کی اہمیت

دنیا دار کے لئے رزقِ حلال کی خاطر مشقت اٹھانا نہایت سخت ہے
عاشقانِ الہی کا دوسرا معاملہ ہوتا ہے بقول مولانا رومہ

تما پڑافی ہر کسرا بپرداں بخواہندہ

از بھہ کارہ جہاں بیکارہ ماندہ

ترجمہ : " جس کو خدا سے سر دکار ہو جاتا ہے، اس میں دنیا دی کار و بار کی صدراحتی نہیں رہتی ۔ ۔ ۔

عاشقانِ حق روحانی غذا سے سرث رہو کر مادی غذا سے بے نیاز ہے
ہو جاتے ہیں ملکیت کا ملین کا مقام ہے ۔ ۔ ۔ اس سے قطع نظر طالبانِ الہی جو روحلہ
میں قدم رکھتے ہیں وہ نورانی غذا کے حصوں کے لئے قلب کو دن رات ذکر و فکر میں
مشغول رکھتے ہیں ۔ ۔ ۔ لیکن ایسے روحانی نبادوں میں اسی وقت یکسوئی
پیدا ہو سکتی ہے جبکہ شاغل خود مادی غذا کی فراہمی کی فکر سے آزاد ہو درہ دلجمی سے
ذکر و فکر کا کوئی مجاہدہ طے نہیں ہو سکتا، اسی لئے سر کار دار سر پاک نے اپنے
فقرا کو مدد ایت فرمائی ہے کہ :

" دنیا کے واسطے کوئی پیشہ اختیار نہ کرو ورنہ کسب کی مشغولیت،
دائی ذکر و اذکار میں غل پیدا کر سے گی ۔ ۔ ۔ لہ
اس لئے :

" فقیر اسی پر قناعت کرے جو سبے طلب غیب سے اس کو
پہنچے ۔ ۔ ۔ । " لہ

بیکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ مبارکہ ہے :

وَمَا مِنْ دَآبَةٍ فِي الأَرْضِ لَا عَلَى اللَّهِ رُؤْفَهَا

ترجمہ : اور زمین پر پہنچنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو ؟
اللہ پاک کے اس بخشنده وعدے کے باوجود بندے کے اطمینان نہ ہونا ایمان کے سراسر خلاف ہے — خصوصاً ایسی حالت میں کہ رازق نے ہمارے اطمینان کے واسطے اپنے وعدہ رزق پر قسم بھی کھائی ہے اور ہیاں تک فرمایا ہے کہ : وَفِي
السَّمَاءِ إِلَيْهِ الرَّحْمَةُ (ہیچ، رکوع ۱۰)

ترجمہ : ”اور آسمان میں تمہارے واسطے رزق ہے — جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے — تو آسمان اور زمین کے رب کی قسم اب یہ شک یہ حق ہے — !“

اس طرح :

”پروردگارِ عالم رزق پہنچانے کی خود قسم کھار ہا ہے۔ اب بھی اگر کوئی یقین نہ کرے تو اس پر خدا کی لعنت ہے !“ لہ

(قول حضرت حسن بصری)

چنانچہ پروردگار وارث پاک نے اپنے فقرار کو سخت تاکید فرمائی ہے کہ ،
”اسباب و کسب کو دینہ نہ بناؤ ۔“

(قول وارث)

کیونکہ : وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِتْمَلَةً

ترجمہ : ”اد را اللہ ہی کافی کار ساز ہے“

اس کے برخلاف اگر :

”کسب پر بھروسہ رہے گا تو تقدیریں محال ہے“ لہ

(قول وارث)

اس لئے :

”غیر اللہ کی امداد پر بھروسہ نہ کرو“ سے

(قول وارث)

کیونکہ : **وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ** (پاک عصیان) ۱۴۳

ترجمہ : ”اوہ اللہ سبی سے مددی جاتی ہے“

اس طرح بہ ہر عنوان سرکار دارث پاک نے مسبب الاسباب پر بھروسہ کرنے کی تکفیں فرمائی ہے، اس کے برعلاف — سبب — پر بھروسہ کرنے سے قطعی منع فرمایا ہے، بقول حضرت اولیس علیہ الرحمہ :

”جب متوكل رزق کی تلاش میں مکلتا ہے تو اس کا توکل

ٹوٹ جاتا ہے“ ۳۷

اس لئے : **فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُفُّرُنَا مُوْمِنُونَ** (القرآن)

ترجمہ : ”اگر تم ایمان وارے ہو تو خدا پر بھروسہ کرو“

گویا توکل ایمان کی دلیل ہے — اس پر صدقِ دل سے ایمان لانا چاہئے — ورنہ :

”جس کو تصدیق نہیں اس کا ایمان کرو رہے“ ۳۸

(قول وارث)

اسی لئے :

”اہلِ تصدیق کسی نہیں کرتے“ ۳۹

(قول وارث)

چنانچہ محمد نبوی میں اس کی روشن مثال — اصحابِ صفة — کی نورانی

سلہ ارشاد الوارثیہ ، جلد دوم ، اذ شیید اوارثی

لکھنگہ ضیافت الاحباب ، اذ شیید اوارثی

زندگی موجود ہے جو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مثاً و ایمار سے ایک ہی جبکے
مکونت رکھتے ہوئے متوكلا نہ زندگی گزارتے تھے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انہیں کسب و جہاد کی تکلیف نہ دیتے تھے لہ اور اس پر یہ اعزاز کہ خود خدا کے پاک
کلام پاک میں — اصحاب صفة — کے افعال و کردار کی تعریف فرمادا
ہے **سینے :**

لِلْفُقَارَ الرَّذِينَ (الی) الْحَافَا (پ ۶۵)

زوجہ : " ان فقروں کے لئے جو راہ خدا میں رد کے گئے — زمین پر
چل نہیں سکتے — نادان انہیں تو نکر سمجھے — بچنے کے سبب
آپ انہیں ان کی صورت سے بچان لیں گے — لوگوں سے

سوال نہیں کرتے کہ گرد گڑانا پڑے "

اس آیہ مبارکہ کے مطابق اللہ کے فقروں کی یہ تعریف ہوتی کہ — " وہ
اللہ کی راہ میں مجاہدے کرتے ہیں — ہر وقت یا دالہی میں مشغول رہتے ہیں
— اپنے اسی ذوق و شوق کے سبب تجارت یا کسب معاش کے لئے
کوئی سفر اختیار نہیں کرتے اور کسی سے کبھی سوال نہیں کرتے — اسی شان
بے نیازی کے سبب لوگ انہیں غنی سمجھتے ہیں — بس وہ اپنی نورانی پیشانی
کے سبب بچپنے جاتے ہیں — صحیح معنی میں یہی اللہ کے فقروں کی تعریف ہے میں ! " لکھ
اسی آیہ شریفہ کی روشنی میں دارثی فقیر اپنی زندگی کو فقر و قناعت کے نورانی
سائچے میں ڈھانلتے ہیں، محض اللہ کے بھروسہ پر قطبی متوكلا نہ زندگی گزارتے ہیں ۔

سلہ مرأۃ الاسرار

سلہ تغیر حضرت شیخ اکبر نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ

احرام کا کفن

لشکر کی راہ میں سادی عمر وارثی فقیر ایک احرام ہی میں ملبوس رہ گزاردیتے ہیں چنانچہ مرنے کے بعد بھی انہیں اسی احرام میں پیٹ کر دفن کر دیا جاتا ہے یہ طریقہ تکفین بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق ہے چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ :

”ایک شخص احرام باندھے تھا اس کو اونٹنی نے لٹکھا رہا تھا، وہ مر گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — اس کو مسندی کے پانی سے غسل دے کر اسی کے کپڑوں کا کفن دواز خوشبو نہ لگاؤ اور سرمنہ طعنکو قیامت کے روز یہ ”لبیک“ کہتا ہو اٹھے گا“ سلمہ عین اسی سنت عاشقانہ کی پیری کرتے ہوئے سرکارِ دارث پاک نے اپنے فقیروں کے لئے حکم صادر فرمایا کہ :

”فقیر مر جائے تو اسی تہبیدہ (احرام) میں پیٹ کر دفن کر دو۔
یہی اس کا کفن ہے!“

دوسری بات یہ ہے کہ — حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھوں کے تارے یعنی سیدنا سرکارِ دارث پاک نے اپنے غلاموں کو اپنی آبائی سنت سے تفیض کرنے کے لئے بھی یہ حکم صادر فرمایا تھا کیونکہ حضرت خاتون جنت نے وقت اخیر مولا علی کردم اللہ وجہ کو دصیت فرمائی تھی کہ ”اسی بجگہ اور اسی لباس میں مجھ کو دفن کرنا — چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا“ سلمہ

سلمہ ابتداء السفرہ فی المورالآخرہ : از علامہ جلال الدین سیوطی
سلمہ ”جذب القلوب“ اذ شیخ عبد الحق محدث دہلوی محدث اللہ علیہ

نہ مل کر بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی نیجے سنت کے معنی پنچ سرکار داری وارث پاک
نے یہ حکم فرمایا کہ :

”فیغیر کا جہاں انتقال ہوا وہیں (احرام میں پسیٹ کر) دفن کر دیں۔“
اس کے علاوہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ از رد کے شریعت شہدار کو کتنے کے
بجائے ان کے مبوس جی میں دفن کرتے ہیں اور عاشقانِ الہی تو حقیقی شہید ہوتے ہیں
کیونکہ شہید تولد شمن کی نمار سے مرتا ہے اور ماشیت ادا ہے دوست کے مارے
ہوئے ہوتے ہیں :

”ایں کشیدہ دشمن است و آں کشیدہ درست“

لہذا فقراء کو ان کے مبوس میں دفن کرنا شہدار کی تدبیں کے بھی عین مطابق ہے
حیاتِ بادانی پاگئے جو مر مٹے ان پر
حقیقت میں ہیں بیدم حشر کر آپ بقا دارث

احرام کی پیلی زنگت

جس طرح آرام دہ بس نفس کو حلاوت بخشتا ہے اسی طرح بس کامنگ
بھی خاص اثر دعا شیر کھانا ہے اسی لئے صوفیا کروائی طبیعت کی فنا دک کے مطابق کسی
خاص رنگ سے نسبت ہوتی ہے چنانچہ بس کامنگ اپنی غریبت کے حسب حال
ہوتا ہے ۔

یہ تو بھی کو معلوم ہے کہ سیدنا وارث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسکن
عشق — تھا اور عشق کی معراجِ کمال — فلکے کامل — ہوتی ہے
اسی لئے اہل فنا کو خاک سے خاص نسبت ہوتی ہے جس کا حقیقی رنگ زرد ہے، یہی
وہ ہے کہ سرکار داری وارث پاک نے اپنے بس کے لئے خاص طور پر زرد رنگ
پسند فرمایا جسے اہل فنا سے خاص نسبت ہے۔

قطع نظر اس کے کہ زر درنگ میں نسبت ابو تراویب کو بھی خاص دخل ہے کیونکہ آپ کے جدا مجدد حضرت علی کرم اللہ عزوجلہ کو سرورِ کائنات صلی اللہ عزوجلہ علیہ وسلم نے ”ابو تراویب“ (مٹی کا باپ) کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ اسی سنتِ مرتضوی کے طور پر سرکارِ وارت پاک نے بھی شہزادیں پر پیشنا بیٹھنا اختیار فرمایا اور اپنے احرام کے لئے بھی منی کے حقیقی زنگ کو منتخب فرمایا۔ چنانچہ زر درنگ آپ کی ابو تراویب نسبت کو ظاہر کرتا ہے ہجع

سر جلسہ خاکسیاں علی بود

قطع نظر ان سب باتوں کے زر درنگ کی حرمت میں حادیث صحیح بھی موجود ہیں چنانچہ صحیح بخاری، کتاب العباں میں ہے کہ :

”حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے زیادہ زر درنگ کا لباس استعمال فرمایا کرتے تھے اور جب کوئی پوچھتا تو آپ بتاتے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زر درنگ استعمال کرتے دیکھا ہے اسی لئے میں زر درنگ کو دوست رکھتا ہوں۔“

اس کے علاوہ یہ روایت پڑھئے :

”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سب زنگوں سے زیادہ زر درنگ ہی کو عزیز رکھتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ عزوجلہ علیہ وسلم کو زر درنگ پسند تھا !“ لہ اور سب سے بڑی بات یہ کہ خود غیر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان سے زدہ فرمائیں گے تو دو زرد چادریں آپ کے لباس میں ہوں گی ۔“ لہ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زر درنگ میں احرام پوش ہوں گے۔

لہ تیسرا تاریخی نزد صحیح بخاری
لہ ستر ابو یوسفی . بلہ نافی . برداشت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

چادرِ شریف

وارثِ پختن کی حپادر ہے
 اک حسین گلبدن کی چادر ہے
 کیوں نہ ہو پیدا پیلانگ اس کا
 عاشق خستہ تن کی چادر ہے
 اس کی چاؤں میں دونوں عالم ہیں
 سایہِ ذوالمن کی چادر ہے
 ببلانِ حرم پجھکتے ہیں
 فخرِ گل پیریں کی چادر ہے
 یکجئے اس پر تازہ پھولِ نثار
 رشکِ سر دوسم کی چادر ہے
 شب ہے روحِ کائنات کمیں
 یہ اسی جانِ من کی چادر ہے
 اہلِ محفل نہ سر پہ کیوں رکھیں!
 تازِ ششِ انجمان کی چادر ہے
 کیوں نہ کادش لیکن آنکھوں سے
 وارثِ پختن کی حپادر ہے

سلسلہ وار ثیہ میں نقش و تعریز اور عملیات کی حالت

اکثر بزرگان دین نے خلق کی حاجت روائی کے لئے نقش و تعریز کا لکھنا خود بھی پسند فرمایا ہے اور فلاج عام کے لئے عملیات مقرر بھی فرمائے ہیں مگر راہ طریقت میں عشق و محبت کے مارے ہوئے کام معاملہ دوسرا ہوتا ہے ایسا تو یہ:

”رضاء کے یارِ عاشق کا ایمان ہے۔“ (قولِ وارث)

لہذا جو صحرائے عشق میں مسگر داں ہیں انہیں بعد تعریز گنڈوں سے کیا کام؟ سہ

وے کے دل ہم جو ہو گئے مجبور

اس میں کیا اختیار ہے اپنا

چنانچہ مسلکِ عشق میں تو ظاہری کوشش بھی منزع ہے ہے

مسلکِ عشق میں ہے فکرِ حرام

دل کو تدبیر آشناز کریں

بکہ مرضیٰ یار کے خلاف نہ کرنا — ادبِ عشق — کے سراسر خلاف

ہے ۷

مرضیٰ یار کے خلاف نہ ہو

لوگ میرے لئے دعا نہ کریں

عاشق تو مرضیٰ یار کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتا کیونکہ:

” عاشق کا منصب یہ ہے کہ معشوق کے آگے تسلیمِ خم رہے۔“

(قولِ وارث)

ہے ۸ ہم بھی تسلیم کی خواہ الہیں گے

بے نیازیٰ تری عادت ہی سی

اس کی وجہ یہ ہے کہ: ” معشوق کا تزاں اور حجاب و غتاب ہی رحم و فضل ہے۔“ (قولِ وارث)

ہے جنا کو بھی دف سمجھو کہ حَرَت
تمہیں حتیٰ ان سے کیا چون دچپا کا

اس سے :

”عاشق کو لازم ہے کہ مسکٹ جائے مگر شکایت نہ کرے کیونکہ
قابل بھی غیر نہیں !“ (قول وارث)

ہے غم ہے عُبوب اس سے مجھ کو
میرے محروم کی امانت ہے
تصوف کا یہ نکتہ سمجھو لیا جائے تو سبھی شکلیں آسان ہو جائیں ہے
آلامِ روزگار کو آسان بنادیا
جو غم ہوا اسے غمِ جان بنادیا

یہ مقامِ تسلیم و رضاء ہے — یہ بڑی سخت منزل ہے ہے
غم سے نازک ضبطِ غم کی بات ہے
یہ بھی دریا ہے مگر ٹھرا ہوا

مگر عاشقانِ جان باز صبر و رضاہی میں سکونِ قلب پاتے ہیں — یہ مقام
حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہے ہے
ستم پر یا کرم، دو نوں کو کیساں دہ سمجھتا ہے
سر عاشق در جان اپنے خرم یوں بھی ہے اور یوں بھی
تو تیجہ یہ نکلا کہ :

الْفَقِيرُ هُوَ الَّذِي لَا يَكُونُ لَهُ إِلَى اللَّهِ حَاجَةٌ مَّلِه

ترجمہ: نقیر وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ سے بھی کوئی حاجت نہ ہو،“

چنانچہ مسکر کار وارث پاک فرمایا کرتے تھے،

سلہ طیقات پر برے، از امامہ شعرانی

”فیقر کو چاہئے کہ اللہ سے بھی نہ مانگے، کیا وہ نہیں جانتے جو
شہرگ سے بھی قریب ہیں۔۔۔۔۔“

سے مل رہے گا جو ان سے ملنا ہے
بب کو شرمندہ دعا نہ کریں
اسی نے سرکارِ وارت پاک والہانہ انداز میں فرمایا کرتے تھے :

” دعا مانگنا تسلیم و رضائے خلاف ہے ”

سے مجھ سے عطا جوں کو بے مانگے ملا کر نہ ہے
عرض حاجت ترے دربار میں ہے بیلے دینی

(بیتم وارثی)

چنانچہ وارت پاک کی اپنے فقراء کو سخت ہدایت ہے کہ :

” تعویذ، گندرا، دعار، بد دعاء رکھونہ کرے ”

کیونکہ :

” محبوب کی دی ہوئی چیز سے گھرنا محبت کے خلاف ہے ”

(قول وارت)

لہذا سے کسی کروٹ کسی پلور نہ آئے چین بسیدم کو
ترقی تیری اسے درِ محبت ہونوا بیسی ہو

اسی وجہ سے سرکارِ وارت پاک فرمایا کرتے تھے :

” محبوب کی شکایت مذہب عشق میں کفر ہے ”

سے نہ مانگ زاہد ناداں ذرا سجد تو سی !

شکایتیں ہیں یہ کس کی، دعا کسے پر دے میں

چنانچہ بقول بسیدم وارثی ایک پچھے عاشق کی توبہ کیفیت ہوتی ہے سے

نہ خوف دوزخ نہ شوقِ جنت، میں وارثی ہوں میں وارثی ہوں

مجھے پر ارہے رنج و راحت، میں وارثی ہوں میں وارثی ہوں

اور ایک کیوں نہ ہو کہ ایک سچے عاشق کا مقصودِ حیات امیوں کی ذات ہوتی ہے
 جس پر قربان ہو جانا ہی محبت کی معراج ہے سے
 جبان تم پیش شاہ کرتا ہوں
 میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

درعاشر شاہ وارث

کروں جبان تم پر فدا، شاہ وارث
 یہی دل کا ہے مدد، شاہ وارث
 میں پھیلاوں دستِ طلب کس کے آگے
 ہوں تیرے ہی درگاہ دا، شاہ وارث
 صیبیت میں مجھ بے نوا کو بھپا لو
 تھارا ہی ہے آسدا، شاہ وارث
 دکھا د د خدار احقيقیت کا رستہ
 ہرے ہادی و زہنا، شاہ وارث
 پہنچ جائے رومنہ پا اخگر تھارا
 نکھاہ کرم مجھ پہ، یا شاہ وارث!

(مشی احمدیں انگر، راس کے بریلوی)



عاشق کی آخری منزل

عاشق کی آخری منزل — محبوب کی ذات میں فنا ہو جانا ہے۔

اور میں توحید کا مل ہے — بقول مولانا ردم ۷۴

تو درد گم شو کہ توحید ایں بود

چونکہ عاشق کی زندگی موت کے مترادف ہوتی ہے اس نے اس کا لباس بھی مردے
بیباہی ہونا چاہئے اسی لئے سرکار وارث پاک اپنے فقراء کو احرام عطا فرماتے وقت
جذابیتے تھے کہ :

”یہ کفن ہے“

”جس طرح مردے کے کو اس باب دنیا سے کوئی تعلق نہیں اسی طرح فقیر کو

چلے ہے کہ دنیا اور اس باب دنیا سے سروکار نہ رکھے“ ۷۵

(قول وارث)

ان صریح احکامات کے باوجود وہ اگر کوئی فقیر دنیا کی محبت میں پہنچا ہوا ہے

تو گویا اس نے احرام پوشی کا حق ادا نہ کیا — فقر کے نام کو بٹھ لگایا اور درویشی
کو روکا کیا — قدرت کے نزدیک نہ وہ کسی نعمت کا حق دار ہے، نہ کسی

الغم کا مستحق! شریعت اور محبت

”خدا کے حکم کی تعییل ہی خدا سے محبت کی دلیل ہے“

سرکار وارث پاک کا یہ قول محبت کا حصیق معیار ہے اس کے برخلاف اگر کوئی شخص زبانی طور پر تو محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن احکاماتِ محبت کا بجا لانا ضروری نہیں
سمجھتا تو ایسے خود سر شخص کو سرکار وارث پاک بے ادب قرار دیتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ : ”شریعت میں خود ہی اکابر عبادت کی خلاف ہے —

پہت نازکیں آدابِ محبت
نظر سے کام لیتا ہوں جیں کا
سرکار و ارث پاک کے اس صریح حکم کے خلاف اگر کوئی شخص پھر بھی اپنی بے غلی پر
لپڑتے تو صریح اور قانونِ محبت کا باعث ہے چنانچہ شرائعت سے سرکشی کرنے والوں کو راہنمہ دگو
کرتے ہوئے سرکار و ارث پاک اعلانِ عام فرماتے ہیں کہ । —

”بُونماز ز پڑھے وہ ہمارے حلقہِ بیعت سے خارج ہے۔ —

چنانچہ سرکار و ارث پاک ہی نے جب لے نمازی کو اپنے حلقہِ بیعت سے خارج کر
دیا ہے تو ایسے دھنکار سے ہوئے بے نمازی کی کسی بات کو کوئی وزن نہ دینا چاہیے اور
قول و ارث پاک کے خلاف اس بے نمازی کی کسی دلیل پر کان نہ دھرا چاہیے کیونکہ
”ہر شخص پر پابندی شرائع اور اتباعِ سنت لازم ہے۔ —“
یہ اللہ، رسول اور سرکار و ارث کا اٹھ فیصلہ ہے جس کے خلاف کوئی پہلی نہیں
ہو سکتی۔

چنانچہ خود و ارث پاک نے عاشق کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا، —

”ع“ سے عبادتِ الہی
”ش“ سے شرائع کی پابندی
اور ”ق“ سے قربانی و نفس، مراد ہے

مرنید یہ نکتہ پیدا کیا ہے کہ । —

عاشق کے شروع میں — ”عین“ ہے
اور شرع کے آخر میں — ”عین“ ہے

یہ اشارہ اس طرف ہے کہ جو کوئی شرع شریف کے درجات
اکثر تک طے نہ کرے وہ عشق میں کام ماحصل نہیں کر سکتا۔ —
اس تمام بحث سے یہ حقیقت پوری طور پر آشکارا ہو گئی کہ — محبت
اور شرائعت — لازم و ملزم ہیں اور جو اس کی خلاف ورزدی کرے وہ

سر اس ملزم ہے اس لئے : —
 ”الشان کو چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھے اس نجات کا رکامیا۔
 ہوگا — اگر نفس کی بگ ہاتھ سے چھوٹ جائے گی تو اس وجود
 کو سزا کے دار دی جائے گی“ — (قول وارت پاک) لہ

گریاں دھو ہمری

دارث پیامورے بانکے سانوریا، گریاں دھو ہمری
 بہاپریم کی بھاری گریا، ہم سے ناہیں سہری
 گریاں دھو ہمری
 آپ تو سوامی پارا تھے، اوڑھ کے کاری کری
 گریاں دھو ہمری
 تم پختن کے راج دلارے، ہم چیری تمri
 گریاں دھو ہمری
 بیدرم دارث جحب نبلسرے، چتوں لاج بھری
 گریاں دھو ہمری
 (بیدرم دارثی)

سلف نداشتے غبی از محبوب شاہ دارثی

تارک نماز، وارثی نہیں ہو سکتا

سرکار پر اپا عمل کی جبستی بگتی پوری زندگی کتابی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ حقائق سے ثابت ہے کہ سرکار دارث پاک کی نورانی زندگی کا ہر سانس ذکر انہی سے ملے۔ دل ہمہ وقت یادِ انہی میں غرق۔ اور جسم اطراف عجز دنیا زکی سکھ تصور بنا ہوا ہے مگر افسوس کہ پھر بھی دن دھاڑتے آفتابِ ولایت کی نورانی سیرت کے اجاءے میں بعض اندھیروں کے پچاری یہاں دعویٰ کرتے ہیں کہ:

"ہم تو سرکار کی محبت اور پریوی میں نماز نہیں پڑھتے۔"

ایسے سچے عاشقوں سے لبِ اتنی سی گذارش ہے کہ ذرا سرکار کی محبت میں کھانا کھانا بھی ترجیح پڑ دو۔ سرکار نے تو پالیں چالیں دن کا فاقہ کیا ہے۔ تم صرف چار دن ہی سدل بھوکارہ کر دکھا دو! مگر ایسی نورانی سنتیں ان سے کھاں پوری ہونے کی جو مظر انہ، بدبو اور تعفن پیدا کرنے والی مرضیں غذا دل سے جسم پر گوشہ کے وظہرے چڑھاتے رہتے ہیں۔ لذیذ کھانوں کے چٹکارے تلاش کرتے پھر تے ہیں اور تن پر دل کے لئے لبے چوڑے دستِ خوان سجائتے ہیں۔ قیصر و کسرے کی سنت ادا کرنے والوں کو فقیری اور درویشی سے بھلا کیا داسٹھو۔ ردعانیت سے انہیں کیا تعلق؟ روح کی لطافت سے انہیں کیا نسبت؟ انہیں بھلا کیا معلوم کہ روح بھوکے رہنے سے ماقور ہوتی ہے کیونکہ روح کی غذا بھوک ہے۔ بھوک ہی سے روح کو یہ لطافت حاصل ہوتی ہے کہ سالکاں خدا ایک وقت میں کئی کئی جگہ موجود پائے جاتے ہیں۔ کبھی بیت المقدس میں نماز پڑھتے نظر آتے ہیں تو کبھی خاد کعبہ میں امامت فرماتے ہیں۔ مگر یہ لوگ نہ تو کبھی مکہ میں دیکھے گئے نہ مدینہ میں نظر آئے۔ تو پھر شاید یہ لوگ عرش پر فرشتوں کے ہمراہ نماز پڑھ لیتے ہوں گے۔ مگر لطفت کی بات یہ ہے کہ کھانا۔۔۔ یہیں۔۔۔ اسی دنیا

میں ۔ اسی صورت سے کھاتے ہیں ۔ جس صورت سے سرکارِ دارث پاک پر
بے نمازی ہونے کا الزام لگاتے ہیں ۔ لاحول ولا قوۃ الاماۃ اللہ ا
اب ذرا ان سچے بادشاہوں سے کوئی اتنا تو پوچھئے کہ جناب ذرا یہ توبہ
کہ سیدنا وارث پاک نے نماز کب چھوڑی؟ ۔ العینہ سرکارِ دارث پاک
نے نماز چھوڑنے والوں کو چھوڑ دیا ۔ چند صفات صاف اعلان فرمادیا کہ
”جونماز نہ پڑھے وہ ہمارے علقم بعیت سے خارج ہے ۔“

ذرا اس اعلان کو سرکارِ دارث پاک کے نورانی مفہومات میں سے خارج کر کے
نہ کھاؤ ۔ اگر یہ ناممکن ہے تو ضرور ہے کہ وارث پاک کے اعلان کے مطابق
اپنے نام کو دارثی دفتر سے خارج سمجھو ۔

جہاں تک نماز اور سرکارِ دارث پاک کی ذات کا تعلق ہے تو سنو ۔
اسلام کا رکن عظم ہونے کی حیثیت سے نماز کے ساتھ سرکارِ دارث پاک کا تعلق
خاص تھا ۔ نماز کے ساتھ آپ کا بے حد حساب ذوق و شوق اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے جلپلاٹی و حوب میں آپ نگے سر،
نگے پاؤں پریل چل کر سجدہ تک تشریف لے جاتے تھے اور رہائستے کی
طویل صافت طے کرنے کے لئے ہر گز سواری قبول نہ فرماتے تھے لہ نماز آپ
ہیئتہ اول وقت میں اور نہایت اطمینان سے پڑھتے تھے، نماز کا ہر رکن آپ دیر دیر
میں ادا فرماتے تھے ۔

نماز کی ظاہری ادائیگی کا آپ کو اس درجہ لحاظ تھا کہ اخیر زمانہ میں جب استغراق
زیادہ بڑھ گیا تو اپنے پاس موجود خدام سے آپ تصدیق فرماتے کہ ”کیا نماز
ٹھیک طرح ادا ہو گئی؟“ ۔ اگر وہ تصدیق کر دیتے تو ٹھیک ۔ درمذہ

سلہ حیاتِ دارث ، اذ شبِ دارث
سلہ انوارِ ادبیاء ، اذ رسمیس احمد جعفری

آپ وہی نماز دوبارہ اور سہ بارہ ادا فرماتے لئے ۔ اور دیسے میں اخیر دنوں میں آپ اپنی نماز دوبارہ اور سہ بارہ کوئی کمی بارہ دا کرتے اور اگر کوئی اعتراض کرتا اپنی تسلی کے لئے آپ ایک وقت کی نماز کو کمی بارہ دا کرتے اور اگر کوئی اعتراض کرتا تو فرماتے ہیں :

” خیر! پھر پھل اس میں تمہارا کیا حرج ہوا؟ ” لئے
حال بکھر آخر وقت صرف حدود رجہ بڑھ چکا تھا اگر پھر بھی اصرار ہی ہوتا تھا کہ نماز کھٹرے ہو کر ہی ادا کریں گے، آخر دو خادم بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو کھٹر کر دیتے اور اپنے مولا کے حضور بادب کھٹرے ہو کر ہی نماز ادا کرتے رہے، آخر وقت تک آپ نماز وقت پر ہی ادا فرماتے رہے گے

ان سب حقائق سے یہ بات پائی شہوت کو پہنچ جاتی ہے کہ سرکارِ دارث پاک کا نماز کے ساتھ ذوق و شوق بے حد و حساب بڑھ چڑھا ہوا تھا، اس کے باوجود اگراب بھی کوئی بد باطن اپنی خاشت چھپانے کے لئے سرکارِ دارث پاک پر بے نمازی ہونے کا النام لگانے سے تو شوق سے اپنی عاقبت خراب کرے سے اور اپنا ملک کا نام میں بنائے، اس سے سرکارِ دارث پاک کا کچھ نہیں بچتا، مگر نہ سرکارِ دارث پاک تو نماز کی بڑی سختی سے پابند کر دیا رہتے تھے ۔ آپ تو بڑے دوق و شوق کے ساتھ رات رات بھر نماز پڑھتے رہتے تھے اور دوسروں کو بھی نماز کی سختی سے ہدایت فرمایا کرتے تھے ۔ آخر یہاں تک فرمادیا کہ: ” جو نماز نہ پڑھے وہ ہمارے حلقةِ بعیت سے خارج ہے ۔ ” لئے

لئے مشکوٰۃ حقانیہ

لئے حیاتِ دارث، حصہ دوم، از منیر گیگ دارثی

لئے انوار اولیاء، از رئیس احمد جعفری

لئے حیاتِ دارث، از شیدا دارثی

وارث فقیر کی پہچان

اس میں کوئی شک نہیں کہ سرکار وارث پاک نے اپنے احرام پوش فقراء کی بڑی عزت افزائی فرمائی ہے ان کے ہاتھ کو اپنا باخڑ — ان کی خوشی کو اپنی خوشی اور ان کے رنگ کو اپنا رنگ بتایا ہے۔ اور یہ بھی بھی بات اچانک وارث پاک کا عکس جیل ہجھنے کی صورت میں کسی احرام پوش فقیر کی جتنی بھی تعظیم و تکریم کی جائے وہ کم ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ — جس فقیر کے ہاتھ کو سرکار وارث پاک نے اپنا ہاتھ قرار دیا ہے جس کی خوشی اور جس کے رنگ کو اپنا رنگ کہا ہے اس احرام پوش فقیر کی پہچان کے لئے کچھ خاص نشانیاں بھی سرکار وارث پاک نے تاوی میں تاکہ اصلی اور نقلی کی پہچان ہو سکے اور سادہ لوح وارثی مرید شیر کی کھال میں کسی بھی طریقے کو دیکھ کر دھوکا نہ کھا جائیں اس لئے یہ خاص نشانیاں اور امتیازی خوبیاں جس احرام پوش فقیر میں ہوں اس کا شایانِ شان استقبال کر کے گھر میں آتا رہا جائے اور اس کی خوب خدمت کی جائے لیکن اس کے بخلاف جو احکامات وارثی کا باغی ہوا سے منہ نہ لگایا جائے کیونکہ سرکار وارث پاک نے اپنے فقیر میں ان اوصاف کا ہونا ضروری قرار دیا ہے چنانچہ سرکار وارث پاک فرماتے ہیں، —

”فقیر دہ ہے جس کے پاس بھر خدا کچھ نہ ہو“

”فقیر کو سوال حرام ہے — اگر سات روز کا فاقہ بھی ہو جائے تو زبان پر نہ لائے — مرحباً مگر ہاتھ نہ پھیلائے“

”فقیر کو جاہیز کے انجام کو دیکھے اور زمین ہی کو بسترن بنائے — تخت، کرسی، پلنگ پر بیٹھنے سے رونت آتی ہے۔“

— زمین کی طرح جس نے عاجزی و فاکساری کی خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانکا آسمان ہو کر

”فقیر کو تکیہ کی ضرورت نہیں — فقیر کا نکیہ اللہ پر ہو تو فقیر ہے“

”فقیر جو رو بچوں کی محبت ہیں نہ پھنسے۔۔۔ دنیا کی حور توں کو اپنی
مال بہن سمجھے۔۔۔“

”فقیر کو تعریز گندٹا کر نلا حسام ہے۔۔۔“
”فقیر کو تقریبات شادی و نجی میں شرکت کرنا۔۔۔ سیاحت کے
لئے سواری کا انتظام کرنا۔۔۔ مکان بنانا اور مال و اسیاب جمع کرنا
سخت منع ہے۔۔۔“

اس کے علاوہ آپ نے سخت لہجہ میں فرمایا۔۔۔

”جونا ز نہ رکھے وہ ہمارے علاقہ بیعت سے خارج ہے۔۔۔“

”جو طمع میں گھر جائے وہ ہمارا نہیں۔۔۔“

ان تمام ضابطوں کی سرکار وارث پاک نے حکماً تعلیم فرمائی ہے اور اپنے فقیروں
میں ان خوبیوں کا ہونا لازمی قرار دیا ہے۔۔۔
جن میں یادو صاف حمیدہ موجود ہوں سمجھنا چاہیئے کہ وہی سچے وارثی فقیر ہیں خواہ وہ
احرام پوش جوں یا احرام پوش نہ ہوں جیسا کہ خود سرکار وارث پاک نے اپنے ہر
وارثی مرید کو سمجھا دیا ہے کہ۔۔۔

”خدا کا ملنا صرف تہبینہ (احرام) پر موقوف نہیں۔۔۔ طلب پختہ

ہوتا وہ ہر لباس میں مل سکتا ہے۔۔۔“

چنانچہ طلب پختہ کے ساتھ کوئی بھی سادہ پوش و اشت اگر ان سرکاری ضابطوں
کی پابندی کرتا ہے تو وہ بے عمل احرام پوش سے بد رجہا بہتر ہے۔۔۔

شوقي پاپندری آداب پر ہٹنے والوں؟

یہ ہے نادانی، تو نادانی بھی، دانائی ہے

(منظیر عرفانی)

درحقیقت احرام پوش فقرار تو یہ فرضیہ محبت ادا کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہیں کہ لوگوں کو عشق الہی کا سبق پڑھائیں اور سنئے وارثیوں کو دارثی تعلیمات سے آگاہ کریں اور ان کی تربیت فرمائیں (بشرطیکہ وہ خود بھی کما حقہ تعلیمات دارثی سے واقف ہوں اور اس پر عامل بھی ہوں ۔ ۔ ۔ !) اس طرح احرام پوش فقرار اگر فی الواقع مbas فقرے سے آزاد نہ ہو تو قابلِ تعلیم ہیں ۔ ۔ ۔ لتفصیر دارث ہونے کی صورت میں وہ اپنی جگہ قابل صد احترام ہیں ۔ ۔ ۔ کیونکہ احرام پوش فقیر ہونے کی حیثیت سے تمام وارثیوں کے برادر بزرگ ہے اور حدیث شریعت کی رو سے بڑا بھائی ۔ ۔ ۔ بات کی جگہ ہوتا ہے ۔ ۔ ۔

اس لئے ان کی تعظیم سچانا لازم اور ادب و احترام کرنا فرض ہے ۔ ۔ ۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو بھی فرماؤش نہ کرنا چاہیے کہ ۔ ۔ ۔ بڑا بھائی ہر چند کہ بات کی جگہ ہوتا ہے مگر بھر بھی فی الواقع وہ خود ۔ ۔ ۔ بات ۔ ۔ ۔ نہیں ہوتا ۔ ۔ ۔

تجھ سے جہاں میں لا کھہ ہی تو مگر کہاں

درactual بات تو ہم ہی ہوتا ہے جو حقیقی بات ہوتا ہے ۔ ۔ ۔ اس لئے احرام پوش فقرار بزرگ خود کبھی اپنے آپ کو سرکار دارث پاک جیسی تحریم و تعظیم کا سزاوار نہ سمجھیں بلکہ خود کو ہر حال میں سرکار دارث پاک کا حقیر غلام اور ادنیٰ خادم ہی کہتے رہیں ۔ ۔ ۔ کیونکہ سے حسن و عشق ایک ہیں، آپس میں نہیں ہے کچھ فرق
یہاں کہ پسح بے تو کیا ان کے برابر ہم ہیں؟
کبھی نہیں! ۔ ۔ ۔ کبھی بھی نہیں!

آئین دارث کی رو سے بڑے سے بڑا احرام پوش فقیر ہر چوٹ سے چھوٹ دارث کا پیر بھائی ہے ۔ ۔ ۔ محض پیر بھائی!
کیونکہ قیامت تک تمام نے پرانے وارثیوں کے ۔ ۔ ۔ ”روحانی بات“
تن تہا دارث پاک ہیں ۔ ۔ ۔ صرف دارث پاک ۔ ۔ ۔ اور کوئی نہیں ۔ ۔ ۔

قطعی نہیں

کیوں نہ تم پر نثار ہو بیدم
میرے دارث علی غلام ہو

روحانی باپ، دارث پاک

اصول طریقت کے مطابق بلاشک و شبہ تمام دارثیوں کے "روحانی باپ"

حضرت دارث پاک ہیں کیونکہ

"جس طرح پر صورتی" ہمارا جسمانی باپ ہوتا ہے

اسی طرح پر معنوی ہمارا روحانی باپ

لہ

چنانچہ سید علی محمد و فاتحۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے

پس حلال نہیں ہے کہ تم اپنے حقیقی باپ کے سوا اور

کے نام سے پکارے جاؤ!

اس سے ثابت ہوا کہ "حقیقی باپ" دارث پاک

کے سوا کسی اور (احرام پوش دارثی فقیر) کے نام سے (منسوب ہو کر)

اگر کوئی دارثی پکارا جائے تو کسی طرح حلال نہیں

کیونکہ حلالی بٹیا اپنے حقیقی باپ کے علاوہ کسی اور کو اپنا باپ نہیں بانا۔

باکل اسی طرح کسی احرام پوش فقیر کو اپنا پیر طریقت کہنا قطعی حرام ہے

سلسلہ دارثی میں اس کوئی جواز نہیں تصوف کا یہ اکل نیصلہ ہے اور طریقت

کا ناقابل تردید اصول ہے قدیم اور عظیم سے عظیم احرام پوش فقیر قیامت

تک آنے والے بعد کے تمام دارثیوں کے پیر بھائی رہیں گے بعض پیر بھائی

البته پیر بھائیوں میں برا در بندگ کی حیثیت سے ممتاز ضرور ہوں گے

لیکن اس سے ٹڑھ کر وہ کسی کے پیر بننا چاہیں تو یہ قطعی ممکن نہیں۔ سلسلہ دارثی
میں رہ کر پیروہ کسی کے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ پیر سب کے صرف
اور صرف دارث پاک ہی ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ دارث پاک ہی سب
دارثیوں کے پیر ہیں گے۔ یہ قیامت تک کے لئے سرکار دارث پاک کا
دامنی فیصلہ ہے جسے کوئی چلنے نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ محبت کا ان میٹ اصول ہے
یہ عشق کا ناقابل تبدیل آئین ہے۔ جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ
رہے گا۔

دارث پاک زندہ با وہ محبت پائندہ با وہ **حوالواد**

تمہیں تو مر خالق کا شف اسرار و حقدت ہو
تمہیں غواصِ معنی ہائے امواجِ حیثت ہو
یقین ہے سبزہ زارِ خلد، درشک بانجمنت ہو
تمہارے زیرِ نگہِ استان اپنی بو تربت ہو
کہ تم تازہ بہر گہشِ ملکِ ولایت ہو

نہ کیوں حاملِ لواب کے احمدی ہو نہم دا اور میں
کیا خالق نے پیدا تھو کو جب آں پیسہ میں
تو ہی ہے دارث آں عبا او لا دحیدر میں
ہے باقی نہ عاصی ایک بھی میدانِ محشر میں
درم پر مشتمل جو تیرا جوش پر دریا کے رحمت ہو

جو چاہے سخت در دیشی تیرے دربار میں آئے
جسے حاجت ہوشائی کی تری سرکار میں آئے

بدلنے کفر سے ایماں تیر سے بازار میں آئے
بزم بھی اگر ناقوس اور زنار میں آئے
تو محتاطِ شریعت اور پابندِ طریقت ہو

شبِ عِم کو سحر اور صبح کو پھرستِ مام کرتے ہیں
جو مرمر کر تری الفت میں زندہ نام کرتے ہیں
خدا کی شان ہے آغاز کو انجام کرتے ہیں
بواوارثِ جو کہہ کر ابتدائے کام کرتے ہیں
نکیوں ہر کام میں حاصل انہیں پھر فتح و نصرت ہو
تصویرِ شیخ

تصویرِ شیخ پر — پُرِ چرف کی بنیاد ہے — اس سے
روحانی ترقی ہوتی ہے — اسی سے ہر مرد کو منزلِ مرادِ ملتی ہے صل
ثار اپنے تصویر کے کہہ بادصل حاصل ہے
اس حقیقت کو اجاگر کرنے کے لئے مرکارِ وارث پاک نے ٹرانول صورت
جلدِ عطا فرمایا ہے کہ :

”مردِ وہ ہے جس کی مرادِ اس کا پیر ہو —
طریقت کے اس بنیادی اصول کے مطابق وارثیوں کی
مراد — خود سید نادارث پاک ہیں !
چنانچہ جب وارث پاک ہی ہر وارثی کی منزلِ مرادِ ٹھہر تے اس کے
آگے کی تعلیم ہے کہ :
”خیال میں معمشوق کی صورت نقش کرنی چاہے —!
(قولِ دارث)

اور اس پختنگی سے نقش کرنی چاہئے کہ دارث پاک ہی کی صورت ہر جگہ
ہر وقت ہر وارثی کے ساتھ ساختہ رہے ہے سے
جسال تم ہو وہاں ہم ہیں
جسال ہم ہیں وہاں تم ہو

(بسم دارثی)

چنانچہ فرمایا :

”پیر کی صورت ہر وقت سامنے رہے، وہی صورت
ہر جگہ نظر آئے، یعنی — فنا فی الشیخ ہے“

اُن جدھر دیکھتا ہوں ادھڑو ہی تو ہے

تصویر شیخ کے اس بنیادی قانون طریقت پر صحیح طور پر عمل اسی
وقت ہو سکتا ہے جب تمام دارثی تصوف کی اس بنیادی حقیقت
کو سمجھ لیں کہ — دارثیوں کے لئے دارث پاک کے علاوہ
کسی دوسری صورت کا تصور تک حرام ہے — جی ہاں ! یہ خود
دارث پاک نے فرمایا ہے کہ

”عاشق کو ایک صورت کے سوا دوسری صورت حرام ہے“

پس ثابت ہو کہ صرف اور صرف دارث پاک کا تصور ہی ہر وارثی کی
زندگی کا ماحصل ہونا چاہئے سے

ایسی آنکھوں کے تصدق مری آنکھیں بیدم

دوسراء دیکھ نہ پائیں جو سوائے دارث

(بسم دارثی)

خود سرکارِ عالی و فارکا ازٹ دِ گرامی ہے کہ :

”یار کا تصور ہی، عاشق کی زندگی ہوتی ہے — !“

نے ترا جمال ہے تیرا خیال ہے تو ہے
مجھے یہ فرصت کا دش کہاں کہ کیا ہوں میں ہیں
چنانچہ تصوف کے اس اہم اصول کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ :

”جو پیر کی شکل ہے بس یہی سب کچھ ہے —“!

سے شاید اسی کا نام ہے تو ہیں جستجو
منزل کی ہوتلاش تھے نقش ٹاکے بعد

اسی نظریہ حقیقی پر سرکارِ وارت پاک نے اپنا سب سے زیادہ زور
بیان صرف کیا ہے، آخر یہاں تک فرمادیا ہے کہ :

”عاشق کو خدا متعلق کی صورت میں ملتا ہے —“

سے ترے عشق میں جو فنا ہو گئے ہیں
خدا کی قسم با خدا ہو گئے ہیں

چنانچہ اسے عاشقانِ وارت اگر دصلِ خدا کی آزادی ہے تو تصویرِ وارت
میں فنا ہو جاؤ تاکہ اس فنے سے بقاء کے دوام حاصل ہو کیوں کہ پیر کی ذات
ہی میں سب کچھ ہے، بقولِ وارت پاک :

”پیر کی صورت میں خدا ملتا ہے — پیر کی ذات ہی ہیں

— ”فنا فی الرسول“ اور — فنا فی اللہ —

کامرتباہ مل جاتا ہے ”

اور پھر تمثیل ہیں آپ نے مولانا روم کا یہ شعر پڑھا ہے
چونکہ ذات پیر را کہہ دی قبول
ہم خدا در ذاتش آمد ہم رسول

دل میں سمائے وارث

آنکھوں میں آئے وارث دل میں سمائے وارث
 تیر سے بیسے ٹھکانے کیا کیا بنائے وارث
 خاکِ شفاف سے بہتر کھل البصر سے بڑھ کر
 اکیر عاشقوں کی ہے خاکِ پائے وارث
 اے آفتابِ محشر، محشر سے مت ڈرامے
 سایہ گن ہے ہم رظیلِ ہمائے وارث
 اصغر کی یہ نیت برآئے یا الٰہی
 دل ہونا ثارِ وارث جاں ہو فدائے وارث
 (صغیر وارثی شاہ جہان پوری)

محبت میں رقبت

”محبت میں رقبت ضرور ہوتی ہے“

سرکار وارث پاک کے اس قول کی روشنی میں دیکھنا یہ ہے کہ — محبت میں رقبت کیوں ہوتی ہے —
 بات یہ ہے کہ م Esto ق کی غیرتِ عشق یہ کبھی گواہ نہیں کر سکتی کہ عاشق کسی اور پر
 مرے کسی غیر کا دم بھرے۔
 اس کا محب صرف اسی کا ہجھ کر رہے مجبوب تو اسی یہی چاہتا ہے کہ کسی غیر کا خیال
 تک دل میں نہ لائے — حتیٰ کہ عاشق کا یہ عالم ہو جائے گا کہ : —

یہ میرا شوق کر میں تجوہ کو برملا دیکھوں
یہ میرا شک کر میں خود سے بھی چھپاؤں بجھے
اسی جذبے کے تحت سرکار و ارث فرمایا کرتے تھے، —

”عاشق کو ایک صوت کے سوا دوسری صورت حرام ہے“

ان پر نور الفاظ سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عاشق و معشوق کے درمیان کسی تیسری
ہستی کو حائل نہیں ہونا چاہیئے — عاشق و معشوق کے درمیان اگر کوئی تیسری ہستی آئے
تو لیفڑی — ”رقبہ رویاہ“ ہے — ”شیطانِ لعین“ ہے جو عاشق
کو معشوق سے جدا کر رہا ہے جبکہ صلیحی کے لئے بقول وارث پاک یہ ضروری ہے کہ
”مردی اپنے پیر سے اس طرح ملے جس طرح قطرہ دنیا سے مل جاتا ہے۔
تو وہی قطرہ دنیا مل جاتا ہے — پھر اسے کوئی قطرہ نہیں کہتا — اسے

”قطرہ دیا ہے جو دنیا میں فنا ہوتا ہے“ (بیدم)

یہی قطرہ کی معراج ہے۔ جیسا کہ سرکار و ارث پاک فرماتے ہیں، —
”کمالِ عشق یہ ہے کہ عاشق سے معشوق ہو جائے“

لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے کہ محبت میں رفتارست نہ ہو۔ — مگر بقول وارث پاک
رفاقت تو ضرور ہوگی اس لئے عاشق جانباز کو رقبہ رویاہ سے نیشن کے لئے
ہر وقت تیار رہنا چاہیئے کیونکہ راہِ محبت میں ہر ہر قدم پر شیطان مختلف چولے بدل بدل
کر سامنے آتا رہتا ہے اور منزلِ مراد سے سالک کو بھٹکانے کی کوشش کرتا ہے مگر
عاشقِ الہی حض تو فیقِ الہی سے محظوظ رہتا ہے۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے لبس کا کام نہیں

”فیضانِ محبت“ عامِ سہی ”عرفانِ محبت“ عامِ نہیں

(جگہ)

وارث پیا! ڈوری چھوٹی جائے

ڈوری چھوٹی جائے، وارث پیا۔۔۔ ڈوری چھوٹی جائے
اس بھی ٹوٹی جائے، وارث پیا۔۔۔

ایسی ابھاگن ہوں میں جگ میں
سمنے کو گر ہاتھ لگاؤں
سونا مٹی بن جائے۔۔۔

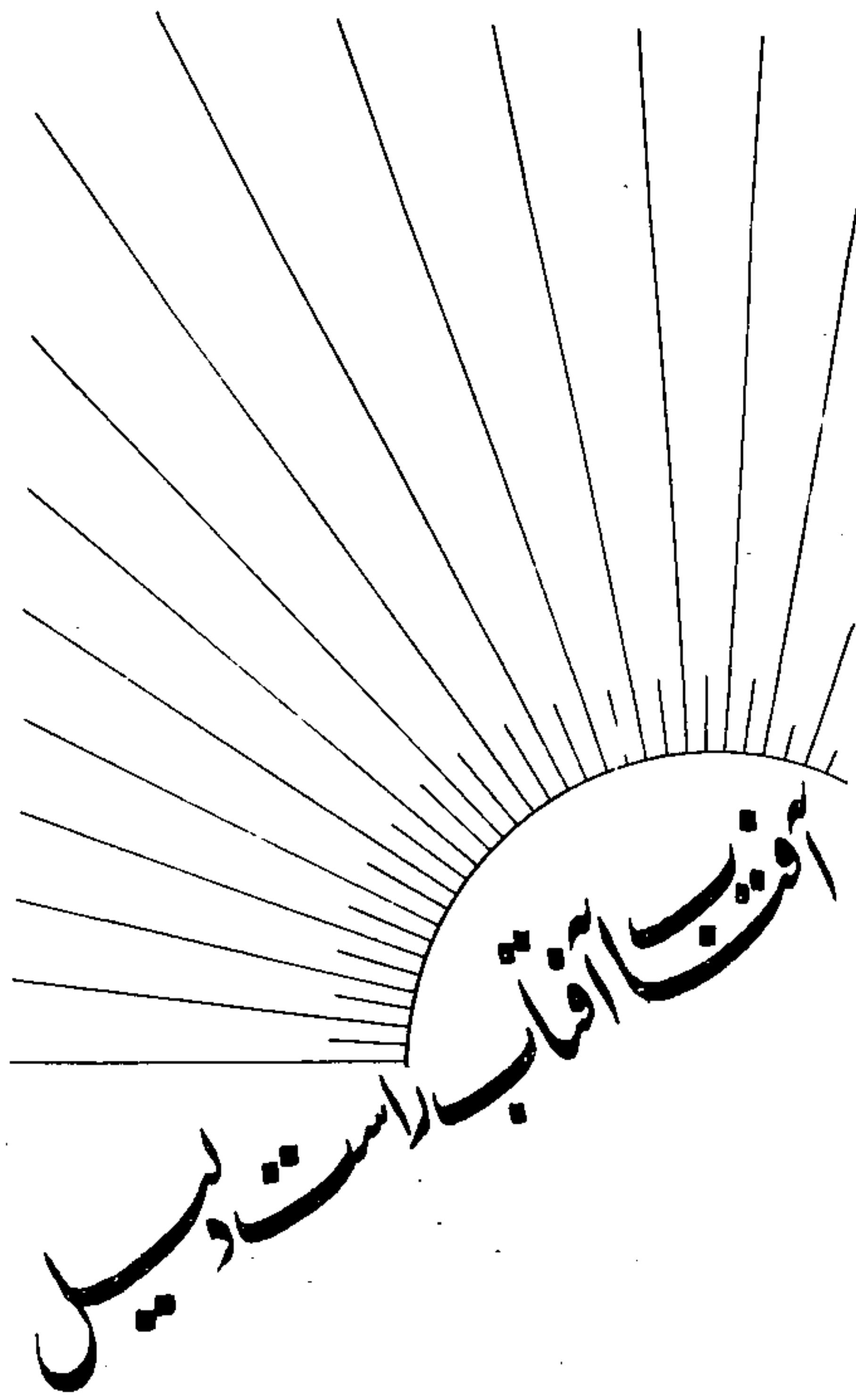
وارث پیا ڈوری چھوٹی جائے
اس بھی ٹوٹی جائے وارث پیا
ڈوری چھوٹی جائے

محج بلا میں گھر گئی بڑرا
مرست بنی موجود کا تھپیٹا
لنگر ٹوٹا جائے، وارث پیا۔۔۔

ڈوری۔۔۔
اس بھی۔۔۔
وارث پیا ڈوری۔۔۔

”کاوش“ داسی پر بھی دیا ہو
دور صدیت اور بلا ہو
تمت پھوتی جائے۔۔۔

وارث پیا ڈوری۔۔۔
اس بھی۔۔۔
وارث پیا ڈوری۔۔۔



وارث پاک کا سلسلہ طریقت

سیدنا وارث پاک حسینی ہونے کے باوصفت اور رحمت الہی کے طفیل شکم مادری میں ولی کامل تھے اور جذبہ عشقِ حقیقی کے کرپدا ہجئے تھے۔ پھر اس میں عشق کامل کا اضافہ براہ راست پختن پاک کے فیضِ خاص سے ہوا تھا چنانچہ اس دودھ کے صوف ایک مشہور قول ہے کہ :

” حاجی صاحب کے توگھر کی ہدیتی ہے دنوں ہانخوں سے
لٹا رہے ہیں مگر اپنی توکار طھی کمائی ہے“

چنانچہ عشق کامل کے طفیل شروع ہی سے آپ نے پختنی فیضِ خوب خوب لٹایا اور ہر خاص و عام کو فیض نیاب فرمایا۔

اگرچہ لڑکپن میں بخطا ہر آپ کا تعلق ”سلسلہ قادریہ رضا قیہ“ اور ”پشتیہ نظامیہ“ سے ضرور ہوا مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ نے اپنے غلاموں کو بیعت کرتے وقت کبھی بھی ان سلسلوں کا ذکر نہ کر فرمایا اور نہ ہی دیگر سلسلوں کی طرح کبھی کسی بزرگ کارسمانام یا بلکہ اپنے دست فیض اثر سے بیعت کرتے وقت آپ نے صرف اتنا ہی پڑھانا کافی سمجھا :

” ہاتھ پکڑتا ہوں پیر کا — پختن پاک کا — خدار رسول کا — !“

اس طرح آپ نے اپنے سارے مریدوں کو براہ راست پختن پاک کی پناہ میں لے لیا کیونکہ آپ کوں بھی طور پر خاتم الولایت حضرت مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خاص روپ طریقہ باطن تھا اور پختن پاک سے طریقی قوی نسبت تھی جو دیگر دو فیار میں عام طور سے نہیں پائی جاتی، اسی وجہ سے آپ کی ظاہری دباطنی کیفیات میں بے پناہ جوش دائر موجود تھا جس کی نظیر نہیں ملتی ایہ سب ”علوی مرتبت“ کا اظہار تھا اسے مرجعاً سے گل گلزار رسول عربی سارے عالم میں ہے وشن تھی عالی نبی

شجرے کی حقیقت

سیدنا ارشاد پاک حقیقی طور پر ارشاد مرضوی تھے اسی لیے
بیت کرتے وقت جن فیض رسالہ ہستیوں کے نام پڑھوائے، بس یہی پکا

شجرہ طریقت تھا

بَيْدَمِيْ تُو پاچِ ہیں مقصودِ کائنات
خیالِنا، حسین، حسن، مصطفیٰ، علی

اسی لیے سرکارِ دارث پاک نے کسی بھی سلسلے کے شجرہ طریقت کا بطور
خاص کوئی خاص اہتمام نہ فرمایا اور نہ مرید کرتے وقت کسی کو کوئی شجرہ عنایت
فرمایا اور نہ ہی آئندہ کسی کو بطورِ خاص کوئی شجرہ درد کرنے کا حکم دیا بلکہ سے
دول کو فکرِ دو عالم سے کرد بیان آزاد
تیرے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے

چونکہ آپ کا سلسلہ ————— سلسلہ عشق و محبت تھا اس لیے
آپ نے شجرے کی حقیقت کا یوں اکٹھاف کیا:
”شجرہ وغیرہ ایک رسمی چیز ہے ————— بیانِ دل کے شجرے

سے کام ہے“^۱
بیشکِ دل کا شجرہ ہے، ہل شجرہ ہے جو عشقِ الہی کے طفیل ہمیشہ سر برز
شاداب رہتا ہے جس کی آبیاری انوارِ الہی سے ہوتی ہے اور الیسا کیوں نہ
ہو کہ ————— دل عرشِ الہی ہے سے

جوراً و معرفت میں کاروانِ دل قدم رکھے
تو ساری کائنات اڑ جائے گمراہ کاروانِ ہو کہ
اسی کاروانِ دل کے قافلہ سالار سیدنا ارشاد پاک ہیں جن کا مسلک
”عشق“ ہے اور جنمیں صرف ————— دل کے شجرے سے کام ہے۔

دستِ بیعت

یہ بات بڑے دلوق سے کہی جاسکتی ہے کہ سیدنا وارث پاک حمزہ اللہ علیہ کا دریاء کے فیض دعطا کبھی بھی ————— دستِ بیعت ————— کا محتاج نہ رہا، سرکارِ والا کی طبیعت کی افتادہ ہی کچھ ایسی لختی کہ روحاںیت کا یہ سحر بیکار کسی پیش نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے انوار و بُرکات کو کسی رسم و روایت کا غلام نہ بنایا بلکہ ہر جگہ از ادامہ فیض روحاںیتیاں ————— چنانچہ اگر کبھی سفر کے دوران مزید ہونے والوں کا مجتمع کثیر ہو گیا تو آپ نے کسی مسیدان میں اپنی پالکی رکھوادی اور اعلان فرمادیا :

”جو پالکی جھوٹ لے، وہ ہمارا مرید ہے“
کسی مقام پر رساداں دیا گیا۔ اس کا ایک سر اخود آپ نے نہام لیا اور فرمادیا :

”خواہ سے پکڑ لے وہ ہمارا مرید ہے“
اور اس سے بڑھ کر یہ کہ جہاں لاکھوں کا جمیع جوش عقیدت میں بے قابو ہو گیا تو طالبین کو ایک محبت بھری نگاہ سے آپ نے دیکھ لیا اور فرمادیا :

”تم سب ہمارے مرید ہو“
اور لطف یہ کہ ہر شخص نے اپنے ظرف کے مطابق اسی ایک نظر میں سب کچھ پالیا اور حملہ نہ ہو گیا۔

بیعتِ اولیٰ

حضرت اولیٰ قری رضی اللہ عنہ نادیدہ طور پر محبوب خدا کے عاشق ہوئے اور رہالت پناہ سے غائبانہ طور پر پورا پورا باطنی فیض حاصل کیا۔ سرکارِ وارث پاک نے بھی طالبانِ حق کو یہ طریقہ بیعت اولیٰ کیجی

کسی کی وکالت پاخط کرنے والے اخیل سندھ فرمایا اور پورا پورا فیض بہنچایا۔ اول
روز جانی طور پر آج بھی آپ کا فیض باطنی عام ہے، چنانچہ بطریق اوسی آپ کا سلسلہ
بعیت — محبت — کے دامن سے آج بھی جاری ہے اور
قیامت تک جاری و ساری رہے گا۔

بعیتِ رضوان

پارہ ۲۲۵ سورہ فتح میں بعیتِ رضوان کا ذکر موجود ہے جس میں حضور پاک
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ایک ہاتھ کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
کا ہاتھ قرار دیا اور پھر اپنے ہی دوسرے ہاتھ پر خود اپنا ہاتھ رکھ کر ان کی جانب
سے خود بعیت کی حالانکہ خود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس وقت غیر حاضر
بنتے مگر فیضانِ محمدی نے صحابی غیر موجود کو بھی محروم بعیت نہ رکھا۔
اسی سنت پر سرکارِ وارث پاک نے عمل کرتے ہوئے عشقِ الہی کے طفیل
اپنے عاشقانِ دور افتادہ کو بھی باطنی فیض سے سرفراز فرمایا۔

خواب کی بعیت

سرکارِ وارث پاک نے اکثر بیدار نکتوں کو عالمِ خواب میں ثرفِ بعیت
سے سرفراز فرمایا، بعد میں جب اپسے بیدار نخت مردی سرکار میں حاضر ہوئے
تو سرکارِ والا نے تجدیدیہ بعیت کی بھی ضرورت محسوس نہ کی بلکہ فوراً خواب کی
بعیت کی توثیق کر دی اور صاف صاف فرمایا:

”تم تو پہلے ہی مردی ہو چکے ہو۔“

چنانچہ ۱۳۰۷ء میں بیٹی کے شہور تاجر سید طاہ عبدالرحمن نے سرکارِ وارث پاک
سے عالمِ خواب میں ثرفِ بعیت حاصل کیا، بیدار ہوتے تو دل پر بھی کیفیت
طاری تھی، صورتِ شیخ دل پر نقش تھی مگر شیخ کا نام پر معلوم نہ تھا، آخر سید طاہ

صاحب نے محلے کی مسجد کے پیش امام صاحب سے اپنے خواب کا ذکر کیا اور حضرت کی وضع قطع اور لباس کی تفصیل بتائی، مسجد کے امام عبدالعزیز صاحب خود ضلع بارہ بیکی کے رہنے والے تھے، فوراً اپچان نگئے اور فرمائے کہ کاس شان کے بزرگ تو ——— حاجی دارت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ——— میں، سیوط صاحب کے دل میں تو آتشِ شوق بھڑک اکھٹی تھی، فوراً پیش امام صاحب کو ہمراہ لے کر دیوبہ شریف روانہ ہو گئے۔ جب بارگاہِ عالی میں حاضر ہوئے تو سرکار نے، سمجھتے ہی فرمایا : "تم تو مزید ہو چکے ہو ——— پھر اس قدر درد رانہ کے سفر کی کیا ضرورت تھی؟ ———"

عشقِ الہی میں فنا ہو جانے کے سبب سرکارِ دارت پاک زندہ جاوید ہو گئے میں چنانچہ پہلے کی طرح آج بھی اپنی بے پناہ روحانی قوت سے جس کو جانتے ہیں، خواب میں بیعت کا اعزاز عطا فرماتے ہیں۔ یہ فیضِ بیعت جس طرح آج جاری ہے، یہ فیضِ ایزدی اسی طرح قیامت تک جاری ساری رہے گا۔

جسے دیکھو ہے پروانہ مرے مخدومِ دارت کا
جو پی لے ایک پیاںہ مرے مخدومِ دارت کا
رہے تاہشرِ دیوانہ مرے مخدومِ دارت کا
بہارِ عبید آئی ہے، خدا یا اپنی رحمت سے
بنادے مجھ کو ستانہ مرے مخدومِ دارت کا
سلطینِ زم انگر جہاں گردن جھکاتے ہیں
ہے وہ بسترِ فیرانہ مرے مخدومِ دارت کا
ہے بزمِ دہر میں شمعِ جمالِ دارثی روشن
جسے دیکھو ہے پروانہ مرے مخدومِ دارت کا

گیا جو در پر سائل وہ کبھی خالی نہیں پھرتا
 بے وہ در بار شاہانہ مرے مخدوم دارث کا
 اجل تجھ کو سلانا ہے اگر منظور اکبر کو
 سادے کوئی افسانہ مرے مخدوم دارث کا
 (اکبر وارثی)

گاگرِ مشریف

دارثِ اولیار کی گاگر ہے
 قائدِ صفیہ رکی گاگر ہے
 قدیمیوں نے سجائی ہے سر پر
 نورِ رب العالمی کی گاگر ہے
 پیشوں آئے پیشوائی کو
 سر درِ اولیار کی گاگر ہے
 جیسے روشن ہو چودھویں کا چاند
 ایسی اس سرِ لقا کی گاگر ہے
 شیشہ دل نہ کیوں منور ہو
 مہرِ ہند و سستانِ اللہ کی گاگر ہے
 دردِ دل کا علاج ہے اس میں
 یعنی آپ شفا کی گاگر ہے
 پیشِ ساقی کوثر و نعمیم
 تشنگان و فاکی گاگر ہے
 قتل پیارے سب فرات ہوئے
 شاہِ گلکوں قبا کی گاگر ہے
 اس میں آپ حیات ہے کاوش
 شاہِ ملکِ لقا کی گاگر ہے

حقیقی بیعت

سرکارِ دارث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ سے بیعت کی طرف تھی ہی نہیں بلکہ آپ کا مقصد دلی تو حقیقی بیعت سے سرفراز کرنا تھا جس کا تعلق دل سے ہے چنانچہ دل کی بنیادی حیثیت پر زور دیتے ہوئے آپ نے تلقین فرمائی :

”ما تھو پھر طنز سے کیا ہوتا ہے ————— دل پھر طو —————“

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو سرکارِ دارث پاک کو دل سے چاہتا ہے لبیں وہی آپ کا سچا مرید ہے ————— خواہ اس نے بیعت کی ہو یا نہ کی ہو —————!

اسی سلسلے تو آپ بار بار فرمایا کرتے تھے :

”ہمارے ہاں چار ہو یا خاکر دب ————— جو ہم سے

”محبت“ کرے وہ ہمارا ہے۔“

لبیں معلوم ہوا کہ آپ کے یہاں شرطِ بیعت ————— ”محبت“ ہے محض دستِ بیعت نہیں کیونکہ خالی خولی دستِ بیعت کرنے سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ سب وارثوں کا ایک وارث

سرکارِ دارث پاک کا قول مشہور ہے کہ —————

”ہمارا مشربِ عشق“ ہے جیسی انتظام، — جرام ہے —!

چنانچہ سرکارِ دارث پاک نے اپنے سلسلہِ عشق و محبت میں کسی قسم کا انتظام روانہ رکھا — چنانچہ نہ سجادگی کا اہتمام کیا ہے — خلافت کا انتظام فرمایا۔ اس طرح اپنی ذات اور اپنے مریدوں کے درمیان کسی تیسری ہتھی کو ہائل نہ ہونے دیا — صرف ”محبت“ کو واسطہ نہیں ہے۔ بس اتنا ہر کیا ہے فرق باقی مجت میرے ان کے درمیان ہے (فیصر افغانی)

مجبت کا خاصہ ہے کہ جس سے بروئی ہے اس کا بہت ذکر کرتا ہے، چنانچہ نہ کار وارث پاک کا ذکر اذکار ہی ایک سچے دارثی کا تکمیل کلام اور وظیفہ حیات ہننا چاہیئے — (کسی احرام پوش کا کوئی مذکور نہیں) ۔

زبان، دہن میں ہے جب تک تراہی نام رٹوں
مردوں تھجی پر میں جب تک یہ جان تن میں رہے
اس سلسلے میں سرکار وارث پاک نے فرمایا کہ ۔

”عاشق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ بجا ہے اور جو تعظیم کے
وہ سزاوار ہے ۔“

لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی سمجھا دیا کہ ۔

”وہ عاشق جو کچھ عاشق کی نسبت کہے وہ مقامِ تسلیم و رضا ہے“
تو اسے عاشقانِ دارست تمہارے محبوب وارث پاک کا یہ کہنا ہے کہ ۔

”سوالے یا رکھی سے ہر وکار نہیں“ ۔

سر اپا بیدم نیاز ہوں میں، غلام شاہ جہاں ہوں میں
ہے کو جیسا یا رمیری جنت میں دارثی ہوں میں فدائی ہوں

چنانچہ ہر حال میں یا رہی سے سروکار ہے ۔ ہر وقت شراب دارثی کا خار

دے ۔ ۔

تیری چوکھٹ پر سر کھکھر قیامت تک نہ اٹھ پائے
کسی بیمارِ فرقہ کو نقاہت ہو تو ایسی ہو
سرکار وارث پاک ہی تمام وارثیوں کے وارث ہیں ۔ انھیں سے مرکھار ہے
ناپنچہ خود فرماتے ہیں ۔

”جب کوئی بھی صیحت پڑے تو ہمارا تصور کرد“
(یہ کہیں نہیں فرمایا کہ کسی احرام پوش کا تصور کرد) ۔ کیونکہ ۔

”سوالے یا رکھی سے سروکار نہیں“ ۔

ریس غوطہ نہ تیری یاد میں یا ہی پاک بازوں کا غسل ہے
تجھے سجدہ کر لیں خیال میں، کہ جہاں پر شرط و ضوابط نہیں

عاشق کا جانشین و خلیفہ

سرکار وارت پاک کی محل حسن و عشق میں جب کبھی خلافت دجا شئی — کا ذکر چل نکلتا اور کوئی پوچھ بیٹھتا کہ — آپ کے بعد آپ کا خلیفہ کون ہو گا ؟ — تو آپ جواب پوچھتے ۔

”محبوب کا خلیفہ کون تھا ؟“

یہ سن کر لوگ لا جواب ہو جاتے تو پھر آپ سمجھاتے کہ ۔

”عشق میں خلافت نہیں ہوتی۔“

”ہماری منزل عشق ہے۔“

”خوش ایک وہی چیز ہے۔“

”عشق پر کسی کا ذر نہیں۔“

”اس کی کوئی تدبیر نہیں۔“

”یہ ایک یہ اختیار چیز ہے۔“

”یہ ایک اہلش سوز گجر ہے۔“

چونگریدہ منزل دشوار گذار ہے اس لئے طالب اس راستے کو مشکل سے پسند کرتے ہیں ۔“

اسی لئے ۔

”فقر کم اور مشائخ زیادہ ہوتے ہیں !“

حضرات مشاریع نظام کے سلسلوں کے بارے میں آپ فرمایا کرتے ہیں ۔

”دہ طریقہ سب انتظامی میں اگر انتظام نہ ہو تو سب کھلی ہی بگولا جائے ۔“

لیکن خاص اپنے ملک کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ۔

”ہمارا مشرب عشق ہے جس میں انتظام حرام ہے ۔“

اس نے آپ نے اپنے یہاں کسی قسم کا استظام روانہ رکھا۔—ذکری اپنا جانشین
مقرر کیا اور نہ ہی کوئی خیف متعین فرمایا۔ بلکہ ہر محبت کرنے والے دل کو قیامت تک کے
لئے اپنا خلیفہ و جانشین بنادیا۔—اس طرح وسیع پیمانے پر تمام عاشقون کو اپنا بیا
اور نہ صرف اپنا لیا۔— بلکہ اپنے رنگ میں رنگ کر۔— اپنا سا بنا لیا
“من تو شدم تو من شدی”۔— والامعاہدہ موجہ یعنی سہ

کچھ اور ہی اب صورت حالات کہے ہے

جو بھی سے ملے ہے وہ تری بات کہے ہے

خلافت، جانشینی اور سجادگی کا خاتمه

۱۳۷۴ء میں سرکارِ وارث پاک نے قاضی بخش علی صاحب وارثی کو حکم دیا کہ
کافزا در قلم و اوت لاو۔— اور لکھوکہ ۔۔۔

”پھری منزلِ عشق ہے جو جانشینی کا دعویٰ کرے دہ ہطل ہے۔
بمار سے یہاں کوئی بھوچا رہو یا خاکر دب، جو تم سے مجت کرے وہ ہمارا ہے۔

حاضرین کی تعدادیں کے ساتھ یہ تحریر آپ نے سب کے رو برو خادم کو دے
کر فرمایا۔۔۔

”اگر کوئی شخص اس کی نقل مانگے تو اسے دے دینا۔۔۔

چنانچہ اس طرح سدلہ وارثیہ میں ”خاندانی خلافت“۔— ”نبی جانشینی اور پیشی سجادگی“
کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔۔۔

یہ عمل بھی عین سنت کے مطابق ہوا کیونکہ خود سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی۔

”خلافت النبی“ کا سلسہ نبی سلسلے میں منتقل نہیں فرمایا۔۔۔

اگست ۱۹۱۵ء میں جبکہ سید شرف الدین صاحب نے ڈسٹرکٹ جج لکھنؤ کی
مدالت میں یہی نقل پیش کر کے آستانہ عالیہ وارثیہ کو سجادگی سے متبرک رکے، وقفِ عام

کافی صدھر حاصل کر لیا۔ جو آج جمکت بحال ہے!
 غرض کہ آپ نے اپنے لامحمد و دلائل انوار و برکات کو کسی رسم و روایت کا پابند
 نہ بنایا بلکہ سر ہر طرح سے فیض روحانی لٹایا۔
 چنانچہ کسی ایک شخص کی ذات میں اپنی سعادگی کو محدود نہ کیا اور نہ ہی چند شخصیتوں کو اپنی
 خلافت کا تقدیر ٹھہرایا بلکہ نہایت وسیع پیمانے پر آپ نے ہر محبت کرنے والے دل کو
 اپناروحاں جائشین قرار دے کر اپنی باطنی خلافت کا تقدیر ٹھہرایا۔ چنانچہ فرمایا۔
 ”جو ہم سے محبت کرسے وہ ہمارا ہے ۔۔۔۔۔“

”دل ہر قطر ہے سازِ انا لبھر
 ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا ہے؟ (غالب)“

قلضیٰ

نہ گرا ہے، نہ گا گر ہے، نہ چادر لے کے آیا ہوں
 حضور پر شاہ وارث، قلبِ مضرط لے کے آیا ہوں
 نہ دولت کی، نہ کچھ میں خدا ہشیں نہ لے کے آیا ہوں
 سہی عرفان کی خاطر، دل کا ساغر لے کے آیا ہوں
 اشارہ ہو تو جان و دل کر دل قربان قدموں پر
 غریبی میں بھی دل اپنا تو بگر لے کے آیا ہوں
 میں تو حید سے بھردے تو سرستِ است اس کو
 ترے میخانہِ عرفان میں ساغر لے کے آیا ہوں
 بھرو سہ ہے نگاہِ لطفِ وارث کا مجھے بے حد
 تمہائیں اسی کے ساتھِ اصغر لے کے آیا ہوں
 (اصغر شاہ جہان پوری)

وارثی تصرفات

اگرچہ سرکارِ وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے احرام پوش روشنوں کو یہ مجاز بخواہے کہ وہ سرکار کے نام پر پرید پر سکتے ہیں لیکن اس سے یہ تجویز نہیں نکالنا چاہئے کہ سرکارِ عالم پناہ کا فیض بے پایاں بخشن حرام پوش فقراء کے دستِ بیعت ہی میں محدود ہو کر رہ گیا ہے نہیں ہرگز نہیں! بلکہ سرکارِ عالیٰ وقار کے فیض ببرکات تمام قبود وحدت سے بکسر آزاد ہیں بالکل اسی طرح جس طرح زمانہ حیات میں لا محدود ولاد وال خپے آج بھی آپ کے حنات و برکات اپنی فیض سانی میں بے مثال ولاد وال ہیں کیونکہ عاشقِ کعبی نہیں مرتبا بلکہ معشوقِ حقیقی کے عشق میں فنا ہو کر زندہ جاوید ہو جاتا ہے اس کی روحانی طاقت بڑھ جاتی ہے بلکہ دصالِ حق کے بعد فقیر کے روحانی تصرفات کا دامہ دیج ہو کر کائنات پر بحیط ہو جاتا ہے لہ

ہے اسے ذوقِ دید مردہ کہ بیلانے نگو بُو
چٹکی میں ہے نقاب کا گوشہ لئے ہوئے

چنانچہ روایائے صادقة کے ذریعے سرکارِ والاکی تربیت کا فیض قیامت تک جاری و ساری رہے گا، بے شمار بیدار نہ خست آج بھی عالم خراب ہیں فیضیاب ہو رہے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہیں گے، علاوہ انہیں آپ برواری کو پہنچے ہی لقینِ دل اپنے ہیں کہ تو شیدہ طوز پر آپ پریدہ غیرہ میں پہنچے ہو میں، چنانچہ آپ کا قول ہے کہ،

لہ انتی ہے کہ خود مولیٰ اشرف علی مقانوی اعتراف کرنے میں کہ۔ "بعن ادیار اللہ سے بعد اتفاق کے بھی تصرفات خوارق مرزا ہوتے ہیں اور یہ امر منتهی درتو اتر تک ہنچ گیا ہے" (النخب ص ۱۷)

پیشائے ملائے دیوبند مولیٰ رشید احمد گلکوہی اس پفری اضافہ کرتے ہیں۔ "اعرفات و کرامات اہلیاء اللہ بعد ممات بحال خود را تی میلہ بکھر دولا بیت بعد موت ترقی ہے" (تمذکۃ الرشید ج ۲ ص ۲۵۲)

”جس مرید کو اپنے اعتقاد سے زیادہ پیر سے غمیدت ہوتی ہے اس کا پیر غمیت میں بھی اس کا محفوظ ہوتا ہے“

اب اس لقینِ دہانی کے باوجود اگر کوئی دارث خود اپنی ذات سے اڑ پاک کر دو سمجھتا ہے تو یہ خود اس کا قصوہ ہے ۔ ۔ ۔ اس سدے میں سے

ناہمی اپنی پرداہ ہے دیدار کے لئے
ورنہ کوئی حجاب نہیں بار کے لئے
خود دارث پاک کا فرمان ہے کہ :

”جو مرید اپنے پیر کو دور سمجھے وہ مرید ناقص ہے ۔ ۔ ۔
یکونکہ پیر کا مل اپنے مرید کو کبھی تھا نہیں چھوڑتا، اسی سے آپ کا قول صادق ہے کہ :

”جو پیر اپنے مرید سے دور ہے وہ ہیر ناقص ہے ۔ ۔ ۔
ان لقینِ دہانیوں کے ساتھ ۔ ۔ ۔ سرکار سیدنا وارث پاک کے لامدد والاذوال تصرفات کی ایک ادنیٰ مثال یہ خط ہے جو ایک دارث کی حقیقت حال کا غماز ہے ۔ ۔ ۔ موصوف حاجی اوگھٹ شاہ صاحب کو لکھتے ہیں کہ :

”چار لیوم ہوئے کہ جناب توکل شاہ صاحب کے مرشدزادے میاں خالق داد صاحب جھجرولی تشریف لائے، حسب محول شام کو نمازِ مغرب کے بعد مریدوں کو توجہ دینے کے لیے حلقة میں بھایا ۔ ۔ ۔ وہ خوب جانتے تھے کہ میں دارث ہوں اور خود پیر سے سیدنا وارث پاک کی تعریف و توصیف بھی سن چکے

ملہ اگرچہ مرید اپنے پیر سے دور بھی ہو سکیں ۔ اپنے پیر کا روزانیت سے دور نہیں جانا پچھر قلت اپنے پیر کو (قصہ ایشخ کے ماتحت) یاد رکھنا احرار اس سے فیض اٹھاتا ہے کیونکہ مرید بحال اپنے مرشد کا اعزاز ہوتا ہے، ”اداد اسلوک فارسی زمر دوی شیلہ گلگوچی

ستے مگر پھر بھی انہوں نے مجھے حلقة میں لے لیا۔
ان کی غرض مجھے پاس بٹھانے سے خواہ کچھ بھی ہر لیکن میں
ان کے مریدوں کو ان کی توجہ میں گرتے دیکھ چکا تھا اسی لیے
میرے ذہن میں یہ آیا کہ اس وقت مجھے حلقة میں لینے سے مقدمہ
ان کا مجھے گرا کرنا پنا کمال دکھانے کے سوا اور کچھ نہیں لاذجب
مجھے یہ اندیشہ ہوا کہاب میں بھی گرا یا جاؤں گا تو میں نے فوراً تو میں
نے فوراً اپنے خیال کو اپنے مرشد پاک کی طرف سبadol کر کے
تصویر کو مستعمل کیا ۔ چونکہ سیدنا دارث پاک ہر جگہ جلوہ گر
ہیں اس لیے سرکار کی ایسی عنایت شامل حال ہوئی کہ اس وقت
تصویر ایسا مستحکم ہوا کہ اس سے پیدا یا کبھی نہ ہوا تھا ۔
یہ عام کرامت سرکار دارث پاک کی ہے کہ جہاں کوئی مجبور فریاد کرتا
ہے، آپ فوراً امداد کو پہنچتے ہیں ۔ اس سے بڑھ کر
میرے حال پر یہ لطف دکرم ہوا کہ میری حالت ہی بدل گئی، جب
میں اپنے نئیں خیال کرتا تھا شکل و صورت میں خود کو سرکار دارث
پاک پاتا تھا ۔ یہ کچھ بے ہوشی کی بات نہیں بلکہ میں نے
اپنے آپ کو بار بار تعجب سے دیکھا ۔ اور خوب غور
سے دیکھا ۔ کہیں سے ہاتھ پاؤں، قدو قامت وغیرہ
میں مطلق فرق نہ پایا بلکہ اپنے آپ کو ہر ہر سیدنا سرکار دارث پاک
پایا، اس سے نیاز مند کو اس قدر لطف حاصل ہوا کہ اس سے قبل
کبھی نہ ہوا تھا۔

اب میرے ناقص خیال میں تو اس کا سبب یہ آتا ہے کہ

لہ و بندی مختپہ کر کے جید عالم کو لوی ثافت مل تھا توی بھی پریم کرنے ہیں کہ، ”اصحابِ نعم قدسیہ جتنے قلب میں پاہیں اور جہاں
چاہیں بیک وقت حاضر ہو سکتے ہیں۔“ (مولانا شفیع)

جب مجھے اس وقت اپنے گراۓ کے خوف ہوا اور سرکار
سے مدد کا طلب ہوا تو سید نادارٹ پاک کی خیرت نے پہ گوارا کیا
کہ ان کے نام پیرا کی فتحت ہو لےذا اسی وقت دستگیری فرمائی۔
بس پھر تو یہ عالم ہوا کہ خود وہ میاں صاحب ہی میری طرف متوجہ ہو گئے
یہی طریقہ رہے مگر اس دن نہ صرف مجھ پر بلکہ ان کے کسی مرد پر ان کی
تجہ کا کچھ اثر نہ ہو سکا، آخر ہوا کہ کہ پہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنا
حلقة برخاست کر دیا کہ :

سچان اللہ

پیاز مند: محمد شریعت وارثی، ۲۲ ارجون ۱۹۵۷

بجهودي ضلع انباله

ایسی روشن مثالوں کی موجودگی میں بھلا اب کون وارثی ہو گا جوانی
ذات سے سرکارِ وارث پاک کو درودِ نور سمجھے گا۔
کس طرح میں سمجھے مردہ کہوں، مردہ کہوں
سمجھے سے زندہ ہوں، اُتر سے ساتھی ہیں، زندہ ہوں
اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ————— موت ————— ایک نقش ہے مگر،
”چاہ مردہ دہی ہے جو پیر کی بارگاہ کو نقاصل سے پاک سمجھے“ ۲۰
چنانچہ ہر وارثی اپنے چندیہ حالات پر سرکارِ وارث پاک کو مطلع جانے بلکہ اپنے

سلیمان بن ابی حیان

سلیمان دارست : منکرۃ حقائیق

لیے تام فیوض دبر کا ست کا سر چشم سمجھا درد دل سے یقین کرے کہ آپ کے
روحانی تصرفات لا محمد و دولا زوال ہیں افسکل کیوں قلت آپ اپنے کمر پر کے جامی مذکار ہیں

جبالِ وارثی

رونق افزا دہر میں دیوبہ کا میجانہ رہے
تا قیامت دُور میں وارث کا پیمانہ رہے
فیض تیر سے در کا اتنا پیر میجانہ رہے
تیر سے ستول کو جو دیکھے وہ بھی ستانہ رہے

چشم باطن میں نظر آئے جبالِ وارثی
نورِ الگفت سے جو روشنِ دل کا کاشانہ رہے
وارثی کملائے دنیا میں سدا تیرا غلام
اتنی نسبت سے گدا کو فخرِ شاہانہ رہے
عرض ہے بسط کی اتنی اشمنشاہِ جہاں
بندہ ناچیز پر بھی لطفِ شاہانہ رہے
(بسط بیوانی)

جس کی تعلمات سے پایا مجنت نے ذرع
اس عظیم انسان کو کمالِ عصیت اور سلام

مناجات

یا خدا قادر و قدر ہے تو
 ناتوانوں کا دستگیر ہے تو
 اپنے عز و کمال کا صدقہ
 اپنی شان جمال کا صدقہ
 اپنے پیارے رسول کا صدقہ
 باغِ وحدت کے بھول کا صدقہ
 چارہ یارانِ باصفہ کا طفیل
 کل شہیدانِ کربلا کا طفیل
 حضرت غوث پاک کا صدقہ
 ان کے قدموں کی خاک کا صدقہ
 خواجہ ہندوالی کے صدقہ میں
 نورِ چشم عسلی کے صدقہ میں
 خواجہ خواجگان کا صدقہ
 قطب ہندوستان کا صدقہ
 خواجہ محبوب اللہی کا طفیل
 پیارے خندوم کلیری کا طفیل
 میرے وارث کی خاک پا کا طفیل
 صرمہ چشمِ اصفیاء کا طفیل
 رحم کر مجھ پر اے کریم مرے
 قائم و دائم و قدمیم مرے

تیر سے دیدار کا ندیدہ ہوں
 ناتوان ہوں الٰم رسیدہ ہوں
 کافی آرزو مزا بھردے سے
 اپنے ذرے سے کو ماہ روکر دے
 محنت کر بجھے دلِ مسدود
 جو تزی یاد سے رہے معنوں
 تجھ پر مرتا رہوں میں جینے میں
 مر رہوں کئے یا مدینے میں
 اب بجز اس کے اور نہ ہو کچھ کام
 تجھ کو سجدہ نے تزی سے بنی کو سلام
 عمرِ مداعی نبی میں کٹے
 ہر گھری یادِ وارثی میں کٹے
 ہاتھ پھیلائے ہے ترا محتاج
 رکھ لے اس ہاتھ پھینے کی لاج
 تیرا بیدم ہوں تیرا بندہ ہوں
 تیر سے دروازے مر گئنے ہوں
 (بیدم وارثی)

تَسْهِيلُ شُفَعَهُ

ماحد کتاب

| | |
|---|---|
| سخفۃ الا صفیاء | مشی خدا بخش شاہق دریا آبادی |
| رسالہ تحلی عشق | رسالہ تحلی عشق |
| سید عبداللار شاہ | مطبع غوثیہ گلکتہ |
| الیضا | الیضا |
| شرف پریس بہار | شرف پریس بہار |
| مرزا نام جان مرزا پوری | مرزا نام جان مرزا پوری |
| بیدم شاہ وارثی اٹاوی | بیدم شاہ وارثی اٹاوی |
| مطبع الہی آگرہ | مطبع الہی آگرہ |
| گھنستہ وارث | گھنستہ وارث |
| ضیافت الاحباب کلیات مکتوبات حاجی او گھنٹ شاہ وارثی | اصح المطابع تھنٹو |
| دلوں شریف | دلوں شریف |
| رسالہ صحیفہ وارث | رسالہ صحیفہ وارث |
| کوکھپور | کوکھپور |
| مرزا منعم گیک فتحی | مرزا منعم گیک فتحی |
| مشکوٰۃ تھانیہ المعرفت معارف وارثیہ مولوی شیخ فضل حسین صدیقی الوارثی اٹاوی، بانجی پور، سالہ ۱۹۱۹ | مشکوٰۃ تھانیہ المعرفت معارف وارثیہ مولوی شیخ فضل حسین صدیقی الوارثی اٹاوی، بانجی پور، سالہ ۱۹۱۹ |
| تسیم پنجگانہ حاجی او گھنٹ شاہ وارثی | اصح المطابع تھنٹو |
| الیضا | الیضا |
| شہاب ثاقب موسم برکت فر حاجی او گھنٹ شاہ وارثی | شہاب ثاقب موسم برکت فر حاجی او گھنٹ شاہ وارثی |
| منہاج العسقیری فی ارشاد الوازیری محمد ابریشم گیک شید وارثی تھنٹو | منہاج العسقیری فی ارشاد الوازیری محمد ابریشم گیک شید وارثی تھنٹو |
| افضال وارث المعرفت تہبی عشق | افضال وارث المعرفت تہبی عشق |
| فیض احمدی پریس تھنٹو | فیض احمدی پریس تھنٹو |
| غلامۃ السلوک محمد ابریشم شید وارثی تھنٹو | غلامۃ السلوک محمد ابریشم شید وارثی تھنٹو |
| مطبع اصح المطابع تھنٹو | مطبع اصح المطابع تھنٹو |
| رسالہ رحمات الان | رسالہ رحمات الان |
| حاجی او گھنٹ شاہ وارثی | حاجی او گھنٹ شاہ وارثی |
| رویاضن اکبر | رویاضن اکبر |
| خواجہ محمد اکبر وارثی میر جھنی | خواجہ محمد اکبر وارثی میر جھنی |
| محمد ابریشم گیک شید وارثی تھنٹو | محمد ابریشم گیک شید وارثی تھنٹو |
| حضرت بیدم شاہ وارثی اٹاوی | حضرت بیدم شاہ وارثی اٹاوی |
| شمی مشین پریس آگرہ | شمی مشین پریس آگرہ |
| استقلال پریس لاہور | استقلال پریس لاہور |
| الیضا | الیضا |
| مصحف سیدم | مصحف سیدم |
| ندائے غیبی حضرت محبوب شاہ وارثی ہندی العربی | ندائے غیبی حضرت محبوب شاہ وارثی ہندی العربی |
| ضیاء بحقی پریس کراچی | ضیاء بحقی پریس کراچی |
| الزار اولیارد (کامل) | الزار اولیارد (کامل) |
| زمیں احمد جھنڑی ندوی | زمیں احمد جھنڑی ندوی |
| شیخ غلام علی ائمۃ شریوک ناکلی لاہور | شیخ غلام علی ائمۃ شریوک ناکلی لاہور |
| سفارس اتحاد | سفارس اتحاد |
| "حیات" وارثی | "حیات" وارثی |
| نذر کرد وارث | نذر کرد وارث |
| شہاب حیثی حابی اکبر آبادی | شہاب حیثی حابی اکبر آبادی |
| خورشید بکرہ پور پونڈر وڈ خرچی دہلی | خورشید بکرہ پور پونڈر وڈ خرچی دہلی |

